

مغل دربار

ڈاکٹر مبارک علی
صدر شعبہ تاریخ جامعہ سندھ

نگارشات
۴۔ بیگم روڈ، لاہور

مغل دربار

ڈاکٹر مبارک علی
محلہ شہر تانہ پنج باموسندھ

نگارشات

۴۔ بیحد روڈ، لاہور

جلد حقوق بحق نامہ نشر محفوظ ہیں۔

کتاب	مغل و مہار
مصنف	ڈاکٹر مبارک علی
ناشر	مصطفیٰ وحید
ادارہ	بنگلا زشاشا
	۳۳ بیگم بھٹو روڈ لاہور

ایچ۔ وائی پرنٹرز لاہور
 الشہید ایف۔ وائی۔ ٹر
 اردو کی پارک لاہور

مجلد دوم
 کتاب و زمین

بار اول	۱۹۸۹ء
قیمت	۲۰۰ روپے

انتساب

اپنے والد مسعود علی خاں مرحوم
اور اپنی والدہ بتول بیگم کے نام

فہرست

پیش لفظ

پہلا باب۔ نظریہ بادشاہت، دربار اور رسومات

نظریہ بادشاہت کا تاریخی پس منظر

اسلام اور نظریہ بادشاہت

مغل نظریہ بادشاہت

دوسرا باب۔ شاہی عادات

تخت

تخت نشین

خیمہ

سینہ

شاہی مہر

شاہی جندے

شاہی اقبالیات

تیسرا باب۔ مغل دربار

دربار

رسومات

دربار میں غیر ملکی اہل استقبال

بادشاہ کے روزمرہ کے معمولات

چوتھا باب۔ تقریبات، قہواڑ، تقویات اور شاہی جلوس

مہشن نہ روز

مہشن دن

شاہی تقریبات

آئینہ کی لڑائی

پرگان

۸۱	دوسری تعریحات
۸۳	شاہی مجلس
۸۶	پانچواں باب۔ خطابات
۸۷	خطبات تاریخی پس منظر
۸۹	مغل بادشاہوں کے خطابات
۹۰	شہزادے و شہزادیوں کے خطابات
۹۳	جگیاات کے خطابات
۹۴	امراء کے خطابات
۹۸	خوشنویسوں کے خطابات
۹۸	موسیقا روں کے خطابات
۹۸	دوسرے خطابات
۱۰۰	چھٹا باب۔ شاہی انعامات و تحیرات
۱۰۰	انعامات
۱۰۳	تحیرات
۱۰۸	ساتواں باب۔ مغل اعزاز
۱۱۱	منصب دار اور امراء کی تسمیں
۱۱۲	نوادار اور وریار
۱۱۳	خانہ زاد امراء
۱۱۵	امراء اور رعیت
۱۱۹	ہزار اور بادشاہ
۱۲۳	خانہ نشینی
۱۲۳	ضبط
۱۲۶	مسند معاشرت
۱۳۰	آٹھواں باب۔ مغل معاشرہ اور عوام
۱۳۳	عوام و عبات
۱۳۵	کتابیات
	اشعار

پیش لفظ

مضامین کی تہذیب و ثقافت کی صحابہ ہندوستانی محاشصہ پر بہت گہری ہے اس ثقافت و پھر کامرکز مضامین دربار تھا اس کی رٹومات تقریبات ہوا اور آداب نے معاشرے کے ہر طبقہ کی ساخت بنانے میں مدد دی، دربار کی شان و شوکت اور دولت کی فراوانی کے پس منظر میں عوام کی قربت و انکس جاگیر داران معاشرے کی ذہنیت، روایات کے ارتقا کو سمجھنے میں مدد دیگی۔ اس کتاب کی تیاری میں میں اپنے اساتذہ کرام منون و مشکور ہوں خصوصیت سے پروفیسر احمد بشیر، سابق صدر شعبہ تاریخ سندھ یونیورسٹی، اور پروفیسر ایچ۔ بی۔ ڈین، صدر شعبہ مشرقی علوم، کیل۔ یونیورسٹی جبرنی شکر کے مسوق میں جنہوں نے اپنے مشوروں سے نوازا اور کتاب کے مسودے کو دیکھا۔

بنیادی طور پر یہ مقالہ پی ایچ۔ ڈی کیلئے لکھا گیا تھا۔ اس کا اردو ترجمہ ترمیم و اضافے کے ساتھ لکھا گیا ہے۔
میں نگارشات کے جناب مصطفیٰ امید کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا۔

مبارک علی

پروفیسر و صدر شعبہ تاریخ
سندھ یونیورسٹی جام شورو

نظریہ بادشاہت و ربا و رسومات

وہ باد اس کے اداوں، اور رسومات کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ نظریہ بادشاہت اور اس کے ارتقاء پر نظر ڈالی جائے کیوں کہ اس پر ہی ربا و ربا و رسومات اور اس کی بنیاد بادشاہت کا نظریہ جو تاریخی مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچا ہے، اس میں بادشاہ کی ذات کو اعلیٰ، ارفع، اور افضل تسلیم کیا جاتا ہے۔ جو روحانی اور دنیاوی حکومت کا مظہر ہوتی ہے اس حیثیت سے بادشاہ ایک مافوق الفطرت شخصیت کی شکل میں ابھر کر آتا ہے بادشاہ کی اسی ذات کا تصور کیسے پیدا ہوا؟ اور یہ کن کن تاریخی مراحل سے گذر کر آئی ہے؟ انسان تہذیب و تمدن کے ساتھ اس کا ارتقاء ہوا؟ اس کا جائزہ یہاں اختصار کے ساتھ دیا جائے گا تاکہ ربا و رسومات کی ابتداء اداوں کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

نظریہ بادشاہت کا تاریخی پس منظر

جیمز فریزر (JAMES FRAZER) نے

اپنی مشہور کتاب "شاخ و دین" میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ بادشاہ کی شخصیت کس طرح انسانی معاشرے میں انتہائی اہم، ممتاز اور طاقت ور بن کر ابھری اس کے دلائل کے مطابق بادشاہ کی اولین حیثیت انسانی معاشرے میں ایک ساحر یا جادوگر کی تھی۔ جو معاشرے کا سب سے زیادہ اہم فرد سمجھا

جانا تھا۔ کیوں کہ بحیثیت ساحر کے یہ فطرت اور اس کی توتوں پر تابو پالیتا تھا اور معاشرے کے افراد کو ازمنی وسامی آفات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس تصور سے کہ وہ الہی اور روحانی توتوں کا مالک ہے اس کی ذات کو مقدس اور الہی بنا دیا اور اس کا درجہ دیوتا یا دیوتا کے نمائندہ کا ہو گیا وہ خود بھی اپنے آپ کو چاند یا سورج کا بیٹا سمجھتا تھا جو اس وقت فطرت کی پراسرار قوتیں تھیں؟

چنانچہ سلطنت پیر کے بادشاہ کو سونج کا بیٹا سمجھا جاتا تھا۔ جبکہ میکیکو کے بادشاہ مونٹیزوما کو اس کی رعایا دیوتا کی طرح پوجتی تھی بابل کے سلاطین میں ساگن اول (۳ ہزار ق م) سے لے کر اُر کی چوتھی سلطنت تک سب خدائی ٹھہرائی کرتے تھے۔ ارساخی بادشاہ (یہ سلطنت ۲۵ ق م میں قائم ہوئی) مہر و ماہ کے بھائی کہلاتے تھے۔ مہر کے بادشاہ کو بھی خدا سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کے سامنے قربانی کی جاتی تھی۔ یہ خود کو تمام اقوام اور ممالک جو مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان کا فرمان روا سمجھے جاتے اور ان کے القاب سونج دیوتا سے ماخوذ تھے وسط ہند میں ہندوؤں کا ایک فرقہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ ان کا سہارا جو کرشن کا نمائندہ یا خود کرشن ہے اس عقیدہ کی وجہ سے اس فرقہ کا ہر مرد اور عورت اپنی ذات اور مال کو بادشاہ کی ذات کیلئے قربان کرنے کو تیار رہتے تھے ۱۲ ہندوستان میں جن کے نامشروع میں بادشاہ کو دیوتا سمجھا جاتا تھا ۱۳

فرے (۱۸۷۴) نے تویم میو پٹامیہ میں بادشاہ کے ارتقا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ابتدائی میں بادشاہ کے فرائض میں یہ شامل تھا کہ وہ اپنے لوگوں کیلئے غذا کی فراہمی کا بندوبست کرے۔ لیکن جب کاشتکاری میں ترقی ہوئی اور غذا کو ذخیرہ کرنے کے طریقے دریافت ہوئے تو پھر بادشاہ کے فرائض میں یہ شامل ہوا کہ وہ کس طرح اپنے لوگوں کو دشمنوں سے اور ارضی و سماوی آفتوں اور بلاؤں سے محفوظ رکھے اس حیثیت میں بادشاہ کی شخصیت کا شکی کا محض اثر کے سربراہ کی نہیں رہی بلکہ اب وہ دیوی دیوتاؤں اور عوام کے درمیان ان کا

نمائندہ ہو گیا۔ اور اس کی ذات الوہیت کی شکل اختیار کر گئی اور اس کے گرد تقدس پکڑ گئی، اقرارِ اہل عقیدت کا ایک بالہ بن گیا۔ جس نے اس کی شخصیت کو معاشرے کی سب سے اعلیٰ اور ارفع شخصیت بنایا اب اس کی ذات سے معاشرہ کی خوشحالی یا بدحالی کو منسوب کیا جانے لگا۔ اس نظریہ نے جہاں بادشاہ کو ممتاز خصوصیات کا حامل بنایا اور اس کیلئے بہترین مراعات رکھیں، وہاں اس کی ذات پابندیوں کا شکار بھی ہوئی تاکہ بادشاہ کی شخصیت کو ہر بلا و مصیبت، چارو اور برائی سے بچایا جاسکے۔ مثلاً مزدی ہوا کہ کوئی بادشاہ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھے اس کے چہرے پر ہمیشہ نقاب پڑی رہتی تھی۔ تاکہ لوگ اسے نظریہ سے نہیں دیکھ سکیں؟

ایران میں یہ دستور تھا کہ جب لوگ بادشاہ کے حضور میں جاتے تھے تو اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے ڈھانک لیتے تھے اور کہتے تھے "میسوزم" (میں مل رہا ہوں) بادشاہ کے دن رات کے معمولات مقرر تھے جن پر اسے سختی سے کاربند ہونا پڑتا تھا۔ ابتدا میں ان روایات کا مقصد یہ تھا کہ بادشاہ کو اسرارِ برہم اور سحرِ جادو سے محفوظ رکھا جائے لیکن بعد میں ان روایات نے بادشاہ کو مافوق الفطرت ہستی بنانے میں مدد دی۔

اسی وجہ سے یہ روایت قائم ہوئی کہ بادشاہ کا خون گرانا اور اسے ٹپی میں جلانا تباہی کا باعث ہوتا ہے اس لئے اگر بادشاہ کو قتل کیا جاتا تھا تو اس طرح سے کہ اس کا خون زمین پر نہ گرنے پائے اسی روایت کی وجہ سے شگولوں میں یہ رواج تھا کہ بادشاہ کو قاتلین میں لپیٹ کر مارتے تھے اسی طرح بادشاہ اپنے جسم کے کسی بیز کو جوہر نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ یہ عقیدہ تھا کہ جو چیز جسم سے جدا ہوگی اس کی مدد سے اس پر جادو ہو سکتا ہے۔ چنانچہ فریگ بادشاہ جہامت نہیں بنواتے تھے۔ شگولوں میں بھی یہ رواج تھا کہ "خان" ہمیشہ لمبے بال رکھتا تھا۔ لمبے بال رکھنا بھی ایک شاہی علامت بن گیا تھا۔

بادشاہ الوہی ہونے کی وجہ سے زمین پر قدم نہیں رکھ سکتا تھا، جبٹ

باہر جاتا تو سواری میں جاتا تھا سب میں وہ ہمیشہ قاضیوں پر چلتا تھا بادشاہ کے نام کے سلسلہ میں بھی یہ عقیدہ تھا کہ اصل نام کسی پر غلام نہ ہو کیوں کہ اس عقیدہ کے تحت نام انسان کی روح اور جسم کا حصہ ہے اس نے بادشاہ کو اصل کی بجائے دوسرے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس کا نام لینا یا کیلئے جرم تھا اس روایت نے بعد میں شاہی القاب اور خطابات کو پیدا کیا^(۹)۔

نظریہ الوہیت شاہی نے عوام میں اس عقیدہ کو پیدا کیا کہ بادشاہ کی صحت سب کے ساتھ ساتھ ملک کی خوشحالی قائم رہتی ہے اس لئے اگر وہ جسمانی طور پر بیمار ہو گیا تو اس کا اثر ملک کی آبادی اور خوشحالی پر پڑے گا۔ ابتدائی زمانہ میں جب بادشاہ میں کوئی جسمانی خامی یا خرابی پیدا ہو جاتی تھی یا وہ ضعیف ہو جاتا تھا تو اسے ناموریا جاتا تھا لیکن بعد میں یہ تبدیلی آئی کہ ایسے شخص کو تخت و تاج سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔

دھرتی داس شتر اس وجہ سے تخت پر نہیں بیٹھا کہ وہ اندھا تھا دیوپی جو پرتپ کاڑ کا تخت نشین نہیں ہو سکا کیوں کہ وہ کوڑھ کا مریض تھا، رانا سانگا جو مختلف جنگوں میں زخمی ہو کر اپنے مختلف اعضاء کھو چکا تھا اگرچہ بادشاہ تو رہا مگر وہ تخت پر نہیں بیٹھا تھا^(۱۰)۔

اس نظریے نے اس عقیدہ کو پیدا کیا کہ بادشاہ سحری اور مافوق الفطرت قوتوں کے حامل ہوتے ہیں اور ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ زمین کو ہلکے بڑے لکڑیوں اور اپنی رعایا کو نعمتیں فراہم کر سکیں۔ متوشاسٹر میں ایک ایسے بادشاہ کی جو خصوصیات بتائی گئی ہیں۔ ان میں اس کا عدل و انصاف خصوصیت سے قابل ذکر ہے۔ ایک عادل بادشاہ کی حکومت میں لوگ صحیح سلامت پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ عمر پاتے ہیں ہوسر کے یونان میں بھی یہ عقیدہ تھا کہ بادشاہ اور اس کی ہر چیز بابرکت اور مقدس ہوتی ہے اور ایک اچھے بادشاہ کے دور میں برکتیں ہوتی ہیں^(۱۱)۔

سینٹ پیٹرک (ST. PATRICK) نے ایک ایسے بادشاہ کی خصوصیات بتائی ہیں وہ یہ ہیں۔

کراس کے دور حکومت میں موسمِ عید ہوتا ہے۔ سمندر خاموش رہتا ہے۔ فصلیں پھلتی ہیں۔ اور درخت پھلوں سے لدے ہوتے ہیں۔ اگر بادشاہ ظالم ہو تو ملک میں قحط، خشکی، پھلوں کی کمی اور تاج کی قلت ہوجاتی ہے^(۱)۔

بادشاہت کے ارتقاء کے اس پس منظر میں جو عوامل تھے انہوں نے اس کی شخصیت کو روحانی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے اعلیٰ و افضل بنا دیا اس کی ذات ایک دیوتا کی طرح ہو گئی۔ جس کے اعزاز میں مندر بنائے جاتے تھے اس کی پوجا کی جاتی تھی اور اس سے خوش کرنے کے شے اس کے نام پر قربانی کی جاتی تھیں^(۲)۔

عقیدت کے اظہار کے طور پر اسے نذر، نیاں اور نذرانے پیش کئے جاتے تھے بادشاہ کی ذات کو اس قدر مقدس اور پاکیزہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس کے خلاف سرچا اور بغاوت کا خیال کرنا تک جرم سمجھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی خواب میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کرے یا بادشاہ کو برا بھلا کہے تو یہ بھی ایک سنگین جرم ہوتا تھا۔ مثلاً ایرلینڈ میں بہمن بادشاہ کے جنرل گل شامپ نے خود کو خواب میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کرتے دیکھا۔ جب اس کے سپاہیوں کو اس خواب کا علم ہوا تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ آئین موریہ نے ایک بار خواب میں دیکھا کہ اس نے بادشاہ کو برا بھلا کہا ہے تو اس نے اس جرم میں اپنی زبان خود کاٹ لی^(۳)۔

بادشاہ کے اس الوہی نظریہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب ہم دوبارہ تقدیر کرتے ہیں تو وہ ہمارے سامنے وہ تصویر پیش کرتا ہے جو کسی دیوتا کی عبادت گاہ کی ہوتی ہے۔ ایک وسیع و عریض دیوان جس کے آخری حصہ میں نمایاں جگہ تخت پر بادشاہ جلسہ اترتا ہوتا ہے۔ ایسے جیسے کسی دیوی یا دیوتا لائٹ کسی اونچے چھوٹے پر رکھا ہوتا ہے۔ دیوان کی خاموشی، صفائی و پاکیزگی محدود دیوان کی خوش بو ایک تقدس کی نشا کو پیدا کرتے ہیں۔ درباری بادشاہ کی موجودگی میں خاموشی سے سینہ پراٹھ

دکھ کھڑے ہوتے ہیں جس کا مطلب اطاعت و فرماں برداری ہوا کرتا تھا۔ ایٹ
 اچھے عبادت گزار کی طرح یہ درباری اپنے بہتر لباس میں آتے تھے اور بادشاہ کے
 سامنے جھک کر سجدہ کر کے یا اس کے ہاتھ پاؤں چوم کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے
 بادشاہ کے بیٹے جو آداب مقرر تھے ان سے بھی بادشاہ کی اسی حیثیت میں ملکت
 تھی مثلاً ہاتھ پاؤں اور اس کے جوتے کو جو منہ، گھٹنوں کے بل جھکنا، سجدہ کرنا،
 اور اس کی موجودگی میں ہاتھ بانہ نہ کرنا وغیرہ۔ قدیم ایران میں
 کسی کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ بغیر اجازت کے بادشاہ کے قدم چومے کسی کو صرف جوتے
 چومنے کی اجازت ملتی تھی کسی بادشاہ ہی بادے کی آستین، جب کسی کو پاؤں یا
 تخت چومنے کی اجازت ملتی تو یہ بہت بڑے اعزاز کی بات ہوا کرتی تھی۔

ایران میں ساسانیوں کے عہد میں ان کا دربار عام طاق کبریٰ کے ایوان میں
 ہوتا تھا فرش پر نرم درمیز قائم رکھے ہوتے تھے۔ دیواروں کے بعض حصوں پر بھی
 قائلین لٹکائے جاتے تھے۔ باقی حصوں پر تصویریں ہوتی تھیں شاہی تخت ایوان
 کے آخر میں پر دے کے پیچھے ہوتا تھا۔ درباری مقررہ جگہ پر کھڑے ہوتے تھے امراء
 اور ممتاز لوگوں کے درمیان ایک جگہ ہائل رہتا تھا۔ پھر چانک پردہ اٹھاتا تھا
 اور بادشاہ تخت پر دیبا کے کچھے کے مہارے ڈراہنت کا بیش بہا لباس پہنے جلوہ گر
 ہوتا تھا۔ ایوان کی چھت میں ۱۰ روشن دان تھے ان سے روشنی چھن چھن کر آتی
 تھی جس کے اثر سے درباری ہیبت زدہ ہو جاتے تھے۔

درباری دربار میں داخل ہوتے وقت اپنی آستین سے سفید درمالے
 نکال کر گونڈے آگے باندھ لیتا تھا۔ تاکہ اس سے مقدس چیزیں ناپاک نہ ہوں یہ بادشاہ
 کے جلال کی وجہ سے بھی ہوتا تھا تخت کے قریب آکر وہ زمین پر گر پڑتا اور جب
 تک بادشاہ اٹھنے کی اجازت نہیں دیتا وہ اسی حالت میں پڑا رہتا تھا اٹھنے
 کے بعد انتہائی تعظیم سے سلام کرنا بات کہنے سے پہلے وہ ہمیشہ بادشاہ کیلئے دعا
 جیسے کہتا جیسے صلا سلامت دھوونڈہ۔

دربار میں تین جماعتیں ہوتی تھیں۔ اسوار اور شہزادے، برجاعت

پر دس سے جو بادشاہ اور اس کے درباریوں کے درمیان حائل ہوتا تھا اس بات کے نامے پر کٹری جوتی تھی، اس سے دس ہاتھ اور پیچھے دوسری جماعت ہوتی تھی جس میں تمام اور صاحب تھے تھے اس سے دس ہاتھ پیچھے تیسری جماعت ہوتی تھی جس میں سفرے، جہاز اور بازیگر ہوتے تھے دربار میں کسی پخلی ذات اور کمال مثلاً جولاہے یا حجام کے بیٹے کو داخل نہیں ہوتا تھا۔ خواہ وہ اپنے فن میں بالکل ہی کیوں نہ ہو اس کے علاوہ لولا، لنگڑا اور معذور بھی دربار میں نہیں آسکتا تھا۔^(۱۸)

دربار میں بادشاہ کو سلام کرنے کے مختلف طریقے تھے مثلاً سیدھے ہاتھ کھینچ کر اور انکھیاں سیدھی کر کے آراب کرتے تھے (نازی سیلوٹ کی طرح ^(۱۹)) ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بادشاہ کے سامنے ہاتھ کی پھیلیوں کو بغل میں چھپایا جاتا تھا۔ یہ طریقہ دست کش کہلاتا تھا۔ اس سے یہ مقصد بھی تھا کہ بادشاہ پر کسی حملہ کا خوف نہ ہو۔ ایک اور طریقہ میں ہاتھ کی پھیلی کو منہ لٹکے جاتے تھے یہ شائد خوف اور تعجب کے اظہار کی علامت تھا۔^(۲۰)

دربار کی یہ تمام رسومات اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ بادشاہ کی ذات کو مقدس سمجھا جاتا تھا۔ اودان کے درباریے درباریوں اور رعیت میں بادشاہ اپنی عزت و احترام اور عقیدت کے جذبات پیدا کرتا تھا تاکہ نفسیاتی طور پر عوام خود کو کسٹر اور بادشاہ کو برتر کہیں اور اس سے دنیا داری کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھیں۔

بادشاہ کی شخصیت کا تقدس ان رسومات کیساتھ ان علامات سے بھی ظہور پاتا تھا جو خاص طور پر بادشاہ کیلئے مخصوص تھیں ان میں سے سب سے اہم تخت تھا۔ دربار میں ایسی جگہ بلند اور ممتاز نشست بادشاہ کو دوسروں سے علیحدہ کرتی تھی اس پر بیٹھنے کا حق صرف بادشاہ کو ہوتا تھا اس وجہ سے تخت میں ایک مقدس علامت ہو گیا تھا جب بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا تو درباریوں کو اس کی موجودگی میں بیٹھنے کا حق نہیں ہوتا تھا وہ خاموشی سے آداب بجا کر اپنی مخصوص جگہوں پر کھڑے ہو جاتے تھے تعلیم ہندوستان میں بادشاہ کی نشست کو نگلہاں کہتے تھے جس کے معنی ہیں شیر کی نشست۔ کیونکہ ہندوستانی عقائد اپنے گمہ پر شیر یا چیتے کی کھال بچایا کرتے تھے اس لئے ان کی مخصوص نشست اس نام سے نکالی جاتی تھی۔

دنیا کے مختلف ممالک میں بادشاہوں نے بیٹھ اس بات کی کوشش کی کہ اپنے لئے خوبصورت ہیرے جو ہرات سے خریدیں سونے چاندی یا باقی رات کے تحت جڑائیں تاکہ ان کی شہنشاہیت مزید پورے ہو۔

بادشاہ کی دوسری اہم علامت تاج کی تھی جس کی ابتدا ایران سے ہوئی۔ ایران سے دوسری اقسام نے لیا قدیم فارسی میں تاج کیلئے کئی الفاظ استعمال ہوتے تھے جیسے "افسر" (AFSAR) معنی اونچائی کے اور "مہر" (MAHR) معنی چنانچہ "افسر" (AFSAR) تاج کو کہتے تھے۔

"دیسیم" (DIADEM) اور تیار (TIARA) بھی تاج کیلئے استعمال ہوتے تھے۔ ایران کے بادشاہوں نے اپنے لئے اس طود پر ایک تاج بنوایا تھا جو ایک بڑے پتھر کی مانند تھا جس میں یا تو تھوڑا سا حقیقی سونے اور چاندی کیساتھ بڑے ہوئے تھے۔ یہ تاج اعتدال بھائی تھا کہ بادشاہ کی گردن اس کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتی تھی اس لئے یہ ترکیب نکالی گئی تھی کہ اسے سونے کی بہت باریک ریشیر کیساتھ چھت میں حل کر لیا گیا تھا بادشاہ جب تخت پر بیٹھا تو اپنا سیراس تاج میں ڈال دیتا جس کا سر اس میں داخل ہو جاتا تو پھر پرہ تھا اور ہلکا رہے ایکہ کہ خوف و احترام سے صدمے میں گر جاتے تھے "تاج" کی اس ہیئت کے پیش نظر کہ اس سے ان کی شخصیت میں اضافہ ہوتا تھا ہر بادشاہ اپنے لئے خوبصورت سے خوبصورت نئی طرز کے تاج بناتے تھے جن میں ہیرے جو ہرات اور قیمتی پتھر بڑے ہوتے تھے تخت و تاج کا تقدس عوام میں اعتدال سرایت کر چکا تھا کہ وہ عام طود پر اس کی قسم کھایا کرتے تھے۔ شاہی قوت و طاقت کی تصویر علامت "مہر" تھا یہ اس پہلو کو ظاہر کرتا تھا کہ بادشاہ پرانی فساد اور فساد کو دور کرنے کیلئے طاقت استعمال کر سکتا ہے۔ دیویوں میں کھڑی کا بٹن "طاقت" اور منرا کو ظاہر کرتا تھا قدیم ہندوستان میں حکومت اور انتظام کھڑائی کو چلانے کے اصول کو ڈھونڈتی کہتے تھے اس کے پس منظر میں یہ تصور تھا کہ انسان جو کہ فطرتاً خود غرض اور طرائف جگڑا کرنے والا ہے اس لئے غرض ہے کہ اسے طاقت اور ستر کے ذریعے قابو میں کیا جائے تاکہ ملک میں امن و امان رہے۔ مہابھارت میں اندرا دیوتا بادشاہ کو ڈھونڈا دیتا ہے تاکہ وہ ایماندار اور صلح پسندی کیساتھ حکومت کرے برہمن میں آج بھی۔

تا چوٹھی کے موقع پر بادشاہ کو عصا دیا جاتا ہے جو اس کی طاقت کو ظاہر کرتا ہے موجودہ دور میں
نسیڈ مارشل کی چٹری (Baton) بھی اس روایت کی غمازی کرتی ہے۔

بادشاہت کی چرچتی علامت انگوٹھی تھی جیسا کہ فرے (Frey) نے ذیل
نقطہ پر لکھا ہے کہ یہ خدا اور بادشاہ کے درمیان معاہدہ کی ایک علامت تھی پچھا منشی اور ساسانی مصلح
دیوار کے تصاویر میں کئی جگہ دیوتا بادشاہ کو انگوٹھی دیتے دکھائی دیتے ہیں ایک تصویر میں اہرن ہنڈ
کے ہاتھ میں انگوٹھی رکھائی گئی ہے جو وہ بادشاہ کو دینے والا ہے۔ انگوٹھی بادشاہ کی قوت اور
اعتماد کو ظاہر کرتی تھی کیونکہ یہ دستخط جلائے مستقل ہوتی تھی اس لئے بادشاہ جب اپنی انگوٹھی
اپنے کسی وزیر یا عہدے دار کو دیتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اس نے اپنی طاقت اور خود مختاری
کو اس کے حوالے کر دیا۔

ان علامات کے علاوہ ۱۰ دوسرے ذرائع سے بھی بادشاہ اپنی شخصیت کو نکھاتا اور لوگوں
میں اپنی ہیبت و عظمت قائم کرنے کی کوشش کرتا۔ ان میں ایک علامت ہنگ کی بھل تھی جو ہر
بادشاہ اپنی تخت نشینی کے بعد جاری کرتا تھا جس پر اس کا نام، خطاب، سال جیوس اور کوئی مذہبی
علامت درج ہوتی تھی۔ شد ساسانی سکھ میں بادشاہ کے بالائی حصے کی تصویر ہوتی تھی اور
بادشاہ کا نام مع القاب کے درج ہوتا تھا۔ پشت پر آتش گاہ ہوتی تھی اس قہقہہ منکر پر
غز یا کوئی اور علامت نہیں ہوتی تھی (۳۳)۔

خطابات اختیار کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ ایسے خطابات پسند کئے
جائیں جن سے بادشاہ کی مذہب سے محبت ظاہر ہو اور وہ خود کو مذہب کا حامی لہیں
ثابت کر سکے دوسری قسم میں وہ خطابات آتے تھے جن سے بادشاہ کا جلال طاقت و
وقت اس کی سلطنت کی عظمت و وسعت اور ذاتی خوبیاں ظاہر ہوتی تھیں شکار ساسانی
بادشاہوں کے خطابات تھے۔ وہ ہرگز ہزار رفت (ہزار خوبیوں والا) ہزار جنگ (ہزار فتوحات
والا) اور قیم ینو گرد (قوی ہند گرد) وغیرہ (۳۴)۔

عام طور سے بادشاہ عوام کے سامنے بہت کم آتا تھا لیکن جب وہ رعیت کے
سامنے آتا تھا تو ایسے موقعوں پر خاص اہتمام کیا جاتا تھا اس کا لباس انتہائی بیش قیمت

ہوتا تھا، اس کے ارد گرد محافظ دستہ، اُمراء و وزراء اور درباری ہوتے تھے اور اس کا جلوس بڑی شان و شوکت کے ساتھ نکلتا تھا۔ تاکہ لوگوں میں اس کی طاقت اور قوت کا رعب پھیل جائے۔ بادشاہ کے خلاف ہر دلت کسے یا سازش کرنے والوں کے خلاف سخت سزائوں کا رواج تھا۔ اگر لوگ ان سزائوں کو دیکھ کر یا سن کر حیرت حاصل کریں۔ یہ سنائیں تو ان کے سامنے دی جاتی تھیں اور ان میں ہاتھ پیر کاٹنا، پھانسی پر لٹکانا، جانوں کے آگے بھرنا اور باغیوں کو گڑاڑا شامل تھا بعض اوقات لاشوں کو شیر کے جوارہوں پر لٹکایا جاتا اور بعض مقامات میں بھروسوں اور باغیوں کی تشہیر کر کے انہیں سزا دی جاتی تھی۔ خاص بات یہ ہے کہ سخت سزائیں سیاسی یا قیوں اور بھروسوں کو دی جاتی تھیں تاکہ لوگوں میں سے بغاوت کے آثار باطل ختم ہو جائیں

ہر بادشاہ اپنا رہنمائی کیلئے عظیم منصوبہ کرتا تھا وہ قدیم محل میں رہتا یا سند نہیں کرتا تھا۔ اس کو چھپرانا محل بغیر مروت اور دیکھ بھال کے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے یوسیدہ اور ٹوٹی شاہ گاروں میں اضافہ ہوتا رہتا تھا ہر بادشاہ نیا محل اس لیے تعمیر کرتا تھا کہ اس کی حکومت کی ابتداء ہر نئی چیز سے ہو اور کسی پرانی چیز کا اس میں دخل نہ ہو۔

جو کچھ روایت تھی کہ دیار میں ہر دیار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتے وقت اسے نذر پیش کرے اور بادشاہ اس کے عوض اسے کوئی قیمتی تحفہ یا خلعت دے اس لیے بادشاہ کیلئے ضروری تھا کہ اس کا خزانہ بھرا ہوا چاہیے تاکہ وہ دیاریں، سیفروں، غلاموں، درباریوں کو تحفے، خلعت دے اور وقتاً فوقتاً غلام میں اپنی سخاوت و فیاضی کا اظہار کرتے ہوئے فروخت، آیا بچوں، تیرن اور بیویوں کو بچے تقسیم کرتا رہے اس لیے اس کے خزانے کو بھر کر رکھنے کیلئے جو ذرائع آمدنی تھے وہ یکس، مال، لگان، خراج، اور مالی عینت و دولت کا مال ہوا کرتے تھے اس لیے جو قدر اخراجات پڑتے تھے اس قدر ان خدائے کو استعمال کیا جاتا اور ان کو خرچ کر دیا جاتا۔ بادشاہ کی شخصیت اس کی دیکھ بھال، اس کے معاملات، صحت، محافظ دستہ، جھنڈیاں، تقریبات، عیالات، اور اس کے گھیلوں پر زور کشیدہ خرچ

ہوتا تھا، جو شاہی خزائن سے پورا کیا جاتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ بادشاہ کی شان و شوکت
جلال و جلال، عظمت و ہیبت اور دولت و طاقت میں اتنا فرق ہوتا رہتا تھا اور عوام و رعیت
اسی قدر غسار و طرب و شادی جاتی تھی، اور اس قدر منظم و منہج و منبج و منہج جاتی تھی۔

اسلام اور نظریہ بادشاہت

اسلام میں بادشاہت کے نظریات و نظریات تمام و اوراق و اوراق

کی فتوحات کے بعد باطنی و ایزدی اثرات سے آئے امیر خلیفہ نے اگرچہ اسلامی روایات و احکام کی
مدد کو ذرا رکھا لیکن انہوں نے عملی طور پر حکومت چلانے کیلئے بہت سی باطنی روایات
کو انسانی و ادمی اور دنیاوی امور میں استعمال کیا۔ بادشاہت کے نظریات میں انقلابی تبدیلی
”عباسی انقلاب“ کے بعد آئی جو ایرانیوں کی مدد سے کامیاب ہوا تھا خاص طور پر اس نژاد کے مدد
حکومت میں (۸۰۳ - ۸۳۳) جس کی ماں ایرانی امیر تھی اور جس کا وزیر ۸۱۵ء تک
فضل بن سبک رہا جو ایرانی تھا اور سلطان ہونے سے پہلے مذہبی و علمی و علمی و علمی
اس دور سے ایرانی اثرات عباسی مدد میں پہلے اور ایرانی امور و امور سے بہت حد تک
جو گئے (۸۳۳) عباسی خلیفہ نے اپنے دربار اور اس سے متعلقہ افراد کی تربیت و تعلیم و تعلیم
ایرانی روایات اور طرز پر کی۔ اس کے بعد اس کے طور پر عباسی خلافت کے مدد میں دو جماعتیں
میں تفریق ہوئی، جن میں سے ایک دستوری جماعت تھی، جس میں مذہبی علماء و شامل
تھے اور دوسری مطلق العنان جماعت تھی جس میں سرکاری امور اور عہدے دار تھے۔ ان
دونوں جماعتوں کے درمیان نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ خلافت و بادشاہت
کے ارادے کو اپنے اپنے نظریات میں ڈھالیں اور دستوری جماعت کی کوشش تھی کہ بادشاہ
کی لا محدود طاقت کو کم کیا جائے اور اسے مجبور کیا جائے کہ وہ مشورعت کی بالا دستی کو قبول
کرے جبکہ مطلق العنان جماعت کی کوشش تھی کہ خلیفہ کو لا محدود طاقت اور اختیارات عطا کرے
اور خلیفہ کا حکم ان پر واجب تھا۔ اس جدوجہد میں دونوں جماعتوں کو اپنی اپنی جگہ
کامیابی ہوئی۔ ایک طرف تو اس اصول کو تسلیم کر دیا گیا کہ حکمران مشورعت میں کسی بھی قسم
کی تبدیلی کا مجاز نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کر دیا گیا کہ وہ مشورعت میں اپنی لا محدود
طاقت کو استعمال کر سکتا ہے اور نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جماعتیں اپنی اپنی طاقتوں کو بیکار کر دیا گیا

کرتے رہے کہ شہریت کی بالادستی کو قائم کریں گے اور اس سے گورنرانی نہیں کریں گے
 لیکن عملی طور پر یہ حصر ان اپنی شخصیت اور حکومت کے انتظام اور انتظام سلطنت کو چھوڑنے
 میں بالکل خود مختار رہے اور اس میں شہریت کے احکام کی قطعی پروا نہیں کی۔ عباسی خلافت
 کے زوال کے دنوں میں جب خلافت کے مشرقی حصے صوبائی عاملوں نے خود مختار حکومتیں
 قائم کیں تو ان کے وہ پار میں ایرانی روایات اور اصول کا احیاء ہوا خاص طور سے سامانی نیا کی
 اور یوں حکمران خاندان کے درباروں میں یہ حکمران خاندان خود کو خودمختار و شاهی خاندان سے
 منسوب کرتے تھے خود کو ایرانی شاہی خاندان سے منسوب کرتے اور ایرانی نوعیت و انداز کو زندہ کرنے کے لئے غلطی کرتے کہ اگر بادشاہ
 کے لوگوں میں یہ قدیم اثرات کس قدر منہ بولی کے ساتھ قائم تھے اور وہ یہ عقیدہ رکھتے
 تھے کہ یہ ایرانی شاہی خاندان کے افراد میں "شاہی نژاد" (فرماں بردار) جو دوسرے
 افراد کے مقابل میں بلند کر دیا ہے (۳۶) اس لیے جب ایک بار سیاسی طاقت و قوت
 ان کے پاس آئی تو انہوں نے تدریجی سے اس بات کی کوشش کی کہ ایرانی تصورِ بادشاہت
 و ایرانی انتظامی ادارے اور ایرانی دربار کا رسم و رواج کو دوبارہ سے ان خود مختار بادشاہوں
 کے دربار میں مداح دیا جائے اسی وجہ سے شاہی خطابات، آداب کی رسم و رواج، جہوں
 انعامات دینے کا دستور، معتد و غیرت کی روایات بادشاہت کی تعریف میں طویل نظریں
 (تصنیف) اور ان کے مرنے کے بعد یا وکار کے طور پر عایشان مقبروں کی تعمیر کی روایات
 قائم ہوئیں تاکہ ان بادشاہوں کی ہیبت و شان و شوکت لوگوں کے دل و دماغ پر ٹھیک رہے
 یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام کی جہوں کی اندر میں ترقی تو ت نہیں تھی کہ وہ ان
 نظریات و وکار کی تدبیر تمام کر سکتے؟ دراصل حکمران طبقہ جن بنیادوں پر اپنے
 مطلق العنانیت اور لامحدود طاقت کو برقرار قائم رکھ سکتا تھا۔ اور جن ذرائع سے وہ
 عوام پر حکومت کر سکتا تھا۔ وہ ایرانی روایات و نظریات ہی ہو سکتے تھے کیونکہ
 اسلام میں انہیں وہ انکار نہیں مل سکتے تھے جو ان کی ذاتی شخصیت اور ان کی ذاتی حکومت
 کو مستحکم کرتے۔ اس لیے ایک مطلق العنان بادشاہت اس کے اقتدار اور اختیارات کے لئے
 بہترین ذریعہ سامانی طرز حکومت تھا اور اسی لئے اسے اختیار کیا گیا۔ اگرچہ مسلمان فقہاء میں اس

بات پر اختلاف رہا کیلیرانی بادشاہت کس حد تک اسلامی ہے اور ملوکیت و بادشاہت
 بعد عہد اسلام سے قریب ہے ؟ لیکن ایک مرتبہ جب مطلق العنان بادشاہت کا ادارہ
 مستحکم ہو گیا تو پھر ان فقہاء کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں تھی کہ وہ
 اس کا جواز تلاش کر کے اے اسلامی بنائیں چنانچہ سلجوقی قدر نظام الملک نے سیاست نامہ
 میں بادشاہت کے جس نظریہ کو پیش کیا ہے اس کے تحت خدا پر و نام میں کسی شخص کو تخت
 کے لئے شاہانہ خصوصیات سے نوازا گیا ہے تاکہ وہ دنیا میں بندوں کی آسائش کا انتظام کرے ۔
 خدا اس کے فیصلے سے مصیبت و آفت کے دروازے بند کرے اس کا رعب و دبدبہ قائم
 کرتا ہے تاکہ لوگ اس کے زیر سایہ صل و انصاف کی زندگی بسر کر سکیں ۳۳

ابن خلدون نے بھی بادشاہت کے اداسے کونسل وجہ سے جائز قرار دیا
 کہ چون کہ انسان کی طبیعت میں ظلم و تعدی کا مادہ ہے اس لئے وہ دوسروں کی حق تلفی
 کرتا ہے اس لئے لوگوں کو کشت و خون و قتل و غارتگری سے بچانے کے لئے بادشاہ
 کا برنامہ زوری ہے (۳۴) یہ بادشاہ اپنی خود نمائی کی سند براہ راست خدا سے لیتے تھے ۔ اور
 خدا کو اس دنیا میں خدا کا نائب اور ”ظل الشہ“ کہتے تھے بادشاہ کی اس اعلیٰ و ارفع حیثیت
 نے اس کی مطلق العنانیت کو صحیح و جائز قرار دیا ۔ اور اس کے خلاف ہونے والی ہر
 بغاوت و منافقت غیر قانونی قرار پائی اس نظریہ نے مسادات اور عوامی حقوق کے نظریہ
 کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا اور معاشرے میں بادشاہ کی سیاست و سربراہی اور برتری
 قائم کر دی ۔

ایک مرتبہ جب بادشاہ کی الوہیت کا تصور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور غلام کے ذہنوں میں یہ خیال راسخ
 ہو گیا کہ بادشاہ ظل الہی اور خدا کا نائب ہے تو پھر وہ تمام رسومات جائز قرار پائیں جن کے
 ذریعے بادشاہ کی حیثیت کو ارفع و اعلیٰ بنایا جاتا تھا اور علوم کھنڈیل کے ان میں اہی کتری
 کو پیدا کیا جاتا تھا اس لئے بادشاہ کے سلفہ سجدہ کرنا ، گھٹنوں کے بل جھکنا اور اس کے ہاتھ
 پر سر کرنا جو مسلمان حکمرانوں کے درباروں میں عام ہو گیا ۔ وریار کی ان رسومات ، طریقوں
 اور رستروں کا یہ مقصد تھا کہ درباریوں اور رعیت میں اس بات کا احساس ہو کہ بادشاہ

مرتبہ اور حیثیت میں سب سے عظیم اور بلند والا شخصیت ہے اس لئے اس کے سامنے جھکنا، سجدہ کرنا، زمین بوس کرنا اس کی موجودگی میں خاموشی کھڑے ہونا وہ نفسیاتی طریقے تھے جن کے ذریعہ سے درباریوں کی عزت خود داری اور امان کو کچلا جاتا تھا۔

ہلال اصفہانی نے عباسی دربار کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے دربار پر ایرانی صورت اور ان کی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے جو عباسی حکمرانوں نے اختیار کی تھیں خلیفہ تخت پر جلوہ افروز ہوتا تھا۔ جب وہ دربار میں آتا تو درباری اظہار عقیدت اور احترام کے طور پر اس کا ہاتھ پوتے جبر پٹے سے ڈھکا ہوا ہوتا تھا۔ درباریوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ بغیر اجازت کے کسی سے مخاطب ہوں یا گفتگو کریں۔ اگر خلیفہ کسی درباری سے کوئی سوال کرتا تو وہ باری کا یہ فرض تھا کہ وہ انتہائی آہستگی سے اس کا جواب دے کہ صرف خلیفہ اس کا جواب سن سکے۔ اگر کوئی اس کی خلاف ورسی کرتا اور دوسرے بولتا تو اسے دربار سے باہر نکال دیا جاتا تھا۔ گفتگو کے دوران اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر ایک اپنے جہم کو حرکت نہ دیں۔ اور وقار کے ساتھ گفتگو کریں خلیفہ کی موجودگی میں درباریوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ خاموشی سے کھڑے رہیں اور اپنے اور دوسروں کو نہیں دیکھیں ان کو اس بات کی بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنی مخصوص نشستوں سے کسی قسم کا اشارہ یا حرکت کریں۔ دربار کو چھوڑتے وقت مزید تھا کہ وہ اپنی پشت خلیفہ کی طرف نہیں کرے دربار میں جھٹنا، کھانسنے، اور کھانا آداسے کے خلاف تھا۔

عباسی خلیفہ سے دربار کی شان و شوکت کا مظاہرہ سنہ ۹۹۱ء میں ناظمی خلیفہ عزیر بالله کے سفر کی آمد کے موقع پر ہوا تمام درباری خاموشی سے ایوان میں مقبوض تھے خلیفہ پردوں کے پیچھے دو کچش تھا اس کے بعد پردے اٹھے تو درباریوں اور سفیروں دیکھا کہ خلیفہ ایک اونچے بلند قامت چہرہ زرد و خضابتی دستہ کے سپاہیوں کے درمیان بیٹھا ہوا ہے اس کے سامنے سینہ عثمان لکھا تھا۔ وہ رسول اللہ کا جادہ اوٹھے تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں رسول اللہ کا عصا تھا رسول اللہ کی کشمیر کر کے محمد ربانہ سے ہوئے تھا خلیفہ کو اس حیثیت میں دیکھ کر سحری سفیر ایرانی و قلعہ سے پکارا تھا کہ یہ کیا ہے؟ کیا یہ

ایرانی درباری رسومات، تہواروں اور تقریباتوں نے مسلمان حکمرانوں کے دباؤوں میں زمینی جھٹ دمکٹ اور زندگی پیدا کر دی غیر اسلامی ایرانی تہوار جیسے نوروز (سارہ تہوار) اور مہرجان (خزاں کا تہوار) بڑی شان و شوکت اور اہتمام سے منائے جاتے تھے ایرانی بادشاہوں کی تقلید میں مسلمان حکمران بھی لمبے چمڑے اور پرہیزگار خدشات اختیار کرنے لگے حرم میں خوبصورت عورتیں جمع کرنے لگے جن کی حفاظت کیلئے خواجہ سرا حاصل کئے جاتے تھے اپنے رہنے کیلئے عالیشان عمارت عمارت اور قصور تعمیر کرائے جرتے کے بعد بھی ان کیلئے خوبصورت مہرے بنے زندگی کا تمام آسائشیں حاصل کر کے ان سے لطف اندوز ہونے کا رجحان بڑھا ہے خوشی کی محفلیں، موسیقی و رقص، مصوری، شاعری اور علم نجوم کی سرپرستی کی گئی۔ درباریوں اور درباریوں کے افراد کو انعام میں خلعت دیئے گئے، اہماء اور اس کے درباری ریشمی اور ملک کا لباس استعمال کرنے لگے۔ جو سونے اور چاندی کے تاروں سے کڑھے ہوتے تھے۔ اور جن میں قیمتی پیرے جواہرات جڑھے ہوتے تھے۔ سونے و چاندی کے برتنوں میں کھانا کھایا جانے لگا اسی طرح کھیلوں میں چمکان اور شطرنج مقبول ہو گئی اور ان تمام غیر اسلامی عادات اور طریقوں کو مسلط حکمرانوں نے بڑے فزکیا تھ اختیار کیا۔

ایرانی شاہی عادات، تخت، چتر، انگوٹھی، عصا اور نوبت بھی مسلمان حکمرانوں نے شاہی عمارت کے طرز پر اختیار کر لیں مسلمان حکمرانوں نے دربار کے ادارے کو اپنی شخصیت کو ابھارنے اور بڑھانے میں استعمال کیا دربار نے بادشاہ کو ایک مافوق النظر ہستی بنائے اور اسے ایک الوہی ذات میں تبدیل کرنے میں مدد کی یہ بھی ایک قدیم ایرانی روایت تھی کہ بادشاہ وقتاً فوقتاً دربار منعقد کرتے رہتے تھے تاکہ لوگوں کا شک پہنچے ہو سکے اور وہ اپنی شکایات براہ راست بادشاہ کو بتا کر ان سے انصاف طلب کر سکیں (۳۴)

دربار کا لفظ اور 'دور' سے نکلا ہے جس کا مطلب دروازہ پر حاضر ہونا

بادشاہ کی نیابت کرنا ہے۔ بادشاہ کے محل کے دروازے کی بڑی اہمیت ہوتی تھی۔ کیوں کہ اس محل میں اس کی تیاہ کاہ مسکنت کے معاملات کا مرکز ہوتی تھی جہاں تمام فیصلے ہو کرتے تھے اس لئے محل کا سداوہ شاہی عداوت بن گیا تھا۔ عثمانی ترکوں میں "باب عالی" بادشاہ کی طاقت اور انفرادیت کی علامت تھا۔ اور اس کی حفاظت کرنا باعثِ عزت تھا اس لئے بادشاہ کے مسکن کے کاغذاتی دست خاص خاص امراء کے خاندانوں سے لیا جاتا تھا عدلیہ کے علاوہ دوسرے اہم نگاہ "کاہ" بھی تھا جو بعد میں ہندوستان میں مندرجہ ذیل استعمال ہونے لگا۔ "مکہ میں خان" کا دربار ایک ٹیپے خیمے میں ہوا کرتا تھا۔ جزایر کاہ مکیہ آتا تھا۔

تھامس الیک نے سیاست نامہ میں دربار کی شان و شوکت کے جو آئین و قوانین مقرر کئے ہیں ان میں ایرانی اثرات کی گہری چھاپ نظر آتی ہے وہ بادشاہ کو مشورہ دیتا ہے کہ دربار کی ترتیب و تنظیم اور قدامت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دربار میں دو صوبائی افراد ہوں جو خوشرو اور خوش قد ہوں اور بہترین اسلحہ خریدیں۔ ان کے علاوہ چار غلام چاہیے ہوں۔ دربار کی زیب و زینت کیلئے بہترین اسلحہ ہوں میں غلام اعلیٰ لباس پہن اور اسلحہ سے ایس ہو کر وقت کے ادھر گرد کھڑے ہوں۔ بادشاہ کے چھوٹیوں آداب کیلئے سب سے پہلے اس کے رشتہ دار اعلیٰ اس کے بعد اعلیٰ اور عزیزین سب سے آخر میں علم لوگ۔ کیونکہ اگر تمام لوگ ایک جگہ اکٹھے ہو گئے تو ان میں اعلیٰ اور اعلیٰ کی تمیز باقی نہیں رہے گی۔ ایرانی کی علامت پر وہ مزاجیاتی پردہ اٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ کے ہاں ایرانی ہو سکتی ہے۔ ورنہ نہیں بادشاہ امر کو ایرانی کا موقع ضرور دے ورنہ ان میں بالیوں کی پھیلے گی (۳۱)

ایرانی نظریہ بادشاہت شاہی علامت اور صورت کو اختیار کرنے کے بعد اس کی حمایت میں جو دھول دیئے گئے ہیں ان میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ آئین سے جب بانی و جہاں داری ایک علیحدہ چیز ہے اور شریعت علیحدہ کیونکہ ایک مطلق العنان حکمران کیسے یہ شکل تھا کہ وہ شریعت کے مطابق حکومت کر سکے۔ اس مسئلہ پر مجدد تعلق کے مشہور مؤرخ ضیاء الدین بڑی نے جو ردِ شنی ڈالی ہے اس سے اس مجدد کے ذہن کے پوری گہرائی عکاسی ہوتی ہے ایرانی روایات کو زمانہ کی ضرورت کے تحت جائز قرار دیتا

ہے توت و تاج ، خزانہ و خیر و برکت کی فرسادت ، و دربار کی آداب ، عایشان محل و بادشاہ کو سجدہ کرنا ہزاروں کا بھڑا مال و دولت کا تحفہ استقبال کرنے کے زیورات پہننا جو اہرات و ریشمی کپڑوں کا استعمال مصلحت ریاست کی بنا پر سترائے موت دینا حرم رکھنا اور فضول خرچی کرنا یہ سب میمرا جائز ہیں کہیں کہ جب خدا کسی کو بادشاہ بنا تا ہے ۔ تو اسے دوسرے فرد کے مقابلہ میں زیادہ اقرام اور طاقت دیتا ہے ۔ اس لئے اخراجات کے معاملہ میں بادشاہ کی نا انصافی جائز ہے ۔ وہ اپنے اور اپنے درباریوں کیلئے جو دولت دیتا ہے وہ مزید یہ کہیں کہ بادشاہت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک بادشاہ اور اس کے عہدے دار شان و شوکت کے نہیں رہتے ہوں ۔ اور کسی شان و شوکت کو اختیار کر کے مسلمان حکمران قرآن کی عظمت و اسلام کی بھٹک و امداد دینی احکام کا نقاد کرتے ہیں (۳) :

اسلام میں نظریہ بادشاہت کی بنیاد ایرانی بادشاہت کی روایات و افکار پر تھی انہی بنیادوں پر مسلمان حکمرانوں نے اسی مطلق العنان بادشاہتوں کو قائم کیا اگرچہ انہوں نے خود کو مشرعیّت سے برتر سمجھنے کا اعلان تو نہیں کیا ، لیکن عملی طور پر وہ حکومت کی عظمت کے تمام معاملات میں آزاد و خود مختار تھے اور جہاں ان کے ذاتی اقتدار میں مشرعیّت آڑے آئی تو انہوں نے اسے پامال کرنے میں کبھی تامل نہیں کیا ۔

مغل نظریہ بادشاہت

نظریاتی طور پر مغل بادشاہت کی بنیاد اس تصور پر تھی کہ بادشاہ مشرعیّت سے بالاتر ہستی نہیں اس لئے ایسے خطابات اختیار کرنا جن سے اظہار ہوتا تھا کہ وہ اسلام کا محافظ اس کا دفاع کرنے والا اور اسے قوت پہنچانے والا ہے لیکن سلطنت کے انتظامی معاملات اور آئین جہاں بانی و جہاں دار کی میں یہ بادشاہ لامحدود طاقت رکھتے تھے اور ان معاملات میں وہ مشرعیّت کے قصی پابند نہیں تھے ۔ مغل بادشاہ خود کو ہندوستان پر ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کا محافظ سمجھتے تھے ۔

ابوالفضل اونات (۱۶۰۲) نے مغل بادشاہت کے نظریہ کو طعناں

بجای فرام نہیں اور بادشاہ کی بستی کو مقدس اور محترم بنا کر پیش کیا۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کے نزدیک مرتبہ پیش ہی سے زیادہ بلند اور کوئی مقام نہیں۔ یہاں سرکشوں کو زیر کرنا اور انسانوں کو مراد و ستیتم پر مبنی صرف اس کا کام ہے اگر شاہی جاہ و جلال کا وجود نہ ہوتا تو نہ تو دنیا فتنہ گویا دے نہ نجات حاصل کر سکتی تھی اور نہ ہی اس عالم سے خود غرضی و نفس پرستی کا تلخ قلعہ ہو سکتا تھا۔ ابوالفضل بادشاہت کو خدا کا درخشاں عقد قرار دیتا ہے اور اسے ایرانی نظریہ بادشاہت کی دشمنی میں "فرایزدی" یا "الوہیت کی دشمنی" کہتا ہے۔

قدیم زمانہ میں اس مبارک دشمنی کو "کبھان خلیو" کے نام سے یاد کرتے تھے مرتبہ شاہی بلا واسطہ خدا کی طرف سے کسی برگزیدہ شخصیت کو عطا ہوتا ہے اور اس پر اس اعلیٰ مرتبہ کا نام چھایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر تمام نبی نوع انسان اس کے ماننے اپنا سرِ طاعت جھکا دیتے ہیں۔

ابوالفضل بادشاہوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے حقیقی و خود غرض حکمران اگرچہ ان دو قسم کے بادشاہوں میں فرق کو ایڑا مشکل ہے کیوں کہ دونوں حکمران بادشاہت کے لوازم اور شان و شوکت رکھتے ہیں، اخوانہ اسباب، علانین، اور رعیت دونوں سے پاس یکساں طریقہ سے ہوتی ہے لیکن صاحبانِ بعثت ان دونوں میں بنوئی فرق کر سکتے ہیں حقیقی حکمران ان نشانات عظمت کا زلفیہ نہیں ہوتا اور ان کو ظلم و ستم کے شانے اور جذبہ فریبہ کرنے میں مشغول کرتا ہے جس کی وجہ سے امن و امان، انصاف، پرہیزگاری و وفا شاری کا بول بالا ہوتا ہے اور خدا کی برکات نبی نوع انسان پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ بر خلاف اس کے خود غرضی اور مطلب پرست حکمران ان اسباب جاہ و جلال پر مائل ہر تکبے و استغناء میں شان و شوکت پر غرور کے آئینہ فرود، حوضا مد و چٹانوں کی اور خود غرضی پرستی و خود غرضی کا شکار ہوتا ہے جس کی وجہ سے اطمینان، بے آزمی، فتنہ و فساد و ظلم و ستم بے دنائی اور قنرائی کے دوازے کھل جاتے ہیں اس لیے ابوالفضل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حقیقی حکمرانوں کے اعمال خدا کی جانب سے ہیں۔ لہذا رعایا پر فرض ہے کہ وہ ایسے حکمران کی اطاعت کرے اور اس کے احکام کی تعمیل و مراعات کرے۔

ہندوستان میں ایرانی دیوار کی رسومات اور انتظامی روایات خزانوں کے نمائندے ہیں۔
 جنہوں نے ان کو سماجیوں سے ورثہ میں پایا تھا سماجیوں نے دیوار کا ڈھانچا اور اس کے آئینہ
 قواعد عباسیوں سے لے کر تھے عباسیوں نے اپنے دیوار کو سعدانی نمونہ پر تشکیل دیا تھا ۳۱۱
 مغل بادشاہوں نے ہندوستان میں ان روایات اور رسومات کو سعدانین دہلی سے وراثت
 میں پایا لیکن انہوں نے اس میں وسط ایشیاء سے لائے ہوئے چنگیزی قوانین کو بھی شامل
 کر دیا۔ قوری چنگیزی پر مغل حکمرانوں کو ہمیشہ فخر رہا۔ معاہدہ ایرانی اثرات کو مغل دیوار
 میں لانے والے ایرانی امراء تھے جو صفوی مغل حکومت میں مغل دیوار میں آئے جبہ اچوت
 امراء مغل حکومت میں شامل ہوئے تو ان کے اثرات سے ثقافتی تبدیلیاں آئیں خصوصیت
 سے لباس اور تقریبوں میں ہندوستانی رسموں کا رواج پورا۔ مغل دیوار کی جن رسومات
 پر علماء و فقہاء نے اعتراض کیا ان میں مسجد، زمین بڑی اعلیٰ یا کسی تیس عجیب اکبر
 نے دیوار میں مسجد کی رسم شروع کی تو اس وقت علماء نے اسے غیر اسلامی کہہ کر اس پر
 احتجاج کیا کیونکہ اسلام کے عقیدے کے مطابق مسلمان صرف خدا کے سامنے جھک
 سکتا ہے کسی انسان کے آگے نہیں۔ لیکن دیوار کے کچھ علماء نے اسے صحیح قرار دیتے ہوئے یہ
 دلیل دی کہ یہ غیر اسلامی نہیں کیونکہ مسجد صرف ادب و احترام کی علامت ہے ابو العزیز
 نے مسجد کی رسم کی وضاحت کرتے ہوئے دلیل دی کہ اگرچہ ایک شخص ظاہر میں تو بادشاہ
 کو مسجد کرتا ہے مگر درحقیقت یہ مسجد بادشاہ کیسے نہیں بلکہ خدا کیسے ہو سکتا ہے (۳۱۲)
 عالمگیر اپنی تخت نشینی سے بعد بہت سی ایرانی و ہندوستانی رسومات کو غیر
 اسلامی سمجھ کر دیوار سے ختم کر دیا تھا (۳۱۳)

شاہی علامات

تختِ خطیب میں بادشاہ کا نام پڑھا جائے، مشاہدِ خطابات اختیار کرنا۔
 نئے بجے جاری کرنا۔ شاہی مہر پر بادشاہ کا نام اور خطابات کندہ کر دانا یہ ہندوستان میں مغل
 حکمرانوں کی شاہی علامات تھیں۔ ہرنیا بادشاہ بادشاہت کے اعلان کے بعد تخت پر بیٹھ کر
 ہوتا تھا۔ شان و شوکت والے خطابات اختیار کرتا تھا۔ اپنا نام خطیب میں نسخ کرانا تھا۔ اپنے دور
 حکومت کے نئے بجے مضر و بکراتا تھا شاہی مہر پر اپنا نام مود خطابات کے کندہ کرانا تھا۔
 اور ایک فرمان جاری کرتا تھا جس میں اس کی بادشاہت کا عہد ہوتا تھا۔ اگر تخت
 کے دعویدار ایک سے زیادہ ہوتے تھے تو سارے امیدواران شرائط کو پورا کر کے خود
 کو قاضی حاکم ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس صورت میں طاقت اور
 سیاسی مؤثر و سدا شد کے ذریعے کسی ایک امیدوار کے حق میں فیصلہ ہوتا تھا
 مغل تاج تخت میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

شاہجہان (۱۶۲۸ - ۱۶۵۸ء) کی تخت نشینی میں آصف خان (وفات

۱۶۴۱ء) کے سیاسی تدبیر کو مدخل تھا جس نے نامساعد حالات میں سیاسی جڑ توڑ

کر کے تخت و تاج کو شاہجہان کیسے حاصل کیا اس کے برعکس عالمگیر (۱۶۵۸-۱۶۵۷ء)

نے تخت و تاج کو خاندانِ جنگی کے بعد اپنی فوجی طاقت کے بل بوتے پر دارا شکوہ (وفات

۱۶۵۹ء) کو شکست دیکر حاصل کیا۔

یہ دستور تھا کہ مملکت میں کوئی بھی شخص ان شاہی علامات کو نہ تو اختیار کر سکتا تھا اور نہ ان کا استعمال کر سکتا تھا، تخت پر بیٹھا خصوصیت کے ساتھ شاہی استحقاق تھا، شہزادے صوبے کے گورنر کی حیثیت سے بعض اوقات تخت پر بیٹھ سکتے تھے لیکن مزید یہ تھا کہ ان کے تخت کی باندی تین فٹ سے زیادہ نہ ہو لیکن خطبے میں صرف بادشاہ کا نام پڑھا جاتا تھا اسی طرح نیا سکے جاری کرنا بھی صرف بادشاہ کا امتیاز تھا۔ اگر کوئی ان امتیازات میں دخل اندازی کرتا یا انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو اس کا یہ اقدام بغاوت تصور کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کی جانب سے علم اور جھنڈے شہزادوں اور امراء کو ان کی خدمات کے صلہ میں عطا کئے جاتے تھے ہزار انگوٹھی یا شاہی ٹبر یا تو بادشاہ کے قبضے میں رہتی تھی یا بادشاہ کے حرم میں اپنی کسی محمدیہ عظیم کو دے دیتا اور بعض اوقات کسی خاص امیر کو بھی یہ خدمت دی جاتی تھی کہ وہ ہر کو اپنے پاس رکھے ان علامات کے علاوہ دوسرے شاہی امتیازات بھی تھے جن کو بادشاہ کے جواد اور کوئی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔

تخت^(۴)

اسلامی تاریخ سے ابتدائی زمانہ میں مسجد کا ممبر حکومت کی علامت اور شان ہوا کرتا تھا جس پر صرف خلیفہ کھڑا ہو سکتا تھا، قدیم عرب میں ممبر تاحی کی نشست ہوا کرتا تھا جو عصا اور تھیں لیکن ممبر پر چڑھتا تھا اور چڑھتے اور بیٹھتے وقت عصا سیر صلی کو دیتا تھا (یہ رسم اب تک باقی ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت کر کے آئے تو اپنے تاحی و خطیب کی حیثیت سے ممبر اور عصا کو اپنایا، اس کی عید تقریباً ۸ ہجری میں آپ نے مؤخر صلی کو ایک بچہ دیا خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ ممبر حکمرانی کی نشانی تھا اس وقت تک دوسری مسجدوں میں ممبر نہیں ہوا کرتا تھا اور امام مصلیٰ پر سے خطبہ دیا کرتا تھا، جب عبد بن العاص مدینہ ہجرت کی جامع مسجد میں ممبر خیرا تو حضرت عمرؓ نے اسے ٹھوڑا دیا اور سختی سے انہیں بکھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم لوہے پر کھڑے ہو اور دوسرے مسلمان نیچے بیٹھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک ممبر صرف مسلمان حکمران کیلئے مخصوص تھا اسی

لئے حضرت معاویہؓ نے فیض بننے کے بعد اس بات کی گوشش کی کہ رسول اللہؐ کے عمار کے ساتھ ساتھ آپ کا ممبر بھی دینے سے دمشق لے آئیں حضرت معاویہؓ پہلے صلیح بن مکران تھے جنہوں نے تخت پر بیٹھا شروع کیا اس کے بعد آہستہ آہستہ ممبر کی حیثیت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ تخت نے لے لی۔ تخت ایک انتہائی اہم شاہی علامت بن گیا۔ اس پر بیٹھنے کا مطلب بادشاہت کا اعلان تھا۔ تخت کا ملک لوگوں کی نگاہوں میں جائز اور قانونی بادشاہ تسلیم کیا جاتا تھا کیونکہ تخت ایک بلند اور عالی نشست تھی جس پر کوئی اعلیٰ حیثیت کا فرد ہی بیٹھ سکتا تھا۔ یہ دستور تھا کہ نیا بادشاہ تخت نشین ہونے کے فوراً بعد اپنی بادشاہت کے اعلان کیلئے رسم تاج پوشی یا تخت نشین کرنے کا اختتام اور شان و شوکت سے منانا تھا نیا بادشاہ اپنے مسودے حق کی بنا پر تخت نشین ہوا کرتا تھا۔ عموماً حق نہ ہونے کی صورت میں کوئی جواز تلاش کر دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں میں یہ دستور تھا کہ تخت نشین میں مذہبی جماعت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوا تھا۔ جیسا کہ عیسائیوں میں تھا۔ جہاں یہ رسم گرجا میں مذہبی رہنما کی موجودگی میں ادا کی جاتی تھی۔

مغل تخت کی بندی زمین سے چمن فٹ ہوا کرتی تھی^{۱۵۱} اس کے اوپر ایک سائیاں ہوتا تھا جسے چار ستونوں سے سہارا دیا جاتا تھا^{۱۵۲} جب بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا تو اس وقت سونے کے اردوں سے کڑھی بلوئی زربفت یا کم خواب کی چادر ڈال دی جاتی تھی۔ بادشاہ تخت پر نہ اتنا آتی پالتی مگر بیٹھا تھا یا پھر بعد الزام شاہی اٹکھ جس میں تلوار تبر اور دیگر کم ہوا کرتے تھے تخت کے ایک جانب رکھے ہوتے تھے^{۱۵۳} مغل بادشاہوں کی تخت نشینی کیلئے کسی خاص قسم کے تخت نہیں ہوا کرتے تھے۔ سب سے عظیم مغل فرمانروا اکبر کی تخت نشینی اینٹوں سے بنے ہمسے ایک چھوٹے پرہلی جو ۱۸ فٹ لمبا اور تین فٹ اونچا تھا۔

بادشاہ تمام تقریبات کے موقع پر خصوصی طور پر تخت پر حملہ افزہ ہوتا تھا۔ ہر راج پر ایک خاص تخت دار میں لایا جاتا تھا اسے اس کی مخصوص جگہ پر رکھا جاتا تھا اور عیدین، جشنِ ذیقعد اور ایسے دوسرے موقعوں پر علیحدہ سے تخت تیار کر لے جاتے تھے۔ بالکل ان تقریبات کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔

یہ بھی دستور تھا کہ ہر بادشاہ اپنی پسند آمد مرضی کے مطابق اپنے دور حکومت میں مختلف تخت بنوایا کرتا تھا ان میں کچھ خالص سونے کے بنے ہوتے تھے جن میں قیمتی پیرے و جواہرات جڑے ہوتے تھے جو اس کی خواہمندی اور خوش نمائی میں اضافہ کرتے تھے۔ ان تختوں کے شکل اور ڈیزائن مختلف ہوا کرتے تھے۔ ابو الفضل لکھتا ہے کہ اورنگ زیب تخت کئی قسم سے بنائے جاتے تھے بعض مربع ہوتے تھے بعض سونے یا چاندی کے ان کے علاوہ مختلف قسم کے اور بھی تخت تیار ہوتے تھے^{۱۹} جب بادشاہ باہر نکلتا یا اپنے سفر پر جاتا تھا تو اس کیسا تو مختلف قسم کے شاہی تخت بھی بنائے جاتے تھے^{۲۰}

بہت سے فرنگی سیاحوں نے جنہوں نے مغل دربار کی جھکیاں دیکھیں تھیں یا جو کچھ دربار میں رہے تھے انہوں نے انتہائی دلچسپی اور شوق کے ساتھ مغل بادشاہوں کے تخت کا مشاہدہ کیا اور ان پر اپنے تاثرات کچھ دربار کے درمیان میں^{۲۱} ماس ۱۵۵۵ء تا ۱۶۱۹ء لکھا ہے۔ صدف کا ایک تخت تھا جس کو دو ستونوں پر مسطح زمین سے بلند رکھا گیا تھا اس پر شامیانہ بنا ہوا تھا ستونوں کے ٹھوسونے کے بنے ہوئے تھے اور اس کے اوپر قرعین پڑا ہوا تھا^{۲۲} ایک دوسرے سیاح ٹیری نے اگرہ کے محل میں ایک تخت دیکھا جس میں خالص سونے کے بنے ہوئے چار خیمے اس کو سباراہے ہوئے تھے اور جس میں کثرت سے قیمتی اور مختلف رنگوں کے پیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے ایک خوبصورت ساٹھان جس کے ستون سونے کے تھے وہ اس پر سایہ رکھتے ہوئے تھا^{۲۳}

طما دنیئر جس نے مغل دربار میں ۱۶۶۵ء سے ۱۶۹۷ء تک قیام کیا تھا اور جو خود بھی پیرے و جواہرات کا تاجر تھا، خصوصیت سے شاہی تخت کے بارے میں اپنے مشاہدات تبصرہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے ایک جی جگر پانچ شاہی تخت دیکھے جنہو جواہرات سے ڈھکے ہوئے تھے اور وہ اس طرح سے رکھے ہوئے تھے کہ ان کی شکل صلیب کی طرح بنتی ہے۔ ایک دوسری جگہ پر وہ سات شاہی تخت دیکھا ہے اور ان کے بارے میں لکھتا ہے ان میں سے ایک مکمل طور پر جواہرات سے مزین ہے لعل و یاقوت، ہرق زمرہ اور دوسرے قیمتی پتھروں سے^{۲۴} پھونٹے تخت بھی دیکھے ان میں سے ایک بیضوی شکل کا تھا۔

یہ ۷ فٹ لمبا اور ۵ فٹ چھڑا تھا یہ باہر سے تمام کا تمام جواہرات سے مزین تھا۔ لیکن اس پر کوئی سائبان نہیں تھا۔ دوسرا سائبان کے ساتھ تھا۔ اور اس پر پشت پر گڑا دیئے لکھے تھے اور پلنگ پوش پڑا ہوا تھا یہ تمام جواہرات سے مزین تھے اس خوشی نے شاہی تخت کے بارے میں جو اثرات کچھ ہیں اور اس نے ان کی شکل اور آرائش و زیبائش جان کی ہے اس میں وہ لکھتا ہے کہ شاہی تخت پر تین میٹھے ہوتے تھے ان میں سے ایک بڑا ہوتا تھا جس کے سب سے پشت کر کے بٹھا جاتا تھا دوسرے دو مربع شکل کے ہوتے تھے اور دونوں جانب رکھے ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ تخت پر خوبصورت چاند پٹری ہوتی تھی ۱۴، اوگلی اور ماڈیسٹونے بھی خاص سونے کے بنے ہوئے تختوں کا ذکر کیا ہے جن پر قیمتی ہیرے و جواہرات جڑے ہوتے تھے ۱۵۔

مغلیہ شان و شوکت جادو جلال اور مامات کا اظہار تخت طاؤس (۱۶۳۵) میں کیا گیا تھا ۱۶۔ یہ تخت نہ صرف مغلیہ فن کے کمال کا اظہار تھا۔ بلکہ اس میں شہنشاہ کی شخصیت اس کی شخصیت کی جادو نگاری اس کا تزک و اعظام اور خلیفہ سلطنت کی بلند کی و احترام جھلکتا تھا۔ ساتھ ہی میں یہ تخت ہندوستان میں جو ہری صنعت کا نامور نمونہ تھا اس کی خوبصورتی اور نیک و نیک آئینوں کو خیرہ کر دیتی تھی۔ اور خصوصیت سے غیر ملکی سیاح اس کو دیکھ کر حیران و متعجب میں پڑ جاتے تھے۔ اس لئے اکثر سیاحوں نے تخت طاؤس کے بارے میں اپنے تاثرات چھوڑے ہیں۔ تھیوڈور نے اس کی بارے میں لکھا ہے کہ یہ تخت خالص سونے کا بنا ہوا تھا جس پر طاؤس کی شکل بنی ہوئی تھی اور ہندوستان بھر میں مشہور تھا کہا جاتا تھا کہ اس کی قیمت بیسٹ مین اشنی تھی لیکن دراصل اس کی اصل قیمت سے کون واقف ہو سکتا تھا؟ طاؤس نے تخت طاؤس پر ایک تفصیلی رپورٹ مندرجین لکھے پھر مذکور ہے اپنی دیکھی اور معلومات کی بنا پر یہ اسس قابل ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔

کہنا چاہیے کہ یہ تقریباً ۶ فٹ لمبا اور ۵ فٹ مربع ہے اس کو چار پائیوں پر کھڑا کیا گیا ہے جو بہت ٹھوس ہیں اور ۲۰ سے ۲۵ انچ تک بلند ہیں ان چار پائیوں کے ساتھ چار سلاخیں ہیں جو تخت کی بنیاد کو سہارا دیتے ہوئے

ہیں ان سداغوں کے ساتھ ۱۲ ستون ہیں پائے اور سداغیں جگہ ۱۸ پانچ سے زیادہ لمبی ہیں سونے سے ڈھکی ہوئی ہیں اور ان پر لا تعداد جواہرات موتی اور نمرود جڑے ہوئے ہیں بر سداغ کے بیچ ایک جڑ موتی ہے جو انتہائی خوبصورتی کے ساتھ گنا جڑا ہے۔ اس کے گورو چار نمرود ہیں جو مل کر ایک چوکور کمر کس بناتے ہیں اس طرح ان سداغوں کی چوڑائی کے ساتھ ساتھ اس قسم کے کمر کس ہیں اور انہیں اس طرح سے ترتیب دیا گیا ہے کہ ایک موتی کے درمیان میں مں زمر دیں۔ موتیوں اور نمرود کے درمیان جھوٹے جواہرات سے ڈھکا گیا ہے ان میں بڑے سے بڑا ۱۰ سے ۱۲ قیراط موتی کا ہے یہ تمام پتھر خوبصورت ہیں لیکن بالکل سیاٹ اس کے حلقہ کچھ دوسرے حصوں میں موتیوں کو سونے سے جڑا ہے۔ تخت کے سب سے چھٹے حصے کے ساتھ چار میڑھیاں ہیں جن پر چار کور تخت کے اوپر جایا جاتا ہے۔ تخت پر تین کیٹے ہیں ان میں سے جو بادشاہ کی نشست پر رکھا ہے وہ سب سے بڑا اور گلا ہے جیسا کہ مہارے کیٹے ہوتے ہیں دو دیگر جو دونوں جانب رکھے ہیں وہ بالکل سادہ ہیں اس کے علاوہ ایک سلوار ایک گرڈ ایک چوکور ڈھال اور تیر گننے و کرکشی تخت کے تریبے رکھے ہوئے ہیں (۱۸)

علامہ نیر نے خصوصیت سے تخت طارکس میں جڑے ہوئے قیمتی پتھر اور جواہرات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے :

میں نے تخت میں جڑے ہوئے بڑے اور قیمتی موتیوں کو گنا تو ان کی تعداد تقریباً ۱۰۸ تھی یہ سارے کے سارے خوبصورتی سے تراشے ہوئے تھے ان میں جھوٹے سے پھوٹاؤں ہیں۔ یہ بتایا اس سے زیادہ ہوگا۔ جہاں تک نمرودوں کا تعلق ہے ان میں کثیر تعداد ہیں اچھے رنگ والے تھے لیکن ساتھ ہی ان میں بہت سی خرابیاں بھی تھیں۔ ان میں سے سب سے بڑا وزن میں ۶۰ قیراط مہرگا۔ اور سب سے چھوٹا ۳ قیراط میں سے انہیں شمار کیا تو ۱۱۶ تک انہیں

گھنا میرا خیل ہے کہ اس طرح تخت میں سورتوں سے زیادہ زبردستی ہے (۱۹)
 اس شاہد کے بعد جب اس نے تخت کی قیمت کا اندازہ لگایا تو ۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰
 روپیہ بنی (۲۰)

رستم تخت نشینی

بادشاہ کے مرنے کے بعد تخت پر کچھ دن اس کا سرگ منیا، جاتا تھا اس کے قریب بعد نیا حکمران
 اپنی تخت نشینی کی رسم ادا کرتا تھا تخت نشینی میں جلدی اس درجہ سے کی جاتی تھی کہ شاہی تخت خالی نہ
 رہے تاکہ کوئی دوسرا امیدوار اس سے حصول کی کوشش نہ شروع کر دے کیوں کہ بغیر بادشاہ
 کے ملک میں کسی قسم کا امن و امان برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔ اور بادشاہ کی بڑی موجودگی میں ہر شخص
 خود کو غیر محفوظ سمجھتا تھا اور اس بات کا بھی خطرہ بھٹاتا تھا کہ ملک میں انتشار اور بے امنی نہ پھیل جائے
 اس درجہ سے اگر تخت کا جائز امیدوار مارا حکومت سے دور ہوتا تھا یا اس کی تخت نشینی میں مدد کی
 کار میں حائل ہوتی تھیں تو اس صورت میں بادشاہ کی وفات کی خبر فوراً عام نہیں کی جاتی تھی۔
 بلکہ اسے اس وقت تک پوشیدہ رکھا جاتا تھا جب تک کہ کوئی تخت پر نہیں بیٹھ جائے۔

ایر کی وفات کی خبر کا علوان اس وقت تک نہیں کیا گیا تھا۔ جب تک ہمالیوں اپنی
 سسین کی جاگیر سے دارا حکومت نہیں پہنچ گیا (۲۱) جب ہمالیوں کی وفات ایک حادثہ میں ہوئی
 تو اس وقت اکبر دارالسلطنت میں موجود نہیں تھا اور اس کے پاس آنا وقت نہیں تھا کہ وہ پنجاب
 سے سرعت و تیزی کیسا آتا دیکھے اس درجہ سے بادشاہ کی وفات کی خبری طور پر کوئی اطلاع نہیں
 کی گئی بلکہ لوگوں میں اطمینان اور یقین پیدا کرنے کیلئے یہ ترکیب سوچی گئی کہ ایک شخص کو ہمالیوں کا
 لباس پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے گا کہ اس میں یقین ہو جائے کہ بادشاہ نہ صرف زندہ ہے
 بلکہ صحت مند بھی ہے یہ ترکیب بنانے والا امیر اکبر سید علی دہلوی (۲۲) وفات ۱۵۷۲ء تھا جو
 اسی زمانہ میں ترک سے ہمالیوں کے دیار میں آیا تھا اس واقعہ کے بعد ان یہ غیر تیزی سے اکبر
 ملک پہنچا لیکن اس نے فدا ہی کا نذر کے تمام پرانے بادشاہت کے اعلان کر دیے (۲۳)

نیا حکمران تخت نشینی کے موقع پر امر اور اعلان اور شاہی خاندان کے افراد کے

سلطنت پر بیٹھا تھا۔ خزانہ دینے والے حکمران یا طاقت فرباں رسواں کیلئے ضروری نہیں تھا کہ وہ اس موقع پر حاضر ہوں۔ اگر قتل کے امیدوار ایک سے علاوہ کئی ہوتے تھے تو ہر ایک اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ امراء کی حمایت حاصل کرے کیونکہ اصل میں فوجی طاقت انہی امراء کے پاس ہوا کرتی تھی، جہانگیر، شاہ جہاں اور عالمگیر کی قتل نشینی میں مثل و برابر کی مختلف امراء کی جماعتوں نے حصہ لیا اور یہ تینوں بادشاہ طاقت و امراء کی حمایت کے نتیجے میں قتل پر بیٹھے تھے۔

قتل نشینی کی رسم کہیں بھی اور کسی بھی جگہ منعقد ہو سکتی تھی اگرچہ عام طور سے یہ دارالحکومت ہی میں ہوا کرتی تھی، اگر کسی سلسلہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب اس کی قتل نشینی سامراج یا تو وہ دارالحکومت سے بہت دور تھا اور اس سے پاس آتا وقت نہیں تھا کہ وہ جلد وہاں پہنچے جاتے اس وجہ سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس کی قتل نشینی کی رسم اسی جگہ دارالحکومت میں جہاں وہ اس وقت مقیم تھا اگرچہ یہ رسم اس وقت بہت ہی سادگی اور خاموشی سے ادا کی گئی لیکن اس سے مقصد پیدا ہو گیا، اور فوجی اہلکار کی بادشاہت کا اعلان کر دیا گیا جس سے دشمن و غریب امیدواروں کے حوصلے پست کر دیے۔ بلکہ امراء میں بھی یقین دہانہ کر دیا کہ وہ دارالحکومت کو ہندوستان میں قدم جمائے گا موقع مل گیا۔

قتل نشینی کے موقع پر دوبارہ اور شاہی محل کو خاص طور سے سجایا جاتا تھا اس موقع پر شاعر اپنے نئے کبے جوئے قید سے پڑھتے تھے اور رات میں لوگوں کی تعریف کیلئے آتش بازی کے مقابلے ہوتے تھے اس خوشی میں راتوں میں تھیں اور لوگوں میں بھی کھا، تقسیم ہوتا تھا جو قتل نشینی کے موقع پر جمع ہو جایا کرتے تھے نیا بادشاہ اپنی زندگی کے اس یادگار دن پر اور امراء و عوام میں اپنی حمایت حاصل کرنے سے حیلوں سے امراء کو نئے خطابات دیتا تھا۔ غلیظ تقسیم کرتا تھا اور جاگیر عطا کر دیتا تھا جو اس کی تعریف لائق ہوتے تھے یا جنہوں نے اس کی حمایت و مدد کی ہوتی تھی یا جن کی مدد وہ چاہتا تھا ایسا امراء کو ترقی دی جاتی تھی اس موقع پر نیا بادشاہ اکثر اپنے وزیر اور عہدہ دار منتخب کرتا تھا بعض اوقات امراء اپنے عہدوں پر اسی طرح رہنے دیتے جاتے تھے اور بعض اوقات

ان میں تبدیلی کی جاتی تھی۔ اس موقع کو مزید پر مسرت بنانے کے لیے نیا بادشاہ اپنے خاندان کے اہل
 افراد میں قیمتی تحفہ تقسیم کیا کرتا تھا۔ اسی طرح کے مراسم اور باج گزار راجہ اپنے کوئلوں کے قومی
 اس موقع پر بادشاہ کو پیش کش پیش کرتے تھے (۳۱)۔

مغل بادشاہوں کی رسم تخت نشینی کی شان و شوکت اور عباد و جلال کی جھلکیاں
 دیکھنے کی غرض سے ہم یہاں شاہجہاں اور عالمگیر کی تخت نشینی کی رسومات کا ذکر کریں گے۔
 شاہجہاں دوبارہ کے غزوؤں کے مقرر کردہ وقت کی مطابق جو ساڑھے تین گھنٹے
 سورج نکلنے کے بعد تھا تخت نشین ہوا (۳۲)۔ تخت نشینی کی رسم دیوانہ علم میں منعقد ہوئی
 اس موقع پر جو افراد حاضر تھے انہوں نے بادشاہ کی خدمت میں نذر پیش کی (۳۳)۔ جو کہ دارالحکومت
 کے عوام میں تقسیم کردی گئی۔ رسم کے بعد دھگہ رنگ کی محفل منعقد ہوئی جس میں ممتاز گھوڑوں
 موسیقاروں اور رقاصوں نے اپنے اپنے کمالات دکھائے۔ دوبارہ کے شاعروں نے اپنے اپنے
 قصیدے جو اس موقع پر کہے گئے تھے ان کے سنائے خوشی کی اس محفل کے خاتمہ کے بعد انعامات
 تحائف و شہزادہ شرواح بہا اور امراء، عادات، شعراء، موسیقار اور غلاموں کو دیئے
 گئے۔ ساتھ انعامات دیئے گئے۔ ممتاز محل (۳۴) نے سونے کے بھرے تخت (۳۵) کے نئے عزم سے
 سجے۔ جب بادشاہ حرم میں گیا تو حرم کی عورتوں نے اس کی آمد پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔
 ممتاز محل نے شاد کے طور پر سونا و چاندی بادشاہ پر نچا دیا اور بادشاہ کو پیش کش کی۔ اس پر
 قیمتی ہیرے و جواہرات دیئے۔ دوسری خواتین نے اپنے رتبہ کے مطابق بادشاہ کو تحفے دیئے۔ بادشاہ
 نے اس کے بدلہ میں شاہی خاندان کے اراکین کو تحائف دیئے، ممتاز محل کو لاکھ ٹھہلے اور لاکھ
 روپے اور جہاں (۳۶) کو ایک لاکھ مشرفین اور ۴۸ لاکھ روپے دیئے۔ ممتاز محل کو لاکھ
 روپے دیئے تاکہ وہ انہیں اپنا دلا و محل تقسیم کرے۔ شہزادوں کو اپنے وزیر مقرر ہونے دارالحکومت
 کے ایک ہزار روپے، شاہ شجاع (۳۷) کو لاکھ سات سو پچاس روپے اورنگ زیب کے پانچ سو روپے
 اور مراد (۳۸) کے دو سو پچاس روپے مقرر ہوئے۔ امراء کو بھی عطایات اور انعامات دیئے گئے
 مہبت خان (۳۹) کو خان خانان کا خطاب دیا گیا۔ اور اسے ترقی دے کر میرنشین بنایا گیا۔ اس
 کو انعام کے طور پر ایک لاکھ روپے دیئے گئے وزیر خان کو پانچ ہزاری (۴۰) کے منصب پر ترقی دی

گئی اور ایک لاکھ پیرہہ انعام میں دیا گیا۔ اس کے علاوہ کافی تعداد میں اسلحہ کو ترقی دی گئی اور مالیات سے قلاصیا تحت نشینی کی رسومات ۲۲ دن تک میں یہاں تک کہ آصف خان لاہور سے تھیں شہر پہنچا۔ زاد اسکوہ، شاہ شجاع اور اونٹنگ زیب کے ہمراہ دارالحکومت پہنچ گیا اس کی خدمات کے پیش نظر جو اس نے شاہجہان کی تحت نشینی میں کی تھیں اس کو یہ اعزاز بخشا گیا کہ وہ مجبوراً میں داخل ہو اور بادشاہ کے قصوں کو چومے اسے وکیل السلطنت ۱۶۳۵ء کے عہدے پر مقرر کیا گیا اور متاز میں کی درخواست پر مہر والی انگوٹھی ۱۰۰۰ سے تفویض ہوئی جو اسلحہ آصف خان کے ہمراہ آئے تھے انہیں بھی ان کی خدمات کے پیش نظر انعامات دیئے گئے ۱۶۳۵ء

مالگیر کی تحت نشینی کی رسومات دوسرے مغل حکمرانوں کے مقابلے میں زیادہ ترک و اختتام اور شان و شوکت کیساتھ منائی گئیں ۱۶۳۵ء یہ وہ وقت تھا جب مغل سلطنت اپنے عروج پر تھی لہذا آصف خان کے موقع پر ایوان میں سرفرازان اور دیوان عام کو سہایا گیا۔ وسط میں ایک چمکند جگہ منتخب کی گئی جہاں پر تخت طاؤس کو جس کے ارد گرد سبزی کھڑا تھا لاکر رکھا گیا تخت کے دونوں جانب ہیرے و جواہرات سے مزین پتھر تھے اور دو سونے کے تخت ان کے ساتھ رکھے ہوئے تھے ان کی پشت پر ایک سونے کی کرسی تھی جس پر شاہی قورمہ رکھا تھا جس میں بادشاہ کے ذاتی ہتھیار تھے گولڈین ٹاٹا میں اونچے پیرے دیرو، اس موقع پر غرض قاعدہ کو خصوصی طور پر سہایا گیا تھا، اور ایوان کے صحن میں چھوٹے چھوٹے رنگ برنگے شامیانے لگائے گئے تھے جبکہ فرش پر کرمان کے خوبصورت امدنیز تابلو بچائے گئے تھے؟ اس کے بعد انعامات و تحائف دینے کا سلسلہ شروع ہوا، بارخیزن آرا ۱۵۱۱ کو کھلا لاکھ پیرہہ زیب النساء ۱۵۲۱ کو چار لاکھ مدیر اور بعد النساء کو ایک لاکھ چھ ہزار مدیرے دیئے گئے، شہزادوں کو بھی ان کا حصہ دیا مثلاً علی محمد پر ملا سلطان محمد ۱۵۲۸ کو تین لاکھ مدیر، محمد عظیم ۱۵۳۵ کو دو لاکھ پیرہہ عظیم ۱۵۳۸ کو دو لاکھ مدیر اور محمد اکبر کو ایک لاکھ مدیر عطا ہوئے ۱۵۳۹

اگر تحت نشینی کے وقت سفیر دربار میں موجود ہوتے تھے تو اس خوشی کے موقع پر بادشاہ کو "جو کچھ بھی ان کے ملکوں میں خود مشیاء ہوئی تھیں" وہ تحفہ میں دیا کرتے تھے ۱۵۳۹ء مالگیر کی تحت نشینی کے موقع پر جو باہر کے ملکوں کے سفیر موجود تھے ان میں "ایک فن، شہزادہ، یمن اور حبش کے بادشاہوں کے نمائندے تھے"۔

وقت نشینی صرف دارالحکومت تکلیف نہیں بلکہ یہ سلطنت کے ہر حصے میں سنائی جاتی تھی۔
وقت نشینی کے دوران بعد ایک فرمان تمام صوبوں ہمسایہ اور دوست ملکوں کو بھیجا جاتا تھا جس میں
نئے بادشاہ کی بادشاہت کا اعلان ہوتا تھا۔ اس قسم کے فرمان ٹبرنل ٹوٹھن سے بہرے جاتے
تھے اور تمام سلطنت میں انہیں عوام کے سامنے پڑھا جاتا تھا۔

وقت نشینی کے وقت نیا بادشاہ اہم فرمان جاری کیا کرتا تھا جن میں انتظامی تبدیلیوں کا اعلان
اور اہم اصلاحات ہوا کرتی تھیں جیسا کہ اس دور سے دو اپنی رعیت میں اقتدار پیدا کر کے اس قسم
کے فرمان ہمیشہ بادشاہ کی مقبولیت میں اضافہ کیا کرتے تھے خاص طور سے ایسے قوانین کی طرف جو عوام
میں مقبول نہیں ہوتے تھے نئے دور حکومت کیلئے نئے ٹکٹوں کیے جاتے تھے اس طرح انہیں ملتا تھا
اور انتظامی تبدیلیاں بادشاہ کی وقت نشینی کو عوام کے ذہنوں میں ہمیشہ کیلئے اچھے خیالات کیساتھ
بجھا دیتی تھیں مثلاً جہاں مگر نے اپنی وقت نشینی کے سرتعہ پر ۱۲ احکامات جاری کئے تھے جن
کے قدرے سماجی سیاسی اور قانونی اصلاحات کا اعلان کیا گیا تھا۔ بادشاہ جہاں نے پہلا
حکم جو جاری کیا تھا اس کے تحت مسجد کی رسم کو منسوخ کر دیا تاکہ عوام میں برابری
ہونے کے سبب مقبول نہیں تھی۔ اس کے اس حکم کی وجہ سے وہ دیار میں مذہبی امور کے طبقہ
میں اور پورے ملک کے صوفیوں میں مقبول ہو گیا مانگی کرنے اپنی وقت نشینی کے بعد جو احکامات
جاری کئے ان میں ایک یہ تھا کہ آئندہ سے کھڑے ملکوں پر ضرب نہیں کر دیا جائے گا کیوں کہ یہ
کچھ مسلمانوں اور کائناتوں دونوں کے ہاتھوں میں جلتے ہیں۔ اسے سرکاری دفاتر میں جاری حال
کو شروع کرایا گیا اور وڈکا تہوار ختم کرایا اور منشیات کے کاروبار پر پابندی عائد کی گئی۔

خطبہ

خلفائے راشدین امیر و عباسی دور کی ابتدا میں یہ دستور تھا کہ خلیفہ
اپنے تقرر کے بعد دو قسم کا خطبہ پکارتا تھا پہلا خطبہ دراصل ایک قسم کا وقت جہاں اعلان ہوتا تھا
جہاں نیا خلیفہ حکومت کے بارے میں اپنے خیالات اور مستقبل کیلئے اپنی پالیسی کا اعلان کرتا
تھا اور دوسرا خطبہ جو نماز سے پہلے ہوتا تھا خاص مذہبی غرض کا ہوتا تھا اس ابتدائی دور میں

قطعی یہ بدنامی ہوئی تھا کہ خلیفہ میں حکمران کا نام اس کے خطابات اور اس کے بارے میں رعایہ الغلو استعمل
ہوئے۔ پہلے خلیفہ کی سب سے پہلی مثال حضرت ابو بکر (۶۳۲-۶۳۴) کی ہے جنھوں نے اپنے انکشتن کے
بعد انتشارِ خطبہ دیا اور اس میں عبد کیا کہ دو قرآن و سنت پر عمل کریں گے یہ رواج آپ کے بعد آپ
کے جانشینوں نے بھی اختیار کیا اور آئندہ دور حکومت میں اہلِ خلفاء اپنی خلافت پانے کے بعد انتشارِ
خطبہ میں اپنی حکومت کی پالیسی کا اعلان عوام کے سامنے کیا کرتے تھے لیکن جب عباسی خلفاء نے قطعی
بادشاہت کی مداخلت کو اختیار کرنا شروع کیا تو اس روایت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

خلیفہ میں خلیفہ کا نام پہلی مرتبہ جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس
نے لیا تھا، انہوں نے جب کہ وہ بصرہ کے گورنر تھے، جمہور کے خطبہ میں حضرت علیؓ کا نام لیکر ان کیلئے
رعایہ سمجھات شامل کئے تھے لیکن خلیفہ میں ابامہر حکمران کا نام عباسی خلیفہ امین کے زمانہ سے
میا گیا اور اس کے بعد سے خلیفہ ایک شاہی علامت بن گیا کہ جس میں ہر جمہور و عیدین کی نماز
میں حاکم وقت کا نام اس کے خطابات کے تمام سطعیت کی مسجدوں میں لیا جاتا تھا (۱۶۰)
جب تک عباسی حکمران سیاسی طور پر طاقت ور رہے تمام اسلامی دنیا میں
ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا لیکن ان کی سیاسی طاقت کے نوال اور صوبائی گورنروں
کی خود مختاری کے ساتھ صورت حال بدلتی گئی۔ اس زمانہ میں جب کہ کسی کو صوبائی خود مختاری
دی جاتی تھی تو خلیفہ اس کو سند دیتے وقت یہ مہد لیتا تھا کہ خلیفہ میں پہلے اس کا نام پڑھا
جائے پھر حکمران کا اس کا مقدمہ تھا کہ کم از کم نظریاتی طور پر خلیفہ کی سیاسی برتری کو تسلیم
کر کے اس کا خطبہ کے ذریعے برابر اعلان ہوتا رہے اور یہ مقامی حکمران خود کو خلیفہ کا ماتحت کہتے
رہیں اس پر اس وقت تک عمل ہوا تا جب تک عباسی خلیفہ بغداد میں آزاد تھے لیکن
جب ہی بویہ نے ۹۴۵ میں بغداد پر قبضہ کر کے خلیفہ کو اپنے زیر اثر لے لیا تو اس سے
دوسرے مسلمان حکمران سیاسی پریشانی کا شکار ہو گئے۔ کہیں کہ اب اگر خلیفہ کو سیاسی
طور پر برتر تسلیم کیا جاتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ اہل بویہ کی سیاسی طاقت کو مانا
جاتا اور یہ بہت سے مسلمان حکمرانوں کیلئے سیاسی امداد نہیں بنیادوں پر نفرت کا باعث تھا
لہذا سامانی حکمرانوں نے بویہ کے سیاسی رتیب بھی تھے ان بنیادوں پر مطیع

(۹۳۲ - ۹۷۶) کی خلافت کو تسلیم کرتے سے انکار کر دیا لیکن انہوں نے دوبار خلافت یا خلافت کے ادارے سے اپنے تعلقات کو قائم رکھنے کا ایک اور ذریعہ دریافت کر لیا کہیں کہیں اس میں اپنی حکومت کے قانونی و مذہبی جواز کیلئے کسی نہ کسی صورت میں خلافت سے کوئی نہ کوئی تعلق ضرور رکھنا تھا۔ اس لئے انہوں نے خطیب میں خلیفہ مکتفی (۹۳۵ - ۹۷۶) کا نام جاری رکھا جسے ابن بویہ نے معزول کر دیا تھا اور خلیفہ نہیں رہا تھا اسی طرح اس کا نام سکوں پر بھی لکھ کر لاتے رہے بلکہ اس کی وفات (۹۷۶) کے بعد بھی سمرقانی سلطنت میں مکتفی کے نام کا خلیفہ پڑھا جاتا تھا اور اس کا نام سکوں پر مضرب ہوتا تھا۔ اس سے دوسرے مسلمان حکمرانوں کو بھی مدد ملی اگر وہ سیاسی یا ذاتی بنا پر موجودہ خلیفہ کو تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے تو وفات شدہ خلیفہ کا نام خطیب میں پڑھواتے اور سکوں پر درج کراتے تھے اور اس طرح خلافت سے اپنی وفاداری اپنی رعایا پر مظاہر کرتے تھے۔

جب شگولوں نے اسلام قبول کیا تو خطیب کے قصور میں ایک نئی تبدیلی آئی یہ خود کو سیاسی طور پر طاقت ور و برتر سمجھتے تھے اس لئے انہوں نے مصر میں قائم شدہ عباسی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جو بد حقیقت ملوک حکمرانوں کے زیر سایہ تھی۔ (۱۲۵۰ - ۱۵۱۷) لیکن اپنی حکومت کو قانونی جواز دینے کیلئے انہوں نے خلفائے راشدین کے نام خطیب میں پڑھنا شروع کر دیئے یہ اس صورت میں کہ اگر وہ کسی مسئلہ کے ہوتے تھے لیکن اگر شبہ مسئلہ کے سمیت تھے تو پھر ۱۲ اماموں کے نام خطیب میں پڑھے جاتے تھے ۱۷ متعل ایو شاہوں نے خطیب میں ان روایات کو اپنے سابقین سے وراثت میں پایا اور اپنی کراہتوں نے ہندوستان میں مانجے کیا انہوں نے کبھی بھی ختمانی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اس لئے ان کے خطیب میں خلیفہ کا نام درج نہیں ہوتا تھا۔

یہ دستور تھا کہ نئے بادشاہ کی تخت نشینی کی رسم کے بعد نئے بادشاہ کا نام آئے وہ پہلے پھر کے خطیب میں نازل ہونے کے اجتماع کے سامنے پڑھا جاتا تھا۔ یہ ایک طرح سے تمام مذہبی اور مذہبی اعلان ہوتا تھا کہ تخت پر ایک نیا بادشاہ ہے اس طرح سے خطیب سننے والے اجتماع کی جانب سے نئے بادشاہ کو خالصتاً سے تسلیم کئے جانے کا اظہار ہوتا تھا۔

خطبہ کی ابتداء خدا کی حمد و صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی تعریف و توصیف سے ہوتی تھی اس کے بعد سابق حکمران کے نام پڑے جاتے تھے ۱۲۰۱ھ میں کے بعد نئے حکمران کا نام لیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ یہ دعائیہ جملے کہے جاتے تھے " اسے خدا حکم وقت پر برکت نازل فرما یا یہاں پر اس کا نام اور خطابات کا اطلاق کیا جاتا تھا " اس کو رد حبل اور عولم کیلئے قابل تسلیم بنا یہ ہر جہد عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقعوں پر تمام سلطنت میں برابر خطبہ میں دھڑلایا جاتا کرتا تھا ۱۲۰۲ھ خطبہ میں حکمران کا نام پڑھنا ایک پرہیزگار تقریب ہو گئی تھی اس لئے تخت نشینی کے بعد کے پہلے جمعو کو نیا حکمران شہزادوں اور امراء کی محبت میں جامع مسجد میں جایا کرتا تھا اور عام مسلمانوں کی طرح غازیوں شریک ہوتا تھا جب امام خطبہ پڑھنا شروع کرتا تھا تو اس کو ہر سابق حکمران کے نام پر جو امیر تیمور سے شروع ہوتے تھے ۔ ایک خلعت انعام میں دیا جاتا تھا جب وہ نئے بادشاہ کا نام خطبہ میں پڑھتا تھا ۔ تو اس کو سنہری خلعت انعام میں دی جاتی تھی ۱۲۰۳ھ

اگر کوئی امیر یا مسلمان سے جائز اپنا یا کسی دوسرے شخص کا نام خطبہ میں شامل کرنے کی کوشش کرتے تو یہ بغاوت کے مترادف تصور کیا جاتا تھا جب تاج زمان اور بادشاہ قشتال نے ۱۵۰۵ھ اور بنگال میں لکھنؤ کے چھوٹے بھائی مرزا حکیم (وفات ۱۵۱۵ھ) کا نام خطبہ میں پڑھوایا تو ان کے خلاف سخت قدم اٹھایا اور ان کی بغاوت کو سختی سے کچل دیا ۱۵۱۵ھ

صوبائی مسلمان حکومتیں جو بنگال، گجرات، اودکن میں مغلوں کی آمد سے پہلے موجود تھیں ان کے سرداروں کے بچے مرزا کرتا تھا کہ جمعو وعیدین کے خطبوں میں مغل بادشاہ کا نام پڑھوائیں ان کا یہ عمل مغل بادشاہ کی سیاسی برتری تسلیم کرنے کے برابر تھا۔

ملاحضات اور ہندو ریاستوں میں، جن کے حکمرانوں نے مغل بادشاہ کی سیاسی سیادت کو تسلیم نہ کیا تھا ان کی ریاستوں میں بھی جمعو وعیدین کے خطبوں میں تمام مسجدوں میں مغل بادشاہ کا نام پڑھا جاتا تھا۔

سکہ

اسلام میں سب سے پہلا سکہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ضرب کرایا اس میں ایک طرف صلیب و تاج اور چوگان بنی ہوئی تھی اور دوسری طرف یونانی میں (KABA) اور حضرت خالد کا نام تھا اس کے بعد حضرت معاویہؓ نے فارس کے ایک دیار کی نقل کی اور اس پر اپنا نام کندہ کرایا اس بات کے بھی شراہ ہیں کہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں مختلف مسلوں کے عاملوں نے سکے ضرب کرائے پہلا اسلامی سکہ عبدالملک بن مروان نے جاری کیا۔ اس کے بعد بے صلہ بن حکمران اپنے سکے جاری کرتے تھے لیکن اس وقت تک سکہ ایک شاہی علامت نہیں بناتھا سکہ پر حلیہ کا نام اور خطاب جاری دور میں ضرب ہونا شروع ہوا اس کے بعد سے یہ بھی ایک اہم شاہی علامت ہو گیا۔

صلوں کے والیوں یا عاملوں کو اب یہ حق نہیں تھا کہ وہ سکہ پر اپنا نام کندہ کرائیں۔ اس کے بعد یہ روایت چل پڑی کہ ہرنیا حکمران اپنی تخت نشینی کے بعد اپنا نام سکہ پر منسوب کرانا تھا یہ بھی ایک کھانا سے اس کی بادشاہت کا اعلان ہوا کرتا تھا سکہ اور خطبہ دونوں ذریعوں کے بادشاہ کی بادشاہت کا اعلان سرعت کے ساتھ سلطنت کے کونے کونے میں ہو جایا کرتا تھا۔

ہرنیا مغل بادشاہ اپنی تخت نشینی کے بعد نئے سکے جاری کرتا تھا اس کے ایک طرف اس کا نام اور خطابات ہوا کرتے تھے اور دوسری جانب اس کی تعریف میں چند اشعار ہوتے تھے یا کلمہ یا قرآن کی کوئی آیت، یا خلفائے راشدین کے نام، مثال کے طور پر عالمگیر کی تخت نشینی کے موقع پر (۱۶۵۸ء) جو سہتر سکے جاری کئے گئے ان پر یہ شعر درج تھا۔

سکہ ند درجہاں چوں بدر منیر شاہ اوزدنگ زیب عالمگیر

یہی شعر معمولی تبدیلی کیساتھ اس کے چاندی کے سکے پر درج تھا۔

سکہ ند درجہاں چوں بدر منیر شاہ اوزدنگ زیب عالمگیر (۹۸)

کوسم تا چہ شمس پر یہ نکتے خصوصی طور پر جاری کئے جاتے تھے اور ٹہری تعدادیں مزب کرانے جاتے تھے اس قسم کے جاری شدہ نکتے آج بھی موجود ہیں، جن سے ان نکتوں کی شکل و قریض اور ہیئت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تخت نشینی کے موقع پر جاری کئے ہوئے نکتے کے عظمت کی مختلف ٹیکسوں میں بھی کافی تعدادیں مزرب کئے جاتے تھے ان میں سے زیادہ تر سونے کے بجائے چاندی سے ہوا کرتے تھے دستور تھا کہ اس موقع کی یادگار کے طور پر چاندی کے نکتے حوام میں تقسیم کئے جاتے تھے جب کہ سونے کے نکتے اہل راء کو دیئے جاتے تھے۔ (۶۶)

شاہی مہر

شاہی مہر بھی بادشاہت کی ایک علامت ہوا کرتی تھی۔

رسول اللہ کے پاس بھی مہر ہوا کرتی تھی جو آپ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر (۶۳۲-۶۳۴) اور حضرت عمر (۶۳۴-۶۴۴) کو وراثت میں ملی۔ اس وقت بھی اس کی حیثیت حکمران کی ایک نشانی کی تھی لیکن جب حضرت عثمان (۶۴۴-۶۵۵) کے ہاتھوں یہ ایک کونین میں گر کر گم ہو گئی تو میدان حکمران رسول اللہ کی ایک نشانی سے محروم ہو گئے لیکن اس کے علاوہ ابتداء ہی سے ہر خلیفہ کی اپنی علیحدہ مہر ہوا کرتی تھی جو وہ خلافت حاصل کرنے کے بعد تیار کراتا تھا اس پر اس کا نام خطاب اور اس کا کوئی پسندیدہ جملہ ہوا کرتا تھا۔ (۶۷) ایک خلیفہ سے زمانے سے یہ دستور چلا کہ وہ اپنی شاہی مہر وزیر کے حوالے کر دیتے تھے جو اس بات کا اظہار تھا کہ خلیفہ اس کو اپنا اقتدار و طاقت تفویض کر رہا ہے۔

مغل بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ تخت نشینی کے بعد نئے بادشاہ کا نام اور خطابات مہر کے درمیان میں کندہ کئے جاتے تھے جبکہ اس کے سابقین حکمرانوں کے نام مہر کے چاروں طرف حاشیہ پر ہوتے تھے اس کو دستور کی بجائے استقوال کیا جاتا تھا (۶۸) اور تمام شاہی فرمانوں اور کاغذات پر اس کو لکھا جاتا تھا۔ اگر کسی مہر پر حاشیہ میں آٹھ گولانہ تھے جن میں سابق مغل بادشاہوں کے نام امیر تیمور سے لے کر درج تھے جہاں گھمٹے بادشاہ بننے کے بعد ایک دائرہ کا اور اضافہ کر دیا جس میں اگر کا نام درج تھا جب کہ اس کا اپنا نام اور

خطاب میرے درمیان میں تھا (۱۲) یہ شاہی ہر اوزک کھدائی تھی (۱۳) اور یہ کسی متحد شخص کو دی جاتی تھی اوزک ہر کار کھنے والا دربار میں ایک اہم مقام رکھتا تھا اور یہ خدمت اسے خصوصی اعزاز عطا کرتی تھی عام طور پر یہ عہدہ کی کئی خاتون کے پاس رہا کرتی تھی (۱۴) لیکن وقتاً فوقتاً پسندیدہ اور محترم امیر کے حوالے بھی کر دی جاتی تھی ابھرنے اپنے دور حکومت میں جن امراء کو یہ ہر دی تھی ان میں خواجہ جہان اور ظاہر اعظم مرزا عزیز خان کو کا قابل ذکر ہیں (۱۵) جہاں عیسیت نے اسے امیر الامراء محمد شریف کو دیا تھا۔ بعد میں اسے شہنشاہ پرورد کو دیا گیا اور پھر دوبارہ سے محمد شریف کو (۱۶) شاہجہان نے اپنے دور حکومت میں ابتداء میں اسے متاز علی کے سپرد کیا تھا پھر اسکی درخواست پر اسے آصف خان کے حوالے کیا گیا (۱۷) شاہجہان کی حکومت کے آخری سالوں میں یہ جہاں آوا کی قہوں میں تھی (۱۸) اوزک بھول چوکہ ہر ہوا کرتی تھی جو صرف فرمان مطلق (۱۹) غلط بات تقریباً اور جاگیر دینے والے فرامین پر لگا کرتی تھی (۲۰)

اس کے علاوہ دوسری شاہی مہرین بھی تھیں ابوالفضل نے ہم تک جو معلومات پہنچائی ہیں ان کے مطابق ۵۰ ہرین ہوا کرتی تھیں۔ (۲۱) اوزک (۲۲) وہ ہر جس میں حکم وقت کا نام درمیان میں اور سابق حکمرانوں کے نام حاشیہ پر ہوتے تھے۔ (۲۳) ایک چوکور ہر جو تمام احکامات کے لئے ہوتی تھی۔ (۲۴) ایک محرابی شکل کی مہر جو قانونی احکامات کیلئے ہوتی تھی (۲۵) اور ایک مہر حرم کے انتظامات اور کاروبار کیلئے ہوتی تھی۔ یہ دستور تھا کہ یہ ہرین تمام شاہی احکامات، افغانیات اور فرامین پر لگائی جاتی تھیں تاکہ ان کی قانونی حیثیت ہو جائے تقریباً تمام احکامات، شہزادوں سے لیکر مکمل، صدر (۲۶) میر بخش امیر الامراء (۲۷) اور آلیق (۲۸) کے شاہی بہروں کے لگانے سے ہوا کرتے تھے (۲۹) جہاں یگر نے پرانی مگھوں مہر التقد کو دوبارہ سے کثرت کو دیا یہ ہر خاص طور سے جاگیر کے قانون پر لگائی جاتی تھی (۳۰) اسنے اس کا نام بلی کے التقد (شہر) تمغہ رکھا یا (۳۱) شاہجہان کے عہد کے آخر تک اوزک ہر گول ہوا کرتی تھی لیکن لکیر کے زمانے میں اس کی شکل گول سے چوکور کردی گئی اور اب اس بہر درمیان میں

بادشاہ کا نام اور خطابات ہوا کرتے تھے۔ جبکہ سابق حکمرانوں کے نام جاشید میں دائرہ کے شکل میں ہوا کرتے تھے مہر کے چاروں کونوں پر خدا کے اسمائے گرامی اور قرآن شریف کی آیات تھیں (۸۹)۔ ہرنیا بادشاہ اپنی تخت نشینی کے بعد اپنی ذاتی مہر سے تمام ریاست کی املاک و اشیاء کو سرسپر کر دیتا تھا (۹۰)۔

شاہی علم و جھنڈے

مشرق میں 'علم یا جھنڈا' ایک قدیم شاہی علامت ہوا کرتا تھا صلدان ملکران قاندان سیاہی طاقت کو حاصل کرنے اور مستحکم کرنے کے بعد اپنی سلطنت کیلئے مخصوص شکل اور رنگ کا علم منتخب کیا کرتے تھے مثلاً بزماتیہ کے جھنڈے کا رنگ سفید، عباسیوں کا سیاہ (۹۱)۔ ملوک قیون کا ابتدا میں سرخ اور لہندہ پر قبضہ کے بعد سیاہ (۱۰۵۵)۔ تارا خانوں کا اورنج اور عالیوں کا سفید ہوا کرتا تھا (۹۲)۔ مغل حکمرانوں کے جھنڈے کا کوئی خاص رنگ مقرر نہیں تھا ان کے زمانے میں مختلف شکلوں اور رنگوں کے کئی جھنڈے ہوا کرتے تھے، اور انہیں شاہی علامت کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ان میں سے کچھ کے استعمال کا حق صرف بادشاہ کو تھا اور سلطنت میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ انہیں استعمال کریں یا اپنے قبضہ میں رکھیں ان میں سے کچھ جھنڈے شہزادوں اور امراء کو ان کی خدمات کے صلہ میں دیئے جاتے تھے لیکن کچھ خاص مشرط کے ساتھ اور ان کے استعمال کیلئے بادشاہ کی اجازت ضروری ہوتی تھی بادشاہ خود جب کبھی جلوس کی شکل میں باہر نکلتا تو اس کے ساتھ مختلف قسم کے جھنڈے اور علم اپنی مختلف علامتوں کے ساتھ اس کے ساتھ ساتھ چلا کرتے تھے یہ روایت تھی کہ منجی جلوس میں کم از کم ۵ جھنڈے بعد قدر کے ہوا کرتے تھے (۹۳) ان پانچ میں سے ہر چار توفی اور تومان توفی (۹۴) ہوا کرتے تھے یہ جھنڈے بادشاہ کے پیچھے چلا کرتے تھے (۹۵)۔

مغل شاہی جھنڈوں پر مختلف قسم کی علامتیں ہوا کرتی تھیں۔

مثلاً پنجہ، میزان، آفتاب، اندھا بکیر، ہاجی اور قمر (۱۶)

شاهی امتیازات

مغل بادشاہیں نے اپنے اپنے چند خصوصی امتیازات مقرر کر رکھے تھے جن سے استقلال کی اجازت سلسلہ میں کسی دوسرے کو نہیں ہوتی تھی۔ مثلاً کسی کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ بھرہ کہ حدشن سے ہاتھیوں کے لڑائی کا انتظام کرائے سترائے موت سے یا مجرم کو پھانسی دے یا قیدیوں کو اندھا کرنا یا ناک و کان کاٹنا وغیرہ اور نہ شاہی دربار کی طرح موسیقیاں اور گانے والوں کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اس کی حاضری میں رہیں (۱۷)

ایک شاہی استحقاق یہ تھا کہ شاہی محل میں نوبت غلام ہو کر آتا تھا جس دن رات مختلف وقتوں میں موسیقار نوبت بجاتے رہتے تھے سلسلہ میں کسی کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ شاہی نوبت غلام کی بجائے خود گی میں نوبت بجاتے۔ موسیقی کی مختلف صنفوں کو بہا کر بادشاہ کی نفس و حرکت کا اعلان کیا جاتا تھا۔ موسیقی کی یہ صنف بالکل صبح وقت پر بجا کرتی تھی مثلاً آدھی رات کو، فجر کے وقت، صبح تکلف کے ۱۲ منٹ پہلے اور صبح غروب ہونے کے ۱۲ منٹ بعد بقیہ دن کے حصے میں سات مرتبہ مختلف صنفیں بجا کرتی تھیں جب بادشاہ دربار میں آتا تو اس کا اعلان میں موسیقی سے قریب سے کیا جاتا تھا تاکہ وہ باریق کو اس کی آمد کی اطلاع مل جائے یہ عادی تھی کہ جب بادشاہ دربار پر فراست کرتا تھا (۱۸) اتوار کے بعد یہ تمام دن بجا کرتی تھی (۱۹)

جب بادشاہ کسی سفر یا رسم پر نکلتا تھا تو اس کا اعلان تقاریر بجا کر کیا جاتا تھا۔ کہنے میں یہ تقاریر ہر تین گھنٹہ کے بعد بجا کرتے تھے مغل بادشاہ مشینزادوں اور لہرہ کو انعام کے طور پر تقاریر دیا کرتے تھے لیکن ہمیشہ چند شرائط کے ساتھ مثلاً یہ کہ بادشاہ کی موجودگی میں نہیں بولے جائیں گے اور اس کی رہائش گاہ سے ایک مقررہ فاصلے تک بھی ان کو بجانے کی اجازت نہیں ہوگی (۲۰) انھیں اپنے خصوصی طور پر پسندیدگی کے اظہار کے طور پر تقاریر و نوبت اندھ جونی بیگم (۲۱) دنات (۲۲) کو دی تھی اس رعایت کے ساتھ کہ یہ بادشاہ کے

نوبت کے بعد پکارے (۱۷۸) ایک مرتبہ شہزادہ معظم نے اپنے دربار کے وقت نوبت کو چار مرتبہ
 بھرایا اس کی اطلاع ملنے پر انگلیسوں نے اسے ایک سخت قسم کا جھبھی خط لکھا کہ یہ صرف شاہی
 استحقاق ہے اور بادشاہ کے علاوہ کسی دوسرے کو اس کی اجازت نہیں (۱۷۹) اس نے بادشاہ کی
 اجازت کے بغیر نوبت بھانا شامی حقوق کے خلاف اقدام تصور کیا جاتا تھا (۱۸۰)

چتر اور کوکبہ

بھی شاہی علامات تھیں اور یہ کسی امیر یا شہزادے کو نہیں
 دی جاتی تھیں چتر (۱۸۱) جو اہرات سے خریدتا ہوتا تھا اور ہمیشہ بادشاہ کے ساتھ دربار اور مجلس
 میں ہوا کرتا تھا آداب گھر بیٹوں کی شکل کا، چتری کی مانند ہوا کرتا تھا یہ تدبیرت سے ڈھکا ہوا
 تھا اور اس میں قیمتی پتھر بڑے ہوتے تھے اور یہ بادشاہ کو سونے کی لکڑی سے محفوظ رکھتا تھا
 کوکبہ (۱۸۲) چند انگلیں ہوا کرتی تھیں جو روپے کے سائے کی جڑی تھیں (۱۸۳)

مسجد میں پاکی میں جلاؤں اور معصومہ میں خداد پڑھنا شامی استحقاق تھے
 انگلیوں کے ایک مرتبہ شہزادہ معظم کو ایک سخت خط اس بات پر لکھا تھا کہ اس نے معصومہ
 میں نماز پڑھی تھی (۱۸۴) اس نے ایک اور مرتبہ اسے تنبیہ کا خط اس بات پر لکھا کہ اس نے
 باغیوں کی لڑائی کا بندوبست کیا تھا۔ اس نے اسے اطلاع دی کہ باغیوں کی لڑائی کا انتظام
 کرنا اور کسی ایسے چھوٹے پر پٹھان جو زمین سے ایک گز کی بلند نہ ہو یہ صرف شاہی استحقاق
 ہیں اور کسی دوسرے کو ایسے اختیار کرنے کی اجازت نہیں (۱۸۵)

طرف کی طرز پر شکار کرنا بھی شاہی استحقاق تھا سلطنت کے کسی فرد کو
 شہزادوں سمیت اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ شاہی شکار گاہ میں شاہی اجازت کے
 بغیر داخل ہوں (۱۸۶) شکاریہ شکار کرنا بھی صرف بادشاہ کا حق تھا یہاں تک کہ خطہ کے وقت
 بھی بغیر بادشاہ کی اجازت کے شکاریہ شکار نہیں کیا جاسکتا تھا (۱۸۷) بادشاہ کا یہ بھی حق تھا کہ
 وہ اپنی رعایا سے ان کا شکار اپنے لیے طلب کر سکتے ہیں کہ چنگیز خان کا یہ قانون تھا
 کہ ہر ترانواز اپنے سے کمتر افراد سے ان کا شکار کر سکتے ہیں (۱۸۸)

جنگ میں جو ہاتھی پکڑے جاتے تھے وہ ہمیشہ بادشاہ کی ملکیت ہوتے تھے۔ بالخصوص
 کا بہترین جہز ہمیشہ بادشاہ کیلئے عطیہ کر دیا جاتا تھا۔^(۱۳۲) بادشاہ کے علاوہ کسی اور کو اس بات
 کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ قیمتی ہیرے اور جواہرات خرید سکے۔^(۱۳۳)
 شہزادوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ دربار کے آداب اور
 رسومات کو اختیار کریں اور اپنے اہلکار اور ملازمین کو اپنی موجودگی میں کھڑا رکھیں۔^(۱۳۴)
 ان کو اس بات کی بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنے ملازمین کو خطابات دیا کریں۔
 عورتیں بادشاہ کی موجودگی میں پردے^(۱۳۵) کی پابندی نہیں ہوا کرتی
 تھیں۔^(۱۳۶) عینا بازار میں تمام عورتیں بادشاہ کے سامنے آیا کرتی تھیں۔ وہ خود ایک دوکان سے
 دوسری دوکان پر جایا کرتا تھا اور عورتوں سے بات چیت کرتا تھا جب کوئی امیر اپنے گھر پر
 بادشاہ کو دعوت پر بلاتا تھا تو اس کے گھر کی عورتیں بادشاہ سے سامنے آکر اسے آداب
 کرتی تھیں ایک ایسے موقع پر ہالوں نے حمیدہ بانو بیگم کو دیکھا تھا اور اس کی محبت
 میں گزشتہ ہو گیا تھا۔^(۱۳۷)

مُغل دُبار

مُغل دُبار، سہولت کے اختیارات کا مرکز تھا جہاں ریاست کے تمام امور پر خود و غرض ہوتا تھا اور اس کے بعد اہم معاملات پر فیصلے کئے جاتے تھے۔ دُبار ہی سے صوبوں کے عاملوں کا تقرر ہوتا تھا۔ منصب دار اپنے منصبوں پر ترقی پاتے تھے شاہی نرہین قریب کئے جاتے تھے نئے اختیارات، امداد ہوتا تھا تحفہ پیش کش قبول کی جاتی تھی ہسٹری میں جاتی تھیں شکایات سنی جاتی تھیں انصاف کیا جاتا تھا مہتمم دراز کی جاتی تھیں اور بطور کا استقبال کیا جاتا تھا۔

دُبار سبھی و معاشرتی سرگرمیوں کا بھی مرکز تھا جہاں تمام منصبدار، امراء، عہدیدان اور حکومت کے افسران روزانہ ایک دوسرے سے مل کر رہتے تھے کیونکہ ہر میر پر یہ لاف تھا کہ اگر وہ دارالحکومت میں حاضر ہے تو روزانہ دُبار میں آئے اور بادشاہ کو آداب کرے۔ صرف بیاری یا انتہائی اہم کام کی وجہ سے وہ اس فریضے سے مستثنیٰ کیا جاتا تھا اگر کوئی امیر خواہ عزیمت تھا تو اس کی بڑی حاضری کی وجہ سے معلوم کیا جاتی تھی۔ روزانہ کی حاضری کے پس منظر میں بادشاہت کا نظریہ کارفرما تھا کیونکہ دُبار میں روزانہ حاضری بادشاہ کے سامنے جھکنا و آداب کرنا اس کے سامنے نہ پیش کرنا اور اس کی مزید دگی میں خاموشی سے کھڑے رہنا امر اس بات کا بڑا عکس و آئینہ رہتا تھا کہ بادشاہ بزرگ و برتر مستحق ہے اور ان کا وجود اس ہستی کی خوش و مرضی پر منحصر ہے، یہ حاضری نہ صرف ان کی بھلائی کی نیت سے بلکہ انہماک و توجہ پیدا کرتی تھی بلکہ وہ

دربار کی شان و شوکت سے متاثر ہوتے تھے اور ان میں بادشاہ کیلئے خوف و احترام کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔

دربار

بادشاہ عام طور سے اپنا دربار دار الحکومت میں منعقد کیا کرتے تھے لیکن اگر بادشاہ دار الحکومت سے ایک طویل عرصہ کیلئے باہر چلا جاتا تو اس کا دربار بھی اس کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور اس بات کی کوشش کی جاتی تھی کہ سفر میں یا کپ کے دوران دربار کی ترتیب و تنظیم اور شان و شوکت وہاں رہے اور اسی نمونہ ڈھونڈنا ہی ہر جگہ اس کا اتفاق ہو جب بادشاہ سفر میں جاتا تھا تو اس وقت بھی وہ معمول کے مطابق دربار کیا کرتا تھا اس وقت لکھنؤ صوبائی عاملوں اور ایجنڈوں کے رہائش گاہوں پر یا مسافریہ ریاستوں سے دیوانہ لگاتے ان کا فرض تھا کہ بادشاہ کے دربار میں آئیں اور آداب کریں ۱۲ اس لئے کپ کے دربار کی اپنی اہمیت تھی کہ اس کے ذریعے بادشاہ سلطنت کے صوبوں کے عاملوں اور عسکری اداروں سے ملاقات کرتا تھا اور ان کے ذریعے صوبوں کے حالات سے واقف ہوتا تھا۔ باجگزار ریاستوں کے حکمران بھی جیب بادشاہان کی بات کے گمزنہ تھے تو اگر اپنی فداواری اور اطاعت کا اظہار کرتے تھے

سطح در حکومت میں تہج پورہ اگر وہی اور لاہور میں سلطنت

کے دار الحکومت رہے جہاں مغل بادشاہوں نے عذات تعلق اور خاص طور سے دربار کے لئے ۹ دربار عام ڈو دربار خاص میں عاریتیں ہزایش دربار عام و خاص کی عمارت و راصلے بادشاہ کے محل کا ایک مندر ہوا کرتی تھی۔ تہج پور میں دیوان عام کی جو عمارت ہے اس میں ایک وسیع صحن ہے اور اس کے وسط میں بادشاہی دربار (مندیپ) بنی ہوئی ہیں اس کے مشرقی جانب ایک بالکونی ہے جو جنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے زمین سے اس کا بلندی ۸ فٹ ہے اس جگہ پر بادشاہ کا تخت رکھا جاتا تھا اگر وہ دیوان عام کی جو عمارت ہے یہ لمبائی میں ۱۹۲ فٹ اور چوڑائی میں ۶۴ فٹ ہے یہ بھی جنگ سرخ کی بنی ہوئی ہے ایوان کی پشت پر ایک بالکونی ہے جہاں کے بادشاہ کا تخت رکھا جاتا تھا اور کئی کئی پشت پر ایک دروان تھا جہاں

کے بادشاہ و دربار کے بد عزم میں جاتا تھا باکوئی کے سامنے جنگ سڑک کی چوکی تھی جس پر غریب برکھروہر اور امراء شاہی احکامات سناتے تھے یہاں

دیوان عام میں کٹری کے بنے ہوئے دو کھڑے دریشک تھے پیسے دے کھڑے میں جرماء اور غیر اہل ہو سکتے تھے بلکہ دو کھڑے میں کم رتبہ کے سفراء اور احمدی ۱۵۷۸ء داخل ہو سکتے تھے ان کھڑوں کے باہر امراء کے ملازمین اور عام لوگ کھٹے ہو سکتے تھے جاگیر گیر اپنے صدر حکومت میں ان دو کھڑوں میں تبدیلیاں کیں اور ان میں مزید امتیاز پیدا کرنے کے لئے اس نے پیسے کھڑے کو چاندی کے بنوایا اور جھوکہ کے دونوں جانب اخیوں کے لمبے رکھوا دیے جھوکہ ا جہاں بادشاہ کا تخت ہوتا تھا اس کی بیڑھیاں اور کٹری کے بنے ہوئے اخیوں کے جھوسوں پر اس نے چاندی کے چتر چڑھوا دیے ۱۵۸۰ء

شاہ جہاں نے دہلی میں لال تلوار میں جو دیوان عام تعمیر کرایا تھا اس میں جھوکہ کی باکوئی کے تین جانب کھڑے تھے جو چاندی کے بنے ہوئے تھے اور ہر کھڑے کے درمیان میں ماسد چھٹا ہوا تھا جہاں پر گرنہ برادر چاق و چوبند کھٹے رہتے تھے اس کھڑے میں گرنہ برادر علی عہدہ داروں اور منصبداروں کو داخل ہونے کی اجازت دیتے تھے یہاں دوسرے کھڑے منصبداروں کو داخل ہونے کی اجازت تھی ۱۵۸۱ء اس کے بعد سرخ پتھر کا بنا ہوا ایک کھڑا جس پر پیشی اور منک کے چھوٹے پڑے ہوئے تھے یہاں پر گرنہ برادر دوسرے کم منصبداروں کو گئے کی اجازت دیتا تھا اس میں احمدی ۱۵۸۱ء وہ لوگ جن کو خاص عہدے ملا یا گیا ہو آتے تھے اس کے باہر باقی امراء کے خادم کھڑے ہوا کرتے تھے۔

چاندی کے کھڑے میں تمام امراء اپنے اپنے عہدے اور رتبہ کے مطابق کھٹے ہوا کرتے تھے یہاں پر وزیر خزانہ ۱۵۸۱ء اور دوسرے حکومت کے عہدیدار فیصلہ کئے اپنے اپنے شعبوں کے معاملات و مقدمات بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے تقریر، ترقی، خزاہوں میں اضافے، جاگیر کی بخشش، قحط و تحائف کا دینا اور منہات کے بارے میں تیار کرنا ان تمام امور اور معاملات کے فیصلے دربار ہی میں ہوا کرتے تھے ۱۵۸۱ء

منہاج نے دربار میں تین کھڑوں کا ذکر کیا ہے سنہری (سونا)، بدھلی (چاندی)

اور کٹری کا، محمد بابا علی کو بادشاہ کی موجودگی میں تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے سبکی کٹری ایک کیوبٹ فٹ بلند تھا اور اس میں صرف شہزادے داخل ہو سکتے تھے چاندک اور کٹری کے کڑوں کے درمیان جو فاصلہ اور جگہ تھی اس میں صرف اُترا کٹری ہو سکتے تھے کٹری کے کٹری کے باہر زمین سے سچے لوگوں کے کٹری رہا کرتے تھے اور ان کے پیچھے چار ہاتھی اور بہت سارے سپاہی (۹)

ان کٹریوں کے درمیان میں میر توڑک اور لیال کٹری رہا کرتے تھے اور اس پر نگاہ رکھتے تھے کہ کوئی شخص اپنی مقرر کردہ جگہ سے نہ بچے (۱۰) صوبہ نے یہ سپاہیوں کے بارے میں کھانا کہ یہ بھی تین جہازوں میں تقسیم تھے اول درجہ جو سونے کے گز لٹے ہوتے تھے دوم چاندک کے اور سوم لوہے کے سبکی یا سونے کے گز والے صرف شہزادوں کو شاہی کھانا دینا تھا (۱۱) ہو چاتے تھے جبکہ چاندک والے اعلیٰ منصب وادان اور جرنیوں کو اور لوہے والے معمولی قسم کے حیر (۱۲) کرتے تھے (۱۳)

ہمالیوں کے عہد میں یہ سلاطین تھے کہ بادشاہ کی آمد کا اعلان نکال دے یا کر کیا جاتا تھا اور دربار کی برخاستگی کا اعلان توپ پھوڑ کر (۱۴) اس کے بعد یہ وقتوں میں پڑا کہ بادشاہ کی نقل و حرکت کی اطلاع نسبت بجا کر دی جاتی تھی اور نسبت کے مختلف حصوں سے اس کی مختلف مشغولیات کا اعلان ہوتا تھا (۱۵)

اس بات کی سستی سے تنگدشت رکھی جاتی تھی کہ بغیر اجازت کے کوئی شخص دربار کے حدود میں قدم نہیں رکھے (۱۶)

دربار کو خاص خاص موقع پر خصوصیت کے ساتھ سمایا جاتا تھا مثلاً نمودار پر بادشاہ کی سالگرہ پر جو قریب شمس صبا سے ہوا کرتی تھی اس موقع پر اس کا وزن کیا جاتا تھا شاہی بچوں کی پیدائش پر عیدین پر غیر ملکی سفیر کی آمد پر دھڑ اور دیوالی کے تہواروں پر کسی منج کی خوشی میں یا بادشاہ کی بیماری کے بعد صحت کے موقع پر ایسے مواقع پر بادشاہ یا امراء دربار کی زیب و زینت و آرائش کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے اور اس کو موقع کی مناسبت سے شان و آرائش سے سمایا جاتا تھا۔

رُحومات

جب بادشاہ دربار میں آتا تھا تو اس کو دیکھ کر درباری بے ہوش ہوتے تھے۔ اسے خوش آمدید کہتے تھے جب وہ تخت پر بیٹھ جاتا تھا تو قورۃ العواریں ٹٹھکیں اور پیڑے تخت سے بائیں جانب رکھے ہوئے ایک لٹول پر ترتیب سے رکھ دیے جاتے تھے، کچھ کلیم اس کی پشت پر کھڑے ہو کر گھس رانی کرتے تھے (۱۷)۔ گھس رانی کا یہ امتیاز کبھی شہنشاہان اور خاص اہل دربار کو بھی دیا جاتا تھا۔

بادشاہ کو آداب کرنے کے مختلف طریقے تھے ان میں ایک کوزنش تھا کوزنش میں سید سے اتھو کی پھیلی کو پیشانی پر رکھ کر سر کو جھکاتے تھے ابو الفضل لکھتا ہے کہ کوزنش کے قرار داد میں درج ہے انسان اپنے سر کو جو رُحومات و معقولات کا فرنیہ ہے اپنے تیز منہ اور میں ٹیکر محض اندس پر قربان کرے اور اس طرح فراں برداروں کا فقر ہو کر جان سپاری کیلئے تیار ہو دیتا رہے۔ دوسرا طریقہ تسلیم کا تھا اس میں سید سے ہاتھ کوزنیں پر رکھ کر آرام کے اٹھاتے تھے اور سید سے کھڑے ہو کر سید سے ہاتھ کی پھیلی کو سر پر رکھتے تھے ابو الفضل اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ اس بہترین طریقہ پر اپنے نفس کو مالک سے ہاتھ فروخت کرتے ہیں (۱۸)۔ کوزنش اور تسلیم دونوں سے درباری کا اہلبہرہ فقیہ ابو فرمان برداری کا ظاہر ہوتا تھا۔

اکبر نے اپنے عہد میں سجدہ کی رسم بھی شروع کی تھی (۱۵۸۳) لیکن اسپر علیا اور ندر میں طبقہ کی جانب سے بہت سے اعتراضات کیے گئے تھے اس لئے اس نے عوام کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے سجدہ کی رسم کو دیار عام سے ختم کر دیا لیکن دیوان خاص جہاں صرف خصوصی اہل درباری شرکت کرتے تھے اس رسم کو باقی رکھا (۱۹) لیکن اکبر نے علماء، سادات اور درجہ مذہبی لوگوں کو اس رسم سے دو دن جگہ صاف کر دیا (۲۰) سجدہ کی رسم کی تاویلات کے باوجود جھوٹا فوٹا دیار کے علماء کی جانب سے دی جاتی تھیں یہ رسم عوام میں اور خصوصیت سے علماء میں مقبول نہ ہو سکی اسناد میں اس کی مخالفت جاری رہی جہاں پھر نے اگرچہ اس رسم کو بالکل ختم تو نہیں کیا لیکن اس کی ادائیگی پر آٹا زور بھی نہیں تھا۔

لیکن شاہجہان نے آفت نشین ہونے کے بعد، مسجد کی رسم کو مکمل طور پر ختم کر دیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے نے چہار تسلیم، کو خروار کیا اس کی ادائیگی کا طریقہ تھا کہ ایک شخص جسے پہلے گھٹنوں کے بل جھکے اس کے بعد اپنے ماتھے کو اپنے سیدھے ہاتھ کی تہیں سے جھونے اس کے بعد ہاتھ کو اتنا جھکائے کہ اس کی پشت زمین سے ٹکرا جائے اس طرح اس طریقہ کو چار مرتبہ چھوٹا بادشاہ نے عمار کو چہار تسلیم سے بھی بڑا کر دیا تھا کیوں چہار تسلیم بھی ایک شکل میں مسجد کی نمائندگی کرتے تھے اور سرگزمین پر رکھنے کے بجائے ہاتھ کی تہیں کو زمین سے جھک کر ماتھے پر رکھنا اس کی ایک عادت تھی اعلیٰ بادشاہ نے عمار کو اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ اسے دوبار میں تمام مسلمانوں کے انداز میں استعمال ہو سکے، کہا کریں یہاں شاہجہان نے اپنی حکومت کے دسویں سال میں ہاتھ کی تہیں کو زمین سے جھونے کے طریقہ کو ختم کر دیا، عالمگیر نے بادشاہ بننے کے بعد اس طرح دوباروں کو اس بات کی اجازت دی کہ وہ استعمال ہو سکے کہہ کر بادشاہ کو آداب کیا کرتے۔

یہ دستور تھا کہ جب کسی شخص کو کوئی منصب، تہذیب جاگیر خلعت یا حق دیا جاتا یا اس کی فرقہ ہوتی تو انعام پانے والا شخص اس خوشی میں تین سیلوات مانگا کرتا تھا، اگر کسی شخص کو کوئی انعام بلام است بادشاہ کی جانب سے ملتا تھا، شاہی تصویر، گھمے کا پار، یا موتیوں کا مالامال دستور تھا کہ وہ تہذیب کو اپنے سر پر رکھتے اس کے بعد اسے اپنے خلق کا نیا گروں سے چھوٹے اور اس کے بعد چہار تسلیم بجالائے خلعت کی ادائیگی کے وقت بھی چہار تسلیم کی رسم ادا کی جاتی تھی اور یہ روایت تھی کہ خلعت ملنے کے فوراً بعد اسے پہن کر دوبارہ دوبار میں لایا جاتا تھا اور پھر دوبارہ چہار تسلیم بجالائی جاتی تھی اس رسم کی ادائیگی کے بعد اس کو کندھوں پر ڈالا جاتا تھا اگر کوئی خلعت انعام میں دی جاتی تھی تو پھر صرف ایک ہی مرتبہ چہار تسلیم بجالائی جاتی تھی اگر بادشاہ کسی کو انعام میں ملو دیتا تھا تو اس صحت میں ملو اور کو گروں میں حائل کیا جاتا تھا سرکش کو اس کی پشت پر باندھا جاتا تھا چہار تسلیم ادا کرنے کے بعد وہ ملو اور کو نیام میں ڈالتا تیرہ کان یا بندھن کو اپنے ہاتھ میں لیتا اور پھر دوبارہ چہار تسلیم بجالاتا۔

دوبار میں نشستوں کا باقاعدہ انتظام ہوتا تھا اور یہ کہ کوئی

کہاں کھڑا ہوگا؟ ۹۔ اندر کا تخت سے کتنا فاصلہ ہوگا؟ اس کا پورا پورا حساب رکھا جاتا تھا اس لئے دیباہ میں شہزادوں اور امراء کیلئے جگہ میں مقرر تھیں۔ مثلاً سب سے بڑا شہزادہ اگر ایسا وہ ہوتا تھا تو اس کا فاصلہ شاہی تخت سے چار گز ہوا کرتا تھا اگر اس کو بیٹھنے کی اجازت مل جاتی تھی تو اس صورت میں تخت سے اس کی نشست کا فاصلہ ۸ گز ہوا کرتا تھا دوسرا ذمیرا شہزادہ اگر ایسا وہ ہوتا تھا تو اس کا تخت سے فاصلہ ۱۰ گز ہوا کرتا تھا اگر بیٹھ سکتے تھے تو پھر تین سے بارہ گز کا فاصلہ ہوا کرتا تھا چھوٹے شہزادے کو تخت سے قریب جگہ دی جاتی تھی اگر وہ باری ایستادہ ہوتے تھے تو ان کا تخت سے فاصلہ تین سے پندرہ گز ہوا کرتا تھا اگر بیٹھے ہوتے تو پھر یہ فاصلہ پانچ سے بیس گز تک کا ہوتا تھا "قدیم" اور اعلیٰ امراء کو اگر ایستادہ ہوتے تھے تو سارے تین گز کے فاصلے پر جگہ دی جاتی تھی بیٹھے ہونے کی صورت میں دس سے سارے بیس گز کے فاصلے پر رہنا ہوتا تھا ۱۰۔

دربار میں درباریوں کی نشست اس کے عہد کے اور طبقہ کے مطابق رکھی جاتی تھی۔ دیباہ میں تخت سے دائیں بائیں جانب کھڑے ہوتے تھے اور اس کے سامنے کا حصہ کھلا رہتا تھا عام طور سے ایک جانب امراء اور حکومت کے عہدیدار ہوا کرتے تھے جب کہ دوسری جانب علماء اور مذہبی اگروں کا اخصام ہوتے تھے۔ بادشاہ کی آمد پر تمام درباری گودیش اور تسیم بجا لاتے تھے اور پھر فائوشی سے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا اس بات کی علامت تھی کہ وہ بادشاہ کی خدمت کیلئے تیار ہیں (۱۱)۔ دیباہ میں ہر وقت شاعر، فنکار، موسیقار، گویے پہوان اور دوسرے تماشا کرنے والے یا تفریح مہیا کرنے والے افراد رہا کرتے تھے تاکہ کسی بھی وقت بادشاہ کے حکم پر اپنے اپنے کمالات کا مظاہرہ کر سکیں (۱۲)۔

دربار یوں کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ بادشاہ کی موجودگی میں ایک جگہ پر سے بات چیت کریں یا زور سے بولیں ضروری تھا کہ دیباہ میں کھڑے خاندانی رجبہ ۱۱۔ کسی شخص کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ بغیر اجازت کے اپنی طرف جگہ سے بے ان آداب کی فدا سی خلاف مذہبی بادشاہ کا تہر و غضب اور عقاب نازل کر سکتی تھی اگر بادشاہ دیباہ میں کسی ایر پر نظر ڈالنا اور اس پر اپنی خوشنودی ظاہر کرنا چاہتا تو

اس کی طرف دیکھ کر اپنی آنکھ کی جھونکیں کو حرکت دیتا یا کچھ صوفیہ میں سر بھی نہکڑا کرتا اس سے اس کی خوشنودی اور اظہارِ پسندیدگی ظاہر ہوتا تھا کسی پسندیدہ عاویج کی آمد یا رفت کی خبر پہ اس کو اس بات کی اجازت دی جاتی تھی کہ وہ تخت کے قریب آئے اور بادشاہ کے قدم چومے اور بادشاہ اپنی خوشنودی کے اظہار کے لئے اس کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا (۱۷۱)۔

اگر کسی نئے شخص کو دیار میں پیش کیا جاتا تھا تو اس کے میر توڑک کے سپرد کیا جاتا تھا کہ اسے ترقیب دے سکے کہ اسے بادشاہ کی موجودگی میں کس طرح سے پیش آنا چاہیے اور کس طرح سے تسلیم بجالانی چاہیے (۱۷۲) جب وہ دیار میں داخل ہوتا تھا اس کی محل طریقہ سے تلاشی لی جاتی تھی تب دیار کے پرے داماس کی رہنمائی کرتے اور اس سے نام کا اعلان بادشاہ کے سامنے کیا جاتا تھا وہ کوئٹش، یاسیم، بجالانے کے بعد آہنگی کے ساتھ بادشاہ سے مخاطب ہوتا اور اپنے لائے ہوئے تحفے اس کی خدمت میں پیش کرتا اکثر بادشاہ اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار کرتا چاہتا تو اس کے تحفے و نالی عہد پر وصول کرتا اور اس سے چند الفاظ مخاطب ہو کر کہتا وہ نہ بغیر کسی اظہار کے خاموشی سے برخواست کر دیا جاتا تھا اگر بادشاہ کسی امیر فرد میر سے ناراض ہوتا تھا تو اس سے کہا جاتا تھا کہ وہ کچھ دن دیار میں نہ آئے اور بادشاہ کو کوئٹش تسلیم بجانے لائے کوئٹش تسلیم سے مروی ایک ستراقصص کی جاتی تھی کہ وہ دیار میں آنا اور آداب بجالانا امرِ مارد خصوصاً انور کے لئے ایک طرازی کی بات تھی اس لئے محبوب امیر فردی طور پر اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ کسی نہ کسی ذریعہ سے بادشاہ تک سفارش پہنچائی جائے۔ اور اپنے قصور کی معافی چاہی جائے اگر بادشاہ اس کا قصور بخاف کر دیتا تو پھر اسے اجازت مل جاتی کہ وہ دیار میں حاضر ہو اور کوئٹش تسلیم بجالائے (۱۷۳)۔

بروردیاری سے اس بات کی توقع کی جاتی تھی کہ وہ دیار میں آئے تو اپنے بہترین لباس میں آئے اور اپنے ہوش و حواس سلامت رکھے اگر کوئی شخص فساد کی حالت میں آتا تو اس کے رتبہ و عہدہ کے پر واہ کئے بغیر اسے سخت سزا دی جاتی تھی ایک مرتبہ اکبر کے دیار میں لشکر خان فساد کی حالت میں آیا تو مہرا کے عہد پر اسے کچھ دن قید

رکھا گیا، جہاں گیر کے زمانہ میں اس اصول پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا تاہم اس سلسلہ کو روکا گیا۔
 کہ وہ بادشاہ کے چمکیدار اس کا منہ منگھلتے تھے اور اگر کسی نے صرف شراب کو چپا بھی ہو تو اس کو سزا دیا
 میں آنے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ ۱۳۱۱ء

اس طرح وہ بادشاہ کی پوشاک اور لباس کی بھی دیکھ بھال ہوتی تھی ایک
 مرتبہ عالیگیر کے وہ بادشاہی سرگرمی کے لیے لباس میں آیا جو دربار کے شایان شان نہیں تھا تو اس
 بات پر غصہ ہو کر وہی گویا اور بادشاہ نے اسے ایک تنبیہ خط لکھا۔ ۱۳۱۱ء وہ بادشاہ دہلی میں سے
 یہ تھا کہ وہ دربار کی میزبانی یا لڑائی نہیں کر آئے اور اپنے جوتے یا سرچھٹا لائے یہ ایک شرعی رواج
 بھی تھا کہ وہی اٹھائیں اپنے سے اونچے درجے کے لوگوں سے جب جلتے تھے تو سر پر ٹوپی ہوتی تھی
 اور پیر بھی ہوتے تھے جب بادشاہ و دربار میں اگر سختی ہو جاتا تھا تو اس کے بعد سے جب
 تک وہ چلا نہ جائے کسی شخص کو وہ دربار میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی و بادشاہ کو باج
 نہیں تھی کہ وہ اسکو کے ساتھ آئیں یا محال بار تک پاکی ۱۳۱۱ء میں آئیں یا سرخ لباس یا نیم
 آستین پہنے ہوئے یا اپنے کندھوں پر شاں یا چاند لٹائے ہوئے آئیں۔ ۱۳۱۱ء

گہرے اپنے عہد میں اس دستور کو شروع کیا کہ جب کوئی شخص بادشاہ کے
 سامنے درخواست پیش کرے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بادشاہ کو پیش کنندہ کیلئے کوئی
 'مذکورہ قلم' فرود ساتھ لائے چاہے اس کی قیمت کچھ بھی ہو۔ ۱۳۱۱ء

وہ بادشاہ کے وزراء اور سلطنت کے منصب دار اس وقت سے جبکہ وہ پہلی
 مرتبہ وہ دربار میں حاضر ہوتے تھے اور جب تک وہ ملازمت میں رہا کرتے تھے مسلسل
 پابندی کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں پیشکشیں، پیشکشیں کرتے تھے سارا دن اس
 جب پہلی مرتبہ بادشاہ کی خدمت میں آتے تو اس موقع پر وہ قیمتی ڈاندا یا شاہی بادشاہ
 کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ اس سے ذرا بڑے سے وہ اس کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔
 یا غیور اور اہم قیدیوں کو وہ دربار میں بادشاہ کے سامنے پیش کیا جاتا
 تھا اپنے جرم کے اظہار میں۔ جب یہ دربار میں آتے تو تواریک کو گردن میں محال کرتے
 اور اپنے ہاتھوں کو کسی دھال یا کپڑے سے باندھ لیتے تھے بادشاہ توار کو گردن

سے آواز دے گا حکم دیتا تو یہ جرم کی معافی بھی جاتی تھی کاواڑے نے جب خود کو ہایوں کے حوالے کیا تو اس کے ساتھ ہی ہایوں کے سامنے اس حالت میں لائے گئے کہ قریح خان سب سے آگے آگئے طولاً کو گھٹلے میں ڈالے ہوئے تھا جب وہ اس حالت میں اس چرخ کے پاس پہنچا جو کہ دربار میں جل رہا تھا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کی گردن سے تلوار آٹری جائے (۳۰)۔
 یہم خلی (۳۱) نے جب خود کو سپرد کیا (۳۲) اور کبر کے سامنے دربار میں حاضر ہوا تو اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور توار اس کی گردن میں لگی ہوئی تھی اس پر نوجوان بادشاہ نے خود اس کے ہاتھوں کو کھولا، شہزادہ خسرو (۳۳) بغاوت کے بعد گرفتار ہوا تو اسے اس حالت میں جہاں گیر کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور بائیں جانب اس کے پیروں پر زنجیر پڑی ہوئی تھی اس طریقہ کو قدحہ پنگیزی کہا جاتا تھا (۳۴)۔
 جب خاص قسم کے سیاسی تیکی دربار میں آئے تو اس موقع پر اسے غصہ و خروش کے ساتھ مجبوراً جانا پڑا شہزادہ عالمگیر اس موقع پر خصوصی دربار کا انعقاد کیا جب کبھی آبی کو اس کے سامنے پہلی مرتبہ گرفتاری کے بعد لایا گیا (۳۵)۔

دربار میں شاہی تخت کو مقدس سمجھا جاتا تھا (۳۶) اور کسی کو اس شاہ کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ بغیر اجازت کے اس کے قریب آنے ایک مرتبہ شہزادہ اعظم نے بادشاہ عالمگیر سے کچھ دریافت کیا اور جواب نہ ملنے پر وہ غصہ میں آنا آگے بڑھا کہ اس کے پیروں کے تخت چھو گیا عالمگیر اس بے ادبی پر اس قدر ناراض ہوا کہ اس نے غصہ میں غصہ اپنا دربار چھوڑ دیا (۳۷)۔

پسند یہ اعزاء کو اس بات کی اجازت تھی کہ وہ تخت کے نزدیک کھڑے ہو سکتے تھے مہابت خان اور آصف خان شاہ جہاں کے دربار میں بائیں اور دائیں جانب کھڑے ہوتے تھے (۳۸) جہاں گھر پہلا حکمران تھا جسے شاہ جہاں کے دربار میں تخت کے قریب بیٹھنے کو کسی دکانچی "پر میرے" کے کیٹے ایک خصوصی اختیار ہے اس سے پہلے کبھی بھی ایسا دستور نہیں رہا تھا (۳۹) اس کے بعد شاہ جہاں نے دارا شکوہ کو اس بات کی اجازت دے دی تھی کہ وہ تخت کے قریب ایک سونے کی کرسی پر بیٹھ جائے (۴۰)۔

اگر کسی دیوان یا امیر کو اس بات کی اجازت دے دی جاتی کہ وہ بھوکے پیٹ میں
 آگے یا تخت کے نزدیک آئے تو اسے ایک بٹے افزائی کی بات سمجھا جاتا تھا شہزادہ خرم جیب
 میراٹھ کی ہما و روکن کی رہائش گاہ کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے بعد واپس آیا تو اسے بافرزادہ
 دیا گیا کہ وہ تخت کے قریب آئے جہاں گیر اس موقع پر تخت سے اٹھ کر اس سے مل گیا (۵۹)
 وہ بار میں بادشاہ پوری شان، وقار، اہل سکنت کے ساتھ بیٹھا رہتا تھا وہ
 دیوانوں کے سامنے کبھی بھی کسی قسم کی کمزوری ظاہر نہیں کرتا تھا ایک مرتبہ یاہرنے وہ بار میں
 سفروں کا استقبال کیا اور اس موقع پر اپنے پیر میں سخت قسم کی ناقابل برداشت تکلیف
 محسوس کی لیکن وہ وہ بار میں اسی طرح خاموشی سے بیٹھا رہا اور اس نے اپنے جسم کی حرکت
 یا چہرے سے کسی قسم کی تکلیف اور پریشانی کو ظاہر نہیں ہونے دیا ایک مرتبہ عالمگیر کا گھڑا آٹھ
 آیا اور وہ چلنے کے قابل نہیں رہا اس وجہ سے اس کی آمد سے پہلے تخت کے آگے پر دلوال
 دیا جاتا تھا جب وہ تخت پر بیٹھا جاتا تھا تو اس وقت پر وہ اٹھایا جاتا تھا (۶۰)
 وہ بار کی برعکسگی کا اعلان کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ بادشاہ وہ بار سے
 رخصت ہو کر پیچھے دروازے سے حرم میں چلا جاتا تھا (۶۱)

وہ بار عام میں رعیت کے تمام افراد کو اس بات کی اجازت ہوتی تھی کہ وہ
 بلا ٹوک ٹوک آئیں اپنی اپنی شکایات براہ راست بادشاہ کی خدمت میں پیش کریں (۶۲)
 ہمایون نے اس روایت کی ابتداء کی تھی شاہی طبیب ستاکا دار و فخر ہر دور
 وہ بار میں خلعیں ڈاکر تیار رکھے تاکہ جیسے ہی شاہی حکم ہو تو انہی اس شخص کو خلعت دے
 دیا جائے وہ بار میں بادشاہ کے پاس نقد روپیہ بھی ہوتی رہتا تھا بعد کے حکمرانوں نے بھی
 اس روایت کی کمی پانچویں کی (۶۳)

مغل حکمران ہمیشہ اس بات کی محوش کیا کرتے تھے کہ سب سے عمدہ قسمتی
 ہمیشہ بہا اور نادرا مشیاء کو حاصل کریں اس وجہ سے عراق خراسان، سندھ، شام، چین اور
 یورپ کے تاجر مغل دیوان میں آتے تھے اور اپنے ساتھ ہیرے جواہرات، زیورات، موی،
 اور اپنے لئے لکھوں کی مالہ و نایاب اشیاء لے کر آتے تھے وہ بار میں ہمیشہ فی کاش یا نشان

استقبال کیا جاتا تھا اور ان کی اشیاء کی نثر مانگی قیمت دی جاتی تھی۔

یہ دستور تھا کہ شہزادے، صوبائی عامل، مسطقت و ریاست کے اعلیٰ عہدیدار باجگزار و اجیر ملکی حکمران اور اعلیٰ منصب دار و دیار میں اپنا وکیل رکھا کرتے تھے یہ وکیل دیار میں پابندی سے آتے تھے اور یہاں ہونے والے ہر واقعہ کی رپورٹ اپنے آقا کو دیا کرتے تھے ان کا ریکارڈ موجود دیار کی خبروں پر مشتمل ہوتا تھا + احوالات و دیار مطلقہ سمجھاتا تھا اس کے ذریعہ سے وہ اپنے ملک کو ہر قسم کی خبروں سے باخبر رکھا کرتے تھے ہر وکیل اپنے ملک کی ہر غرضی میں ہمارے میں اس کی فائزگی کرتے تھے اور اپنے آقا کے مفادات کا تحفظ کرتا اور اس کیلئے کوشش کرتا بھی ان کا کام تھا اگر کوئی شہزادہ یا امیر زیر خطاب ہوتا تھا تو اس کا وکیل بھی اس سے شاعر ہوتا تھا جب اس کی ذمہ داریاں نکوہ میں جھکڑا ہوا تو اس موقع پر اس کے وکیل نے ”علی خان“ کو بھی مگر غبار کر دیا گیا تھا (۱۵۱)

دیار کی تمام کارروائی کو واقعہ نویس ۱۷۱۱ تقریر کرتا تھا یہ واقعہ نویس کا فرض تھا کہ وہ دیار کی کارروائی کے علاوہ بادشاہ کی ہر تعلق و حکمت کے بارے میں بادشاہ کو کتبے لکھنے کے کھانا کھایا مشروبات پائے کب وہ سویا اور کب پیلا ہوا (۱۷۱۱) بادشاہ اور دیاروں کے درمیان ہونے والی تمام گفتگو کو واقعہ نویس تحریر میں لے لیتا تھا (۱۷۱۱) مونسیرٹ یہدیکہ کریمرن جو گھیا کو واقعہ نویس بڑی تیز س کے ساتھ دیار کی کارروائی اور گفتگو کو کھدیا تھا اس قدر سرعت سے لکھتا اس کے لئے ایک قیوب کی بات تھی (۱۷۱۱)

اگر کوئی بادشاہ کی خدمت میں درخواست پیش کرتا تھا تو اس کو پہلے آؤنڈلند پڑھا جاتا تھا اس کے بعد وہ بارہ دیار میں ملند آؤنڈل سے پڑھا گیا (۱۷۱۱)

دیار میں سفیروں کا استقبال

مغل دیار میں جن ممالک سے

سفیر آتے تھے ان میں ایران کا سفیر دومین، حبش مسقط، ملکو انگلیڈ، البلیڈ اور پرتگال تھے یہ سفیر آؤنڈل بادشاہ کی وقت نشین پر مبارکے بار سے غلط لاتے تھے اور بادشاہ کی

ذات پر تعزیت کے لیے، اس کے علاوہ تعلقات کی بہتری، تجارتی ترقی اور سیاسی اغراض
بھی ان سفروں کے مقاصد ہوا کرتے تھے ان سفروں کی آمد اور تباہ کن مگر جوہر سے بہت سی سیاسی
اور تجارتی امور حل ہوتے تھے اور ان ملکوں سے دوستانہ تعلقات برقرار رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

سیفر کی آمد پر دربار میں کافی انتظامات کئے جاتے تھے جیسے ہی سیفر
محلِ سعادت میں قدم رکھتا تھا تو صوبے سے عامل اور حکومت کے عہدیدار اس کو پرستم کی سہولت
فرماہم کرتے تھے اور جہاں سے وہ گزرتا تھا اس کے آرام و کوشش کا پورا پورا خیال رکھا جاتا
تھا جب سیفر آمد اس کی جماعت و دربار کے نزدیک پہنچتے تو عامل حکومت کے عہدیدار و امراء کو
ان کے استقبال کے لئے بھیجا جاتا تھا یا زور اور مارکیٹ کو ان کی آمد کے موقع پر حضوریت سے
سجایا جاتا تھا جب وہ پہلی مرتبہ دربار میں آتے تھے تو ان کے اخراجات میں دربار کو خاص طور سے
ترتیب دیا جاتا تھا اور اس کی ترب و زینت پر توجہ دیا جاتی تھی (۱۵۰)

سیفر کی رہائش کیلئے کھلی ملی منصبیہ اریا امیر کی رہائش گاہ منتخب کی
جاتی تھی اور وہ امیر اس بات کا ذمہ دار ہوتا تھا کہ مہمان کی خاطر تواضع کرے اور اس کو پرستم
کی سہولت پہنچاتے (۱۵۱)

سیفر ریاست کے مہمان ہونے تھے اور ان کے تمام اخراجات بھی ریاست
کے خزانے سے ادا کئے جاتے تھے (۱۵۲)

دربار میں آنے سے پہلے اسے سیر نورنگ و دربار کے آئین و آداب سکھاتا
تھا کہ وہ جب بادشاہ کے سامنے جائے تو کس انداز میں اسے آداب بھرے کبھی کبھی یہ عبادت
تبدیل کر لی جاتی تھیں اور کبھی کوئی سیفر ان سے انکار کر دیتا تھا (۱۵۳) جب وہ دربار میں آتا تو
اس کی آمد کا اعلان کیا جاتا تھا اور اس کے رقبہ کے مطابق و دربار میں نشست کا انتظام ہوتا
تھا شاہ مہما سپہا سیفر جب کبھی کے دربار میں آیا تو (۱۵۴)

کے کونٹیشن واک اور خدمت کے ایک کونے پر خطہ کو دکھا (۱۵۵) سیفر کا لایا ہوا خط پہلے دربار
کا کونٹا میر لیتا تھا اور اسے کھول کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتا تھا، خط کو پڑھنے سے بعد
بادشاہ ان تمناؤں کو وصول کرتا تھا جو سیفر اپنے ہمراہ لاتا تھا انکے کبھی کبھی بادشاہ اس سے کہیں

حکمران کے بارے میں سوالات کرنا تھا، کبھی اس کے سفر کے بارے میں معلومات کرنا تھا اور کبھی اس
 لائے ہوئے تحفوں کی تعریف میں چند جملے کہتا تھا اگر سفیر کا لایا ہوا خط بادشاہ خود دیکھتا تھا تو یہ
 ایک بڑے اغراض کی بات سمجھ جاتی تھی ۱۱۷

سفیر کی پہلی اور آخری ملاقات کے وقت بادشاہ کل جانب سے اسے خلعت
 گھوڑے ہاتھی اور نقدی دی جاتی تھی، اس کے علاوہ اسے قدامتاً قیمتی ویش پہنا دیتا
 تھا مختلف دیئے جاتے تھے اپنے تیار کے دوران اسے مختلف لوازم و موتوں پر چڑھایا جھکتے تھے یہ بھی
 و متقد تھا بادشاہ کی مرضی کے بغیر وہ دربار چھوڑ کر واپس نہیں جاسکتا تھا اگر کسی سفیر کو ایک
 طویل عرصہ کے لئے دربار میں رکھا جاتا تھا تو اس سے بادشاہ کی سروربری ظاہر ہوتی تھی اس
 وجہ سے کثیر فیملی حکمران اپنے خلیوں اس بات کی مدح خواست کرتے تھے کہ ان کے سفروں کو
 جلدی دربار سے رخصت دے دی جائے۔

مفتی حکمران ایران کو اپنے ہم پلہ سمجھتے تھے اس وجہ سے ایرانی سفیر
 کو اس بات کی اجازت ہوتی تھی کہ وہ دربار میں ایرانی طریقے سے بادشاہ کو آداب سبب لائے ۱۱۸
 جہاں گیر شاہجہاں اور عالمگیر کے زمانے میں جیسے ایران سے تعلقات مجسمے تو یہ مراعات
 ان کے بچانے، شہابی سفروں کو رک جمانے لگیں تھیں بخدا اس کے بعد اور کاشغر کے سفیر کو زیادہ اہمیت
 نہیں دی جاتی تھی، جو سفیر بڑے اور طاقتور ملکوں سے آتے تھے وہ اپنے حکمران کی برتری
 کو ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور کسی و کسی موقع پر شعر، نظم، نثر
 یا بیانیہ میں اس کا اظہار کرتے تھے دربار کے شعراء اور درباری اس موقع پر فریاد پر
 اس کا جواب دیا کرتے تھے اس قسم کے مواقع پر یا تو دربار کا ماحول بہت خوش گوار ہو جاتا
 کرتا تھا یا پھر اس سے تلخی پیدا ہو جاتی تھی ۱۱۹

نہ اس دے بڑے خوبصورت انداز میں اس ایرانی سفارت کا ذکر کیا ہے
 جو ۱۱۹۰ء میں جہاں گیر کے دربار میں آئی تھی :

”پہلے کھڑے پر پہنچ کر اس نے تین مرتبہ تسمیحات داکیں اور عجیبے
 کئے داخل ہونے کے بعد اس نے پھر اسے دھرایا اس کے بعد شہنشاہ

جہاں گیر کو خط پیش کیا جسے بادشاہ نے جسم کی معمولی حرکت کے ساتھ لیا اور

اس سے مرقا تالو چھاکر میراجانی کیسلے ۱۱۹۰ھ

جہاں گیر نے ایرانی سفیر کو نصرت دیا جس پر اس نے تسبیحات ادا کیں۔ ۱۱۰ اپنے ساتھ جو تحائف لایا تھا اس میں مرلہ گھوڑے، خمر، محض سے لیسے ہوئے اونٹ ایرانی پر مے، خشک، گھڑیان، تاملین، موتی، ایرانی مشروب، اشغاف، میٹھا پانی، نمبر، تلوا میں جن پر قیمتی پتھر بڑے ہوئے تھے اور دینس کے بنے ہوئے آئینے تھے۔ مقلد اس کے افرازیں بادشاہ نے ایک پر تکلف حیانت کو اور اس کے اخراجات کے بیٹے ۲۰ ہزار روپے دیے گئے ۱۱۹۱ھ اس کے علاوہ جہاں گیر نے اسے جہاز سے خنزیر، زین، والا گھوڑا، تلوار اور سوتے سے کڑھی ہوئی بغیر آسینوں والی تبا ایک کھنٹی جس پر ہر گنگے ہوئے تھے اور گھڑی کا جھنڈ اور چامیس ہزار روپے نقد اور کئے ۱۱۹۱ھ شاہ دیکھ کر کی سفارت کی آمد کے موقع پر (۱۱۹۱ھ) جو دلیگیر کے زمانہ میں آئی تھی اس کے استقبال کیلئے محمد امین خان کو ایک ہزار سوا سو روپے کے ساتھ بھیجا گیا اور اس سے کہا گیا کہ سفارت کی آمد کا مقصد دریافت کرنا اس موقع پر تمام بازار اور راستے خاص طور سے سجائے گئے تھے، اور جگہ جگہ موسیقی کا انتظام تھا۔ اپنی آمد کے موقع پر اس نے دوبارہ میں ایرانی طریقہ سے آداب کئے جبکہ دوبار کے عہدیداروں نے اسے بے حور کیا کہ وہ مغل عہدیدار کے آداب کے مطابق چھیکے اس نے شاہ دیکھ کر کا خط دوبار میں پیش کیا جسے بادشاہ کے بڑے مشیر نوے مغل نے لیا اور یاد اور بلند اسے دوبار میں پڑھا گیا بادشاہ کی جانب سے اسے نصرت پیش کیا گیا اس کے بعد اس نے اپنے تحائف بادشاہ کی خدمت میں پیش کئے جن میں گھوڑے، اونٹ، گلاب کا پانی اور فالینے شامل تھے (۱۱۹۰ھ)

یہ سفیر جب مغل دوبار میں آئے تھے تو اپنے اپنے لکھن کی تار و شیاہ کو ساتھ لاتے تھے ایک مرتبہ ایک سفیر آکر کیلئے کہوڑا اور ایک کہوڑا باز لایا (۱۱۹۱ھ) یہی کے حکمران قاسم خواجہ تھے جہاں گیر کے بیٹے پانچ سفید نقاب بھیجے شریف کو کی جانب سے جو سفیر آئے وہ مغل بادشاہ کیلئے لکھنے کے دروازے کے پورے ساتھ میں لائے (۱۱۹۲ھ) ایک مرتبہ ایک سفیر نے جہاں گیر کو دیکھا کہ وہ پیش کئے دے

بادشاہ کے روزمرہ کے معمولات

مغل بادشاہ بادشاہت کا ایک اعلیٰ تصور رکھتے تھے اس لئے اپنے روزمرہ کے معمولات کو فرض سمجھتے ہوئے اس کی سختی جیسا تھا یا جتنا کرتے تھے ان کے بادشاہت کے بارے میں جو خیالات تھے ان کی عکاسی ابوالفضل کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ خدا کی نظروں میں بادشاہت سے بڑھ کر اور کوئی عظمت و کمکت اعلیٰ نہیں۔

مغل بادشاہ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ بادشاہت کا تختہ جوا نہیں خدا کی جانب سے ملتا ہے ان کی شخصیت کو افضل اور برتر بنا دیتا ہے اس لئے بادشاہ کے لئے تہذیبی ہے کہ وہ نیک اور پاکیزہ زندگی گزارے مغل کو اپنا رہبر بنائے بیکار اور معمولی بالوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرے اپنی خواہشات کو اپنا تاباں رکھے سزاؤں اور انعامات کے دینے میں باقی نہ کرے تمام رعیت پر رحم رکھے اور ان کی ہر حال میں راجحائی کرے انصاف قائم کرے اور اپنی رعیت کو خوش رکھے سچائی کو قبول کرے اور لائق و قابل لوگوں کی عزت کرے (۱۶)۔

اس نظریہ بادشاہت پر عمل کرتے ہوئے مغل بادشاہ سسٹم کے تمام امور اور انتظامات کی ذاتی طور پر نگہداشت کرتے تھے اور رعیت کے معاملات سے غافل نہ رہتے بلکہ ان کے مسائل حل کرتے تھے اس لئے ان کا زندگی ایک بھرپور زندگی ہوتی تھی وہ اپنے روزمرہ کے معمولات اس انداز میں ترتیب دیتے تھے کہ بادشاہ کی خدمت ہر جگہ اور ہر معاملہ میں ضروری سمجھی جاتی تھی عوام بھی اس بات کے غافل ہو چکے تھے کہ بادشاہ اپنے روزمرہ کے معمولات کو پابندی سے ادا کرتا رہے کہ اس کی ہر حاضری ان کے دلوں میں شک و شبہات پیدا کرتی تھی اس لئے بادشاہ بھی اس بات پر مجبور تھا کہ ہیری و صبا کی کمزوری کے باوجود اپنے روزمرہ کے معمولات کو پابندی سے ادا کرتا رہے کیوں کہ اس کی صحت کی خرابی کا فوراہ ذمہ تمام انتظام میں خرابی پیدا کر دیتی تھی بلکہ اس سے بچاؤ کے غمراہ بھی بڑھ جاتے تھے وہ اپنے روزمرہ کے معمولات صرف اتنا ہی سخت گیری یا کسی حادثہ یا شاہی خاندان میں موت میں تبدیل کرتا تھا اگر اپنے دور حکومت کے

عمل ترین عہد میں صرف چند بار اپنے محلات کو پورا نہیں کر سکا جب تک کہ اپنے بعد کے مدبر حکومت میں اپنے مدبروں کے محلات کو پورا کیا اس نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ انتہائی کمزوری کے وقت میں میں بھروسہ نہیں جاتا رہا اگرچہ میں انتہائی تکلیف اور صبر کی حالت میں تھا لیکن میں نے اپنے مقرر شدہ اصولوں کی پابندی کی (۸۷) شاہجہاں بیوی کی وجہ سے اپنے مقرر شدہ مدبروں کے محلات کو پورا نہیں کر سکا جسکی وجہ سے اس کے بارے میں انوا میں پھیلیں، خانہ جنگی ہوئی اور اس کے نتیجہ میں اسے اپنے تخت و تاج سے ہاتھ دھو کر بڑا۔ عالمگیر جب بادشاہ بنا تو اس حقیقت سے واقف تھا کہ دراصل تبدیلی کے قدر انقلاب تبدیل یاں لا سکتی ہے اس لیے اس نے اپنے پورے مدبر حکومت میں اپنی انتہائی مہارت کے وقت بھی اپنے مدبروں کے محلات کو تبدیل نہیں کیا اور ان پر پابندی سے عمل کیا (۸۸)

بادشاہ سے مدبروں کے محلات سے اس بات کا بھی تعلق ہے کہ بادشاہ ذاتی طور پر ان نظام سلطنت کے برعکاس میں اور ہر امور میں دلچسپی لیتا تھا اور دیوانے میں نشست، خانہ سالانہ (۸۹) اور دوسرا علی شہری دیوبند انصاری کے مشورے سے اہم معاملات کا فیصلہ کیا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ تمام سیاسی، سماجی و معاشرتی اور مذہبی معاملات میں بحث و مباحثہ کیا کرتا تھا شاہی خاندان کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ ان کے معاملات کی بھی دیکھ بھال کرتا تھا اور حکومت کے اداروں کے ذریعے سے اسے تمام ملک کے حالات اور عوام کے معاملات کی خبر ہو آکرتی تھی۔

اکبر پہلا مغل بادشاہ تھا جس نے مدبروں کے محلات کو سخت اصلاحات سے قریب دیا اس کے دن رات کا ہر لمحہ کسی دیکھی سیاست کے کام کیسے مقرر تھا اس کے مدبروں کے اوقات کار سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی زندگی کس قدر مصروف تھی وہ صبح سویرے اٹھتا تھا کچھ وقت صبحانی صفائی اور لباس پر صرف کرتا اور صبح کے طلوع ہونے پر بھرپور تشریف لے جاتا تھا (۹۰) اس سے عام لوگوں کو ایک بہترین موقع مل جاتا تھا کہ وہ بادشاہ کا دیدار بھی کرتے اور براہ راست اس تک اپنی شکایات بھی پہنچاتے تھے اس سے بادشاہ کی عوام تک رسائی ہوتی تھی (۹۱)

کبھی کبھی وہ جھروکہ سے ہاتھ پیر کی لڑائی اور دوسرے قماشے دیکھتا تھا وہ نہ جھروکہ
 ورنہ کسی بعد وہ میل خاد جاتا اور وہاں شاہی ہاتھ پیر کی حالت اور اس شعبہ کے اخراجات
 کو دیکھتا تھا اس کے بعد وہ صبح کا دوبارہ کرتا جھروکہ ملامت کئے کھڑا ہوتا تھا وہ سارے چار گھنٹے
 اخراجات اور دن میں ہونے والے کاموں پر صرف کرتا وہ پھر کو وہ جھروکہ میں آتا اور
 سارے چار گھنٹے بیان صرف کرتا وہ شاہی کارخانوں کے دیکھ بھال کرتا اور جوامہ معاملات بتی
 ان کے بارے میں مفصل کرتا اس کے معلومات میں ملامت بھی تبدیلی کا اعلان تھا وہ بیکار کیا جاتا تھا
 اس کے بعد وہ حرم میں چلا جاتا اور شاہی خزانے کے مسائل حل کرتا (۹۷) قوام کے دوبارہ میں ماحول
 وہ سنا ہوا کرتا تھا اس موقع پر وہ علیہ الامتلا سے بحث مباحثہ کرتا اور مختلف مصلحت
 پر گفتگو کر کے اپنے علم میں اضافہ کرتا کبھی کبھی اہم معاملات پر یہاں بھی بحث ہوتی اور
 انہیں مشورہ سے لے کیا جاتا ملامت کے آخری حصہ میں وہ تھوڑی سی موسیقی سننے کے بعد
 آرام کے لئے خواب گاہ میں جاتا تھا (۹۸)

جیائیر، شاہجہاں اور عالمگیر نے ان معلومات کی فدا سی
 تبدیلی کے ساتھ، پابند کی ہمیں حاضر تیار ہیں سے شاہجہاں کے زمانہ کے معلومات کے
 بارے میں پوری تفصیلات ملتی ہیں جغیس وہ سختی کے ساتھ لپکا گیا کرتا تھا، وہ صبح سویرے
 جلدی اٹھا کرتا تھا اور قبر کی نماز محل کی مسجد میں لپکا کرتا تھا اس کے بعد جھروکہ ورنہ کے
 لئے آتا تھا (۹۹) اور جھروکہ میں مذکور سی رہا کرتا تھا اس وقت میں کبھی کبھی تبدیلی میں
 ہوتی رہتی تھی (۱۰۰) جھروکہ کے سامنے ایک کھنہ ہوا میدان تھا جہاں تفریح کے لئے قماش
 رکھیں ہوا کرتے تھے شلاق موسیقی رقص، ہاتھ پیر اور دوسرے جانوروں کی لڑائی جانوروں
 اور بڑوں کے کرتب شاہی قلعہ کے افسران اور سپاہیوں کی پریشہ ویزہ یہاں ہر رنگ اپنی
 وہ فراموش تیر کس رکاوٹ کے برابر راستہ بادشاہ کو دیا کرتے تھے (۱۰۱) اپنی حسن کا خیال
 ہے کہ شاہجہاں کی طرح براہ راست وہ خلافت میں نہیں لپکا تھا بلکہ پہلے سرکاری عہدہ لپکا
 لپکا کرتے تھے اور بعد میں دولت خاد یا خلوت خاد میں وہ بادشاہ کے ملاحظہ کیے پیش
 کی جاتی تھیں (۱۰۲) جھروکہ ورنہ کے بعد دوبارہ عام مشغول کرتا تھا جس میں صدیوں

دیوانہ بیعت^{۱۳۳} میرآتش^{۱۳۴} مشرف توپ خاں^{۱۳۵} اور مختلف شخصوں کے بخشی ہوا کرتے تھے مدبار میں یہ وقت کے قریب گھڑے ہوتے تھے اور اپنے اپنے مقدمات و معاملات بادشاہ کے ملاحظہ کیے پیش کرتے تھے بادشاہ تمام کاغذات کو خود ملاحظہ کرتا تھا اور اس موقع پر ترقی، تنخواہ کا اضافہ اور تفریق کے معاملات کا فیصلہ کیا جاتا تھا صدر این سے آئی ہوئی رپورٹیں پڑھی جاتی تھیں اور شاہی فرامین تحریر کئے جاتے تھے اس کے بعد وہ شاہی باغی گھوڑے اور دوسرے جانوروں کو دیکھتا تھا کہ انہیں مناسب غذا دی جا رہی ہے یا نہیں (۱۳۶)

اس کے بعد وہ غسل خانہ یا خلوت خانہ میں جاتا تھا جہاں شاہجہاں اس جگہ میں دوسرے مدبار کیا کرتا تھا ایک مرتبہ صبح کے وقت دربار عام کے وقت بعد اور دوسرے شام کے وقت یہاں وہ ان پر معاملات پر بات چیت کرتا تھا جو دربار عام میں پیش نہیں کئے جاسکتے تھے اس جگہ پر مختلف صوبوں کے بڑے عاملوں کا تقرر ہوتا تھا، تمام شاہی فرامین کو خود پڑھتا تھا، اگر کسی کوئی غلطی ہوتی تھی تو اسے ٹھیک کرتا تھا یہ فرامین اس کے بعد امزک ہلز سے سربراہ کرائے جاتے تھے، صدر، ان فریڈ منڈ اور حاجت خاں خاں کے مقدمات بادشاہ کے سامنے پیش کرتا تھا، جو دیوانہ عام میں لوگوں کے سامنے نہیں آنا چاہتے تھے ان لوگوں کے بادشاہ مدد و مشاورت کے طور پر غلطی مقرر کرتا تھا کبھی کبھی وہ مذبح اور نیاوی مونسوٹا پر گفتگو کرتا تھا وہ فن کے ان نژادوں کو بھی دیکھتا جو شاہی کارخانے میں تیار ہوتے تھے ان میں مصوری اور غلطی کے شاہکار بھی شامل ہوتے تھے وہ نئی عمارتوں کے نقشے دیکھتا جو کہ تعمیر کے مراحل میں ہوتی تھیں اور اگر منست ہونے کو ان میں تبدیلیوں کی جانب توجہ دلانا اس کے مشورے توڑا انہیوں تک پہنچا دیے جاتے تھے جو اس کی ہدایات کے مطابق عمارت میں رد و بدل کیا کرتے تھے۔

اس کے سامنے میرے دربارت، تولیدات، املاویں، پرندے جانور ملاحظہ کیے لائے جاتے تھے وہ تقریباً روز گھنٹہ غسل خانہ میں^{۱۳۷} نہاتا تھا^{۱۳۸} غسل خانہ کے بعد وہ شاہی بزم جایا کرتا تھا جو دہلی آگرہ اور لاہور

میں تھے، ابتدا میں یہاں صرف شہزادوں کو اجازت تھی کہ وہ بادشاہ کے ہمراہ رہیں لیکن اس کے بعد دربار، دکن، مالدیو اور دوسرے اعلیٰ القابداروں کو اس بات کی اجازت دے دی گئی کہ وہ یہاں سکھان معاملت پر گفتگو کریں جنہیں لوگوں کے سامنے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہیں پر صوبائی باطلوں کے نام، انتہائی اہم خرائین کیے جاتے تھے، وہ شاہ بروج میں تین گھڑی گزارتا تھا اس کے بعد وہ حرم میں چلا جاتا تھا اور شاہی خواتین کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھاتا اور کچھ دیر قیلولہ کرتا، ظہر کی نماز کے بعد، مساز محل غریبہ بعد مناجات خواتین کے مقدمات ملاحظہ کیے پیش کرتی جنہیں وہ وظیفہ جاری یا نقدی انعام میں دیتا اور کوئی لڑکی ہوتی جس کے چیز کا انعام نہیں ہو سکتا تھا تو اس کے لئے رقم دی جاتی اور بعض اوقات ایسی لڑکیوں کی شادی کا انتظام بھی کیا جاتا تھا وہ حرم میں عصر کی نماز تک ٹھہرتا تھا جو وہ مسجد میں ادا کرتا اور اس کے بعد دوبارہ غسل خانہ میں جاتا تھا کہیں وہ شاہی کمرہ کو داخل ہوتا تھا شام میں فصل خانہ میں چراغاں ہوتا تھا اور بادشاہ موسیقی یا ہرizon کی شرابی سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

۸ بجے رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر وہ دوبارہ شاہ بروج میں جاتا تھا جہاں جنسی اور مکمل بقایا مقدمات کو نصیب کے پیش کرتے تھے اس کے علاوہ حرم میں جانا شام کا کھانا کھاتا اور تقریباً ایک گھنٹہ تک موسیقی سنتا، اسے خل کا ذخیرہ اور تہبہ داگ و گیت بہت پسند تھے جب وہ غراب گاہ میں جاتا تو خوش الحان نادی اسے تارکھ اند پیغمبروں عکرائی اور بڑے لوگوں کی زندگی کے حالات پڑھ کر سناتے تھے۔ وہ طرز نامہ بایزنامہ اور اکبر نامہ بڑے شوق سے سناتا تھا جبکہ وہ دن کوئی دیر نہیں ٹھہرتا تھا اور اس دن چھٹی مٹاتی جاتی تھی ۱۵

مالگیر بھی اپنے مدنامہ کے محولات میں بڑی سختی سے پابندی کرتا تھا

اور مصافی طود پر انتہائی طاقت ور شخص تھا اور اپنے جباری یا کمزوری کو کسی بظاہر نہیں ہونے دیتا تھا وہ صبح سویرے جلدی اٹھتا تھا بجز کی نماز پڑھتا اور اس کے بعد تلاوت میں مصروف ہو جاتا اور تسبیح پڑھتا ساڑھے آٹھ بجے وہ جبرو کہ و شرن کیلئے آتا جو بعد میں اس نے ختم کر دیا (۱۶۹)

وہ صبح کا دوبارہ ساڑھے نو بجے منفقہ کرتا جہاں بخشی اپنے متعلقہ ٹھکانوں کی رپورٹیں اس کے ملا خطہ کے لیے پیش کرتے جنہیں وہ خود پڑھتا تھا دیوان عام سے وہ دیوان خاص میں آتا اور یہاں وفد امیر سردار ملت پر بات چیت کرتا اس موقع پر تقریبی اود تہا ولدہ سنگھ رامین بھی حیات کی جاتے یہاں سے وہ حرم میں چلا جاتا دوپہر کا کھانا کھاتا اور کچھ دیر آرام کرتا ظہر کی نماز کے بعد وہ پھر خلوت خادو خان میں آتا اور ان کاغذات پر دستخط کرتا جو دیوان اس کے ملاحظہ کیلئے لاتا تھا عصر کی نماز کے بعد وہ پھر انتظامی معاملات میں مصروف ہو جاتا اور یہ خطہ مغرب تک رہتا اکثر وہ دیوان پر نہ ہی مسافر پر گفتگو کرتا تھا اور کبھی کبھی قیصر خواجہ سے قلعے متقا یا سیاحوں سے ان کے سفر کے مشاہدات و مشاعرہ کی نماز کے بعد دربار برخواست کر دیا جاتا تھا اور وہ حرم میں چلا جاتا تھا جہاں وہ کچھ چڑھتا اور آدھی رات کے وقت سو جاتا تھا کچھ عرصہ تک گھنٹے سو یا کرتا تھا ۱۰۴۷

تقریبات تہوار تقریبات اور شاہی جلوس۔

تقریبات، تہوار، تقریبات اور شاہی جلوس، ہر ایک کی شان و شوکت اور اپنا
کی غفلت سے بے انتہائی منہدی خیال کئے جاتے تھے اور بادشاہ کو اس بات کا موقع فراہم کرتے تھے
کہ وہ اپنی دولت اور اپنے جاہ و جلال کا مظاہرہ کرے تاکہ عوام میں اس کے بڑے احترام اور عقیدت
کے جذبات پیدا ہوں اس چیز کو ذہن میں رکھتے ہوئے ابوالفضل لکھتا ہے کہ:

”حکمران جشن منانے کے مواقع تلاش کرتے ہیں اور ان کو اپنی نیماہی اور

بخشش کے اظہار کے لیے استعمال کرتے ہیں“ ۱۵: 205g

وریدار کی تمام تقریبات جسے احکام سے منائی جاتی تھیں چاہے بادشاہ اس کا مددگار
دار الحکومت میں ہو یا صفر میں اکبر نے جہاں اپنے دور حکومت میں مسجدیں اور اصلاحات
کیں وہاں اس کے مصداق تقریبات اور تہواروں میں بھی اضافے کے۔ خاص طور سے ایرانی اور
ہندوستانی تہواروں کو اس نے وریدار کی تقریبات میں شامل کیا جیسے جشن خمد، جس کی ابتداء

۱۵۹۲ء میں ہوئی اور تولدین یا جشنِ مدن جو ۱۵۶۵ء سے شروع ہوا۔

ان تقریبات کے پس منظر میں بھی نظریہ بادشاہت کا درخشاں تھا کیوں کہ ان
کے ذریعے بادشاہ کو اس بات کا موقع ملتا تھا کہ وہ اپنی شخصیت کو مزید اجاگر کرے تاکہ

عالم کے دلوں میں اس کی قوت و وسعت کی دھماکے بیٹھ جاتے۔ دربار کی ان تقریبات کے اصول اور
 منوالہ مقدمہ تھے امیر بادشاہ اور درباری ان پر پابندی کے عمل کرتے تھے ان کے ایک مقدمہ یہ بھی
 تھا کہ امراء بادشاہ کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بلا تکلف ماحول میں شریک ہوتے تھے اور بادشاہ اس
 میں دلچسپی کے ذریعے ملک کے حالات اور انتظام سلطنت کے بارے میں تریاق سے تریاق معلوم
 حاصل کرتا تھا اگرچہ خصوصیت سے ہندوستانی تہواروں کو دربار کی تقریبات کا ایک حصہ بنا کر
 اپنی صلاح کی پالیسی اور متحدہ قومیت کے نظریہ کو پھیلایا کیوں کہ ان متحدہ تہواروں کی وجہ
 سے مسلمان و ہندو امراء میں یکجہالت پیدا ہوتی تھی اور اس کا اثر علوم پر بھی بڑا بہت
 مغل حکمرانوں کو طرنگی کے بجائے ہندوستانی سمجھنا شروع کر دیا اگرچہ ایرانی و ہندوستانی صورت
 اور تقریبات کو اس نے بھی اختیار کیا کہ فاضل اسلامی تقریبات کی نوعیت معاشرتی و سماجی سے
 زیادہ مذہبی ہو کر تھی اور ان تقریبات سے امیر بادشاہ کی ذات کا جادہ و جلال اظہار
 و شوکت کا اظہار بھی نہیں ہو کرتا تھا۔

اگرچہ نومذہب تہوار مسلمان علماء میں باعث اختلاف رہا لیکن اس اختلاف کے
 باوجود یہ تہوار اہتمام کے ساتھ منایا جاتا رہا۔ ہندوستانی تقریبات اور تہواروں کا بھی منشور
 ہمارے نے قبول نہیں کیا لیکن ان تہواروں نے دربار کی زندگی کو جو مطلقاً بخشی اور امر و رعیت
 کی ثقافتی و معاشرتی زندگی پر جو اثرات ڈالے وہ مثبت ثابت ہوئے اور ان کی جڑیں اس قدر
 گہرائی میں چلی گئیں کہ مخالفت و سیاسی تبدیلیوں کے باوجود یہ رسومات آخر تک مغل بادشاہ کے
 رہیں۔

مغل دربار کا یہ دستور تھا کہ ان تمام تقریبات کے موقعوں پر درباری بادشاہ کیلئے
 اندر ۱۲ اور پیش کش ۱۲ لاتے تھے بادشاہ بھی ان مواقع پر درباریوں اور امراء کو قیمتی
 دینا خطابات عنایت کرتا جاگیریں عطا کرتا اعلیٰ منصب پر ترقی دیتا اور ان کی عزت میں اور
 شاہرے بڑھاتا اور اس کا خاص یہ تقریبات بادشاہ کو یہ مواقع فراہم کرتے کہ اپنے امراء
 کی خدمات کا اعتراف کرے جو انہوں نے اس کی شخصیت اور سلطنت کیلئے کی تھیں اور ان
 خدمات کے صلے میں انہیں انعامات سے نوازے یہ تقریبات مغل میں بھی خوشگوار تبدیلی لاتی تھیں

محل کی خواتین ان میں بھرپور حصہ لیتی تھیں اور طائر تماشاؤں اور گانے وایسے کے قصے وگیتوں سے لطف اندوز ہوتیں بادشاہ ان مواقع پر خواتین میں بھی کئی فصلیں تقسیم کرتا تھا اس لیے ان تقریبات کی اہمیت صرف ثقافتی اور سماجی ہی نہیں ہوتی تھی بلکہ ان میں سیاسی مقاصد بھی پھیلے ہوئے تھے بادشاہ اپنی نیا جنم کے ذریعے اصرار میں مقبولیت حاصل کرتا تو امر و تہذیب پر کشش دیکھ کر بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے بغل و بیدار میں ہم نوا قسم کے تہوار اور تقریبات دیکھتے ہیں مذہبی اور سماجی و ثقافتی - مذہبی تہواروں کا تعلق مسلمانوں سے تھا جیسے عید الفطر، عید الاضحیٰ، جشن عید میلاد النبیؐ اور شبِ معراج وغیرہ تہوار مسلمان امرامداد عوام کے مذہبی جذبات کا اظہار کرتے تھے جبکہ ثقافتی و سماجی تقریبات مثلاً نندوز، جشنِ صحت و نوج و نوجوان، نندوز اور مسلمانوں کو باہم جلاتے تھے ہندوؤں کے مذہبی تہوار، ہولی، دھولائی اور کسہرو بھی دربار میں منائے جاتے تھے نگران کی حیثیت مذہبی سے زیادہ ثقافتی ہوا کرتی تھی۔

اکبر کے یکر شاہجہاں کے زمانہ تک سب سے زیادہ شان و شوکت سے منایا جانے والا تہوار نندوز تھا مالگیر نے اس میں تبدیلی کی اور عیدین کو نندوز سے زیادہ شوکت و انعام سے مشابہت شروع کیا اور کچھ تہوار فراموشی ہونے کی وجہ سے ختم بھی کر دیے آج کل تھے ویدہا کی زندگی پر اثر پڑا اگر کہ نائے میں دربار میں جو رنگینی مد گشتی تھی وہ مالگیر کے زمانہ میں نہیں رہی۔

جشنِ نوروز^(۱۵)

جشنِ نوروز ایک قدیم ایرانی تہوار تھا جو کہ پہلے فروردین (ایرانی سال کا پہلا مہینہ) پر جب کہ بہار کا موسم شروع ہوتا تھا سات صد تک انتہائی خوشی و مسرت کے ماحول میں منایا جاتا تھا (۱۶) نوروز کے جشن کا اعلان شاہی نوبت خانے میں نفاذ بھی کر کیا جاتا تھا اس موقع پر مینا صوف گنبدوں اور شاہی محل کے تمام حصوں پر رنگین چراغ لگایا جاتا تھا مختلف رنگوں سے چھلکنی ہوتی جب رنگینی آتی تو اسے مسکس بینا کر تمام میدان چولوں سے ڈھکا ہوا لیے موسم بہار کی آمد کا اعلان کرنے کے

نے پچھے سائنس سے شوق تھا اپنے اسٹال پر سائنس کے مختلف آلات رکھے تھے (۱۸) شاہی خواتین اور امراء کی بجلیات کے لیے بھی عطیہ سے دینا باقاعدہ لگا کر تھا اس بازار میں تمام دکاندار اور غریب اعلیٰ خاندان کی عورتیں ہر ایک کی تھیں اور کسی فرد کو اس بازار میں آنے کی اجازت نہیں تھی صرف بادشاہ اس سے مستثنیٰ تھا ایک یورپی سیاح نے اس بازار کے بارے میں لکھا ہے کہ:

” بادشاہ اور اس کی بجلیات اگر دکاندار عورت سے خوش ہو جائے تو ہیز کی

قیمت مددگنی اور کہتے (۱۹)

جہاں میر نے اپنی تحت نشینی کے بعد نودہ کی پہلی تقریب ٹبری و صوم سے خانی مختلف فریقوں کے تماشہ دکھانے والے اور رگمانے والے جمع تھے خوبصورت رفاہائیں اور تماشہ دکھانے والیں کہ جن کے لمس سے فرشتے بھی دل تمام میں محض کی رہنمائی بڑھائے ہوئے تھیں (۲۰) شاہ جہاں نے بھی نودہ کی پہلی تقریب پر بڑا اہتمام کیا اور عظیم شان شامیاد ” دل یادل و خاص طریک لاپور سے لایا گیا اور دیوان نام کے صحن میں نصب ہوا اور اس کے اندر صفی حصہ کو یورپی ترک اور ہندی پردوں سے سجایا گیا بادشاہ نے اس موقع پر قیمتی تحفے انعام میں دیئے اور بڑے میں صدقہ و خیرات تقسیم کی گئی (۲۱)

دلیگیر نے اپنی تحت نشینی کے کچھ عرصہ بعد نودہ کے تہوار کو ختم کر دیا اور اس کے بجائے عید فطر اور عید الاضحیٰ اور رمضان کے دنوں میں انظار کی تقریب کو ترجیح دی گئی (۲۲) اس نے شہزادوں کو بھی نودہ کی تقریب کرنے سے منع کر دیا ایک مرتبہ اسے خبر ملی کہ اس کے بٹے لڑکے نے نودہ کا تہوار شایا ہے تو اس نے اسے لعنت ملامت سے بھرا خط لکھا کہ:

ہمیں معتز اور بار سوخ ذوالحجہ سے اطلاع ملی ہے کہ اس نے اس سال نودہ کا جشن منایا ہے جو کہ وحشی ایرانیوں کا تہوار ہے اس کو خدا کے نام پر اپنے اصولوں اور دیات اور دستور کا پابند بننا چاہیے اور کئی نئی روایت نہیں اختیار کرنی چاہیے (۲۳)

جشن وزن

جشن وزن یا تولد کی تقریب منسل بادشاہ سال میں دو مرتبہ اپنی شمسی قمری سالگرہ کے موقعوں پر کیا کرتے تھے اس موقع پر بادشاہ قیمتی ادبیش یا اشیاء اور اناراج بن ٹکا کرتا تھا جو پورے سال قریبوں اور محتاجوں میں تقسیم ہوتا رہتا تھا (۱۸)۔

جہاگیر کے زمانہ میں یہ پیسہ عوامی اور مذہبی کاموں میں شغل مرکب یا پلوں کی تعمیر و ترقی پر خرچ ہوا کرتا تھا (۱۹)۔ جشن وزن کی تیاری دو مہینے پہلے سے شروع کر دی جاتی تھی اس موقع پر شاہی محل کو صبا یا جاتا تھا اور اس میں غولبدریت و رنگین شامیانے نصب کئے جاتے تھے عوام بھی اس تقریب کو دھڑوں، موسیقی و رقص اور آتش بازی کے ساتھ شایا کرتے تھے اور وہ بلد میں بہترین رانماؤں گلوکاروں کو اپنے کالائ دکھانے سے بیٹے بلایا جاتا تھا (۲۰)۔

شمسی سالگرہ کے موقع پر بادشاہ بارہ قسم کی اشیاء میں تلا کرتا تھا شاد سونا پارہ لکشی پکڑا خوشبوئیں تانبہ، ادبج، توتہ، معاصر، لکھی چامل، دودھ سات، قسم کے تانبہ اور ٹکائی کے علاوہ بادشاہ کی عمر سے صاب سے انہی تعداد میں بھڑی بکریاں پرندے قریبوں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔

پرندوں کو قید سے آزاد کیا جاتا تھا قمری سال کے موقع پر وہ آٹھ قسم کی اشیاء میں تلا کرتا تھا مثلاً چاندی، پکڑا، سبب، مٹی، پھل، ٹھائی، ترکاریاں اور سرسوں کا تیل (۲۱)۔

جس ترانہ میں بادشاہ تلا کرتا تھا وہ سننے کی بنی ہوئی تھی ترانہ میں بٹھنے کے وقت کا تعین و دیار کے غرض کیا کرتے تھے جب وہ ترانہ میں بٹھتا تھا تو اس کے دونوں صوبوں کو کوئی نڈی جنگل اشخاص پکڑ کر کھڑے ہوتے تھے اور بادشاہ سے حق میں دعا پڑھتے تھے (۲۲) اس کے بعد وزن لکھا جاتا تھا اگر وزن پچھلے سال سے زیادہ ہوتا تو حاکمین دنیا دار اس پر خوشی کا اظہار کرتے تھے (۲۳) اس موقع پر دوبارہ حکیم بھی اس کی صحت کے بارے میں اپنی رائے قریب کرتے تھے (۲۴)۔ جہاگیر کے زمانے میں اس کے وزن کی اشیاء حرم سے شاہی خواتین بھیجا کرتی تھیں اس کے وزن کی تقریب اکثر اس کی ماں کے محل میں ہوا کرتی تھی وہ پکڑا جس میں ہر سال سالگرہ کی چٹھان لگائی جاتی تھی وہ بھی حرم میں

مغلوں رہتا تھا (۳۱)

تقریب کے بعد بادشاہ تخت پر بیٹھا تھا اور سنے و چاندی کے پھل و بادریوں میں تقسیم کئے جاتے تھے (۳۰) اس موقع پر حُرپ کرانے گئے چاندی کے ٹکے بھی عوام میں بطور نیرات پھینکے جاتے تھے (۳۲) آدھی رات کو شراب کی محفل منعقد ہوتی تھی جس میں عرصہ خاص خاص اسرار باندھے جاتے تھے ٹامس روئے ایسی ہی ایک محفل میں شرکت کی تھی لیکن شراب اس قدر سخت تھی کہ وہ اسے پی نہیں سکا (۳۳)

اس موقع پر شاہی ہاتھی اپنے زیورات سے مزین بطور ملاحظہ سامنے سے گزرتے تھے ٹامس روس موقع پر لکھا ہے کہ ”وہ تمام بادشاہ کے سامنے جھکتے تھے اور بڑے غرضبخت انداز میں آداب بجالاتے تھے ہر ایک ایسا منظر تھا جو میں نے اس سے پہلے کسی دوسرے جگہ نہیں دیکھا تھا (۳۴) جشن کی خوشی میں بادشاہ ایک ہر گھٹ فیاضیت کا انتظام کرتا تھا جس میں سلطنت کے ہر حصے کے مندوبانہ شرکت کرتے تھے (۳۵) یہ تقریبات پانچ دن تک جاری رہتی تھیں (۳۶) قہرمانیہ سال میں ایک مرتبہ اپنی ٹمسی ساگر کے مورتی پر تھاکرتے تھے ان کے دن کی پہلی تقریب بارہ سال کی عمر میں ہوا کرتی تھی یہی تقریب میں وہ وقت ایک چمڑے کے مقابل تھاکرتے تھے اس کے بعد ہر سال ایک ٹمے کا اضافہ ہوتا رہتا تھا یہاں تک کہ تعداد ۱۲ تک پہنچ جاتی تھی، لیکن ۱۳ ایشیار سے زیادہ میں ٹمے کی حاجت نہیں تھی اس ان تقریبات کے علاوہ جشنِ موت، جشنِ گلابی، جشنِ تاجپوشی اور جشنِ مہتابی بھی اہتمام سے منائے جاتے تھے مسلمانوں کے مذہبی تہواروں، عیدین، شبِ معراج اور عیدِ میلاد النبی کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کے تہوار، یولی، دیوالی، دسہرہ اور بسنت بھی وہاں میں جوش و خروش سے منائے جاتے تھے۔

ان تہواروں اور تقریبات کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں چاہے ان کا تعلق امراء کے طبقہ سے ہو یا عوام سے مذہبی تشدد کی جگہ یہ تعین اور کٹاؤ خیالی نہ لے لی ایک دوسرے کی تقریبات کے اقرار سے یکجہالت کا ماحول پیدا ہوا اس وجہ سے مہاراجے ان تقریبات اور تہواروں کی شدید مخالفت کی اور اکثر ایک کے اس عمل اپنی نظروں سے

بار بار اظہار کیا اور مانگتے ان تہذیبوں اور تقریبات کو منسوخ کر دیا مگر اس رکاوٹ سے باوجود اشتراک کا یہ عمل کامیاب نہیں اور آخری جہد مغلیہ میں یہ تقریبات ہندوستانی ثقافت اور عقل ثقافت کا حصہ ہو گئیں۔

شاہی تفریحات

مغل بادشاہ اکثر سیر و تفریح کی غرض سے محل سے باہر جایا کرتے تھے ان بیرونی تفریحات کی سیاسی و سماجی اور معاشرتی اہمیت تھی کیوں کہ اس صورت پرانے اس بات کا موقع ملتا تھا کہ وہ ملک کے حالات سے خود بلا واسطہ واقف ہو ان بیرونی تفریحات ہی کے ذریعہ بادشاہ اچانک ان علاقوں کا دورہ کرتا جہاں اسے شبہ ہو تا کہ گورنر یا عامل بغاوت کی تیاری کر رہا ہے ایسا بھی اکثر ہوتا کہ سیر و تفریح کے موقع پر کوئی مظلوم بادشاہ سے ٹکرا کر اس کی شکایت کرے یا اسے برا بھلا کہتا ہو۔ بیرونی سیر و تفریح میں بہت سے زیادہ اہمیت شکار کی ہوا کرتی تھی اکثر شکار کا بہت شوقین تھا اور وہ اس قدر شکار کی غرض سے باہر جاتا تھا کہ اس سے یہ خیال پیدا ہو کہ شاید وہ انتظام سلطنت سے زیادہ سیر و شکار میں دلچسپی رکھتا ہے لیکن ہوا الفضل کے مطابق اس کا اصل مقصد اعلیٰ مقاصد کی تکمیل تھا۔ اس کیمرنے شکار کی سمات کے ذریعے بہت سے اہم فنکارانہ پیدائشیں سامنے کو آجایا جہاں سے خود کو میرم خان کے اثر سے آزاد کروانا چاہا تو اس وقت بھی وہ اگرچہ سے باہر شکار کی ہم پر بیان سے گھبراہٹ ہو گیا اسی طرح جب اسے عبداللہ خان ازبک کی بغاوت کا پتہ چلا تو وہ شکار کے بہانہ سے نکلا اور سیدھا مالوہ جا پہنچا (۳۳)

بادشاہ کے شکار کیلئے پورے ملک میں جنگ و جد شکار کا ہیں بھی ہوئی تھیں جہاں صرف بادشاہ شکار کر سکتا تھا اور شہزادوں تک کو اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ شاہی شکار گاہ میں داخل ہوں (۳۴)

شاہی شکار گاہ کا انتظام کرنے والے میر شکار، قوش بگی (۳۵) اور قلوک (۳۶) ہوا کرتے تھے شاہی شکار سے پہلے قراویوں کا فرض تھا کہ وہ تمام انتظامات مکمل کریں جب

بادشاہ اپنے امراء اور قود کے ساتھ شکار ۴۰۰۰ میل پہنچنا تو ازل و شکار ۵۰۰ میل کے
 ناصے پر قیام کرنا اس کے پیچھے "میر قود کے" کھڑا ہوتا اور ڈیڑھ کوں کے ناصے پر
 "خدیوہ" یا شاہی خدمتگار کھڑے ہوتے تھے صرف چند پسندیدہ امراء کو اس بات کی اجازت
 تھی کہ وہ بادشاہ کے ساتھ ایک خاص مقررہ ناصہ رکھ کر شکار ۵۰۰ میل جاتیں آخر میں شکار کی طرف
 سے یا قود اکھلا جاتا یا اس کے ساتھ ایک یا دو امیر لٹا کرتے تھے ۲۰۰ کبھی کبھی شاہی بیگیاں بھی
 اس کے ساتھ شکار کے جتے جاتیں تھیں ۳۰۰ اس بات کے سخت احکامات تھے کہ کوئی شخص شکار
 کے وقت بادشاہ یا شاہی شکاری جماعت کے قریب نہ جائے اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کا
 مجمع جمع نہ ہو اور بادشاہ کی ذات خطرے میں نہیں پڑے ۳۱۰

شکار کے دوران بادشاہ یا شاہی برہنہ رہتا تھا لیکن داپس پر وہ پانگی میں
 آتا تھا ۳۲۰ ایک شکاری جماعت میں ایک ہزار سے ٹیکر دو ہزار تک چاہی ہو کر تے تھے ۳۳۰
 یہ شکار کبھی تو ایک ہفتہ جتا اور کبھی ایک مہینہ اس کا وار و مدار بادشاہ کی مرضی پر ہو کرتا
 تھا۔ قاتل لایس لایہ مرضی تھا کہ وہ اس سارے شکار کی تفصیل لکھے جو بادشاہ نے مارے
 تھے شکار کی مکمل تفصیل لکھی جاتی تھی شکار کی قسم اسے کس ہندوق سے مار گیا اس
 کا وزن، لمبائی اور رنگ وغیرہ چونکہ ہندوستان میں گرمی کا موسم بہت شدید ہوتا ہے اس
 لئے شکار کا بہترین موسم نومبر سے مارچ تک ہوا کرتا تھا ۳۴۰

برہمنے ہاتھ چتر شکار کا انتظام کیا جاتا تھا وہ قمر گاہ یا قمر گاہ کہلاتا تھا اس قسم
 کا شکار شاہی استحقاق تھا اور خزانہ امراء کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ قمر گاہ
 کی طرز کا شکار کھیلیں۔ جب کبھی بھی بادشاہ قمر گاہ کا شکار کھیلنے کی خواہش کرتا تو میر شکار اس
 کے قودی انتظامات کرتا اور تقریباً ایک ہزار افراد جمع کر کے اس نام پر لاکھ لاکھ دھنوں
 جاکر اور نقارے بجاکر جانوروں کو خوف زدہ کر کے اطراف و جوانب سے ایک مرکز پر
 جمع کریں یہ مقام متناہی کے نزدیک سے گھرے میں لے لیا جاتا تھا اور اس کے ارد گرد
 مسلح افراد پہرہ دیا کرتے تھے جب تمام جانور اس جگہ جمع کر دیے جاتے تو بادشاہ قمر گاہ پر اپنے
 چند پسندیدہ امراء کے ساتھ داخل ہوتا تھا اور پھر شکار کی ابتداء ہوتی تھی جب تک بادشاہ

خود شکار میں معروف ہوتا تو اس وقت اور کوئی شکار نہیں کر سکتا تھا بعد میں اسلام کو اجازت
ہوتی امداد فرمیں سب کو عام اجازت ہوئی کہ وہ قمرگاہ میں اگر شکار کریں (۵۳۱)

ایک مرتبہ اکبر نے جب کہ وہ لاہور میں تھا (۵۳۲) تو اس نے قمرگاہ شکار کاظم
دیا اس موقع پر ۵۰ ہزار افراد اس بہت سے لیے ملازم رکھے گئے کہ وہ جانوروں کو چمکا کر ایک
جگہ لائیں جانوروں کو جمع کرنے کے لئے ایک وسیع میدان چاہا اور ایک ہینڈلک بالوں
اور پرندوں کو اس جگہ پر ہٹا کر لایا جاتا تھا یہ مغل تاریخ کا سب سے بڑا شکار تھا جو اس
موقع پر کھیلا گیا یہ ابوالی کے انداز کے مطابق دس ہزار چاند میدان میں جمع کئے گئے (۵۳۳)
سب سے پہلے بادشاہ نے شکار کھیلا اس کے بعد امراء نے اور آخر میں عام اجازت دے چکی گئی۔
شیر کا شکار بادشاہ کا استحقاق تھا اور صرف اس کی اجازت سے بعد کیا جاسکتا

تھا (۵۳۴) جب کبھی بادشاہ شیر یا چیتے کا شکار کرنا چاہتا تو میر شکاران جانوروں کی جگہ دیانت
کرتا کہ ان کو کہاں پایا جاسکتا ہے اس کے بعد ہانکنے والے شور مچا لے لے لے کر ان
کو گھیر کر اس جگہ لائے جہاں بادشاہ شکار کے لئے بیٹھا ہوتا تھا بادشاہ جب شیر کے شکار کے لئے
آ تو اس وقت وہ ہاتھی پر کھے ہوئے پر بیٹھا ہوتا تھا یہ ہاتھی خاص طور سے شیر کے شکار کے
لئے تیار کئے جاتے تھے اور ہر قسم کے مخلوق سے محفوظ رکھے گئے تھے مختلف ساز و سامان سے میں
ہوتے تھے مثلاً ان کے سروں کو موٹی کھال سے ڈھک دیا جاتا تھا جس پر تیز نوکیلی کھینس ہوتی
قیس تاکہ اگر شیر ان پر حملہ کرے تو یہ اس سے محفوظ رہیں (۵۳۵)

شیر یا چیتے کا شکار ایک اہم واقعہ سمجھا جاتا تھا مردہ شیر کو بادشاہ کے ملاحق کے لئے
سلانے لایا جاتا تھا اور عہدیداران کا بعد معائنہ کرتے تھے اس کے بعد اس کی پالش کی جاتی
تھی اور شیر کی تمام تفصیلات کو لکھا جاتا تھا مثلاً اس کا سائز، رنگ، بال، دانت اور پتھے کی
قسم وغیرہ اس کو کس وقت کس بادشاہ نے کس ہندوؤں سے شکار کیا جب بادشاہ شیر کا شکار کرتے
میں کامیاب ہو جاتا تو اسے نیک شگونی تصور کیا جاتا (۵۳۶)

ہاتھیوں کی لڑائی

ہاتھیوں کی لڑائی کا تاثر دیکھنا ایک قدیم ہندوستانی روایت تھی اس قسم کی لڑائیں خوشی و مسرت کے ساتھ ڈر، خوف اور غم کے احساس و لائق تھیں۔ ہاتھیوں کی لڑائی کا انتظام کرنا صرف بادشاہ کا حق تھا اور کسی شہنشاہ یا امیر کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ ہاتھیوں کی لڑائی کا بندوبست کرے مغل بادشاہوں نے ہاتھیوں کی لڑائی کو اسی لئے محدود کر دیا تھا کہ ان میں انسانی جانوں کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا تھا کیونکہ اکثر مہادت لڑائی کے دوران مارا جاتا تھا اور جب شکست کھا یا ہوتا تھا تو ڈر اور خوف کی وجہ سے جگہ بگہگہ ہوتی تھی جس میں لوگ کہیں کو سر جاتے تھے ہاتھیوں کی لڑائی اکثر درگاہوں میں مہر و مکہ کے سامنے وسیع اندھکے میدان میں ہوتی تھی ان لڑائیوں کے لئے کوئل و غورو جیسے ہوتے تھے بلکہ جب بادشاہ چاہتا تھا اس وقت اس کا انتظام کیا جاتا تھا لڑائی یا توجہ کے وقت ہوتی تھی یا دوسرے کو (۱۶۰)

جب لڑائی میں شہرت آجاتی تھی تو آتش بازی کے ذریعہ سے ہاتھیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جاتا تھا آتش بازی کی آگ اور زوردار آواز سے یہ طریقہ جو جایا کرتے تھے اس قسم کا آہ جیسا کہ ہم ہاتھیوں کو لڑائی سے جدا کرنا یا پھر فی کبدا کرنا تھا جب دو ہاتھیوں میں لڑائی ہوتی تو ایک تیسرا ہاتھی جو تیار پختہ بند تھا کمزور ہاتھی کی مدد کیلئے موجود رہتا تھا (۱۶۱) لڑنے والے ہاتھیوں کے واخٹوں کو بیتل سے ڈھک دیا جاتا تھا تاکہ وہ ایک دوسرے کے حالت نہ توڑ سکیں، شاہی ہاتھی خاندان کے مملکتوں کو سختی سے ساتھ پدایت تھی کہ وہ ہاتھی کو مست کرنے کے لئے کسی بھی قسم کی نشہ آور چیز دیں (۱۶۲) لڑائی عام طور پر صرف بڑا بڑا طاقت رکھنے والے ہاتھیوں کے درمیان ہوتی تھی (۱۶۳)

مہادت کیلئے ہاتھیوں کی لڑائی موت کے پیغام کے برابر ہوتی تھی اس لئے ہر لڑائی کے پہلے مہادت اپنے بڑی بھائی کے آخری بار مل کر آتے تھے (۱۶۴) لیکن اگر لڑائی میں وہ زندہ سلامت رہے تو انہیں بادشاہ کی جانب

سے ہر مٹائی کے بعد اہم مل کرنا تھا۔

چوگان

اکبر چوگان کھیلنے نہایت شوقین تھا البتہ افضل اس کھیل کے

خوبیاں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔

”اس کھیل میں انسان کی تدبیر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے اور باہمی محبت کا رشتہ مضبوط ہوتا ہے مضبوط اور ملاقات و رفاقت اس کھیل سے شائق شامسا اور بنتے ہیں اور گھوڑوں میں اطاعت بزرگی و محبتی و جدا کی پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں چاہ اس شغل کو بے حد پسند فرماتے تھے قید عالم اس کھیل میں شغول ہو کر بغیر توجہ و غفلت و جاہ میں اضافہ فرماتے ہیں لیکن حقیقت میں بنی نوع انسان کے حقیقی خصائل و عادات سے واقفیت و آگاہی حاصل فرماتے ہیں“ (۵۷۱)

اکبر نے اس کھیل کے نام سے دو قوانین مقرر کئے تھے مثلاً کھیل کے پہلے کھلاڑیوں کو منتخب کیا جاتا تھا عام طور سے ان کی تعداد دس ہوا کرتی تھی دستور یہ تھا کہ ہر دس منٹ بعد دو کھلاڑی علیحدہ ہو جاتے تھے اور ان کی جگہ دوسرے دو کھلاڑی لے جیتے تھے کھیل میں مزید دلچسپی پیدا کرنے کیلئے اس پر شرط بھی لگائی جاتی تھی، اکبر کو اس کھیل سے اس قدر دلچسپی تھی کہ اس نے ایک چمکدار گیند ایجاد کی تھی تاکہ رات کی تاریکی میں بھی اس سے کھیل جاسکے (۵۷۲) چوگان کھیلنے کی اسٹیکوں پر سنہری کٹھن لگے ہوتے تھے (۵۷۳)

دوسری تفریحات

مغل بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ وہ دربار میں کام کے

دوران میں تھوڑا سا وقفہ کر کے موسیقی و گانے سے ملنا شروع کر دیتے تھے اس کے علاوہ ہوا کا اور تفریحات کے موقع پر چلنے اور موسیقی کا اہتمام کیا جاتا اور ایک شعراء وقتاً فوقتاً اپنا نازہ کلام سناتا بادشاہ اور دیار میں کو خوش کیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اندرونی آئینے

کے دوسرے بہت سے طریقے تھے مثلاً کشتی سے نصف اندر رہنا شعیبہ یا زہد اور مٹوں کے
کرتب دیکھنا جو تر بازی سے شوق کرنا، تاش کھیلنا، چوپڑا، چنڈل مثیل ایسے کھیلوں
سے دل بہانا درزہ و ذرہ

شاہی جلوس

منزل دیار کی شان و شوکت جاہ جلال اور عظمت نہ تو اس قدر
تقریبوں سے ظاہر ہوتی تھی تو ان کے جلوس رعب و دہرہ اور فوجی طاقت و قوت کا غم جو کہتے تھے
نظر بادشاہت کی ایک ہم بنیاد بھی تھی کہ وقتاً فوقتاً بادشاہ اپنی قوت کا مظاہرہ جلوس کی شکل میں
کرتا ہے۔ ان جلوسوں سے اس کی فوجی طاقت اس کی دولت اور اس سے دیار کی شان و شوکت کا
اظہار ہوتا تھا جلوس کی چٹک و چمک، عزم و حکم اور طریق کاریت کے دل دہانہ پر اثر انداز ہوتا
تھا اور اس کی ذلت و شخصیت کو ہر سبب و پر عظمت بنانے میں شاہی جلوس کا بڑا دخل تھا۔
جب کبھی کبھی بادشاہ اپنے محل سے باہر جاتا تھا تو اس سے ساتھ تمام شاہی عداوت
امتیازات اور شائیاں ہو کر قیام تھیں۔ جھنڈے و علم، اسلحہ، ہتھیار، سوار و عادیان سے غرض
باقی گھوڑے اور اونٹ، علی المرتضیٰ احمد خوجہ دولت جاس میں سپہی ان جلوسوں سے
پوشاہت کی عظمت و شوکت جھلکتی تھی جس سے رعیت میں ہراسہ اور اس کے خاندان کے لئے
گہری محبت پیدا ہو جاتی تھی۔ بادشاہ کی شخصیت اس کی ساری ہون میں ایسی اظہار کرتی ہو
تھا کہ تسخیر اور عظمت والے ہوتے تھے اس سے ان میں فخر کا جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ ان کا بادشاہ
اس قدر دولت مند، طاقت ور اور بد پر والا ہے۔

اس قسم کے جلوس عید الفطر، عید الاضحیٰ، عید جمعہ جب کہ بادشاہ جامع مسجد
میں نماز کے لئے جاتا تھا اور ان موقعوں پر جب وہ کسی سفر یا مجلس واپس دار الحکومت میں آتا
تھا قریب و بچے جاتے تھے۔

جلوس سے پہلے یساروں یا گرز برادر اور دوسرے عہدے دار محل انتظامات کیا کرتے
تھے تمام شاہراہوں کو صاف کیا جاتا تھا تمام دوکانیں دروازے اور ماتھے میں آنے والی
تمام دیواریں کو سجا دیا جاتا تھا جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے شامیانے اور بچے کھانے جاتے تھے جہاں گز

کی شہرت اور دوسری اشیاء سے خاطر تواضع کی جاتی تھی۔

بادشاہ باغی میں ہودہ میں آئے تھے تخت پر بیٹھا تھا جس کے اوپر خیرہ بیکر
ہو کرنا تھا اور اس کے پیچھے دیوایتن سر پہنچوئے شمس رانی کرتے ہوتے تھے تھے بادشاہ تخت
پر سے بار بار حالتے میں کھٹے لوگوں میں پیسے بکھیرتا اور چھلکتا بھاجا تھا۔

شاہی مردوں کے بعد شاہی قوم ہوتا تھا جس میں بادشاہ کے بھتیجے ہوتے تھے
شیخ خیرترکان و ترکش، اتکواہیں ڈھائیں، نینرے اور بندو قیں ان کو امرام نے بوئے پٹے
تھے۔ شاہی جیوں امرام یسماں یا گزیہ مراد، ہدیار کے ہندے دار اور بادشاہ کے
خصوصی ملازمین جو چھو بکھوتے تھے اپنے کافوں میں بائیاں ڈال کر اپنی بادشاہ سے محبت اور
دعائوں کا اظہار کرتے ہوئے شاہی ہوا کرتے تھے بھلا اس کے بعد باغی ہوتے تھے جو تمام نیکو
سے زمین ہوتے تھے جن کی پشت پر خوبصورت کڑے ہوئے ہنرے ہوتے تھے ان میں سے کچھ
باقیوں پر شاہی علامات یا شاہی جھنڈے دھم ہوتے تھے جن پر مروج ستارے شیر اور شہ
کی تصویر بنی ہوئی تھی (۱۵۱)

جلوس کے ساتھ شاہی مردان بھی ہوتے تھے جن میں درشاہ سفر کیا کرتے تھا جیسے قلعہ ہوں
نصف اشم کے تخت، باکیاں اور جلیوں جتنے ہوتے دھندان کی ٹھانی میر توڑک کیا کرنا تھا اس
کے بعد ملازمین آتے تھے جو کشمیریوں میں قیمتی پیرے و جلاہرات اپنے سروں پر رکھتے اور صبح عمار
باتھیں لئے ہوئے ہوتے تھے اس کے بعد میاں ہوتے تھے جو جلوس کی ترتیب و تنظیم کو دیکھتے
کرتے تھے شاہی من ہے اس جگہ جہان جلوس کو جانا ہوتا تھا راستے کے دونوں جانب سپاہی کھڑے
ہوتے تھے (۱۵۲)

یہ دستور تھا کہ جب کبھی بادشاہ باغی پر مزار ہوتا تھا تو امرام اس کے پیچھے گھوڑوں پر
خدا ہو کر چلتے تھے جب وہ گھوڑے یا پاکی میں ہوتا تھا تو امرام پیل چلا کرتے تھے مردان کھلا رہا
جنہیں بادشاہ کی جانب سے ساری کی اعانت ملی ہو (۱۵۳) ہر جیوں میں بادشاہ کے ہاں نکدستے میں
پانچ سو یا چھ سو صلح سپاہی ہوا کرتے تھے اور تقریباً چار سو یا تین سو بندوق بردار ہوتے تھے (۱۵۴)
نہد جاگیر کے ایک صورت خیز کی بنائی ہوئی ایک تصویر ہے جس میں اس نے
جہانگیر کے جلوس کی ایک خوبصورت تصویر بنائی ہے اس میں دکھایا گیا ہے کہ سوینہ اور انہوں

پر بیٹے، اہل، تربی، انگری اور روم جا رہے ہیں ان کے ساتھ شاہی جہتے ہیں جن پر سونے
اشیا کے نشانات ہیں اس کے بعد خلیفہ بردار ہیں جن کے ہاتھوں میں طاقوں میں لٹھی ہوئی جنگیں
ہیں اس کے بعد ہر کچہ باقی ہیں جن پر موتیوں و مرد و بیٹے ہوئے بادشاہ کی تعریف میں گیت کا
رہے ہیں تمام شاہی جلوس کی قریب و قریب کو سر توڑنگ لگا، میں رکھے ہوئے ہے مسکونی کی
ایک باغیت بھی ہے جو انی عورتوں کے لڑکوں کو خوش کر رہی ہے (۱۴)

پھر مہندی نے شاہجہاں کے ایک جلوس کو دیکھا جو سنہ ۱۶۳۱ء کی برابری
میں دہلی پر لگا لایا تھا اس جلوس کے بارے میں اس نے نہ صرف اپنے تاثرات چھوڑے ہیں بلکہ اس
کی یوں تفصیل بھی لکھی ہے کہ سب سے پہلے بیس کے قریب شاہی سواریاں تھیں جن میں قریب
دو سو پانچیاں اور دوسری سواریاں شامل تھیں، اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک دستہ تھا
جو ایک دوسرے سے بالکل الگ ہوئے چل رہے تھے اس کے بعد بیس یا انیس ہاتھی تھے جو
انتہائی قیمتی تھے اور دوسرے سائندہ سالان سے مزین تھے اور جن پر شاہی علامات دکھی ہوئیں
تھیں ایک ہاتھی پر بادشاہ کے استخوان کی ٹکڑی رکھی ہوئی تھی اس پر تیسری کھڑکے کا ساٹھان تھا
جو سونے کے مسکونی پر کھڑا تھا اس کے بعد نقیب تھے جن کے ہاتھوں میں سنہری گرز تھے جن کی ہر
سے یہ جلوس کو کنٹرول کر رہے تھے اور ساتھ سے لڑکوں کو شام ہے تھے اس کے بعد بادشاہ آیا
جو ایک لمبے سبز رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اس کے ساتھ مہابت خان اور دارا سکھو تھے
جو اس کے کچھ نامے پر گھوڑوں پر سوار تھے دوسرے تمام افراد دونوں جانب پھیل چل رہے
تھے راستے میں گھوڑے تھوڑے نامے پر سپاہی ہاتھوں میں نیزے لئے کھڑے تھے اس کے
بعد ہاتھوں کی ایک بڑی تعداد تھی جن کا تعلق امراء سے تھا شاہی جلوس نے ایک پڑنگو
اور دو آویز شکر چھڑا کر دکھا تھا (۱۵) شاہی جلوس کی قریب و قریب ہمیشہ اس طریقہ سے
چلتی تھی اگرچہ اس میں کبھی کبھی تبدیلیاں ہوتی رہتی تھیں۔

جب بھی بادشاہ کسی طویل سفر پر جاتا تو بھی شاہی جلوس قریب و قریب
پر قرار رکھتا تھا بادشاہ کے ساتھ کچھ نامے پر فہم اور لگن بیاٹے والے ہاتھوں پر سوار ہوتے
تھے اور شاہی تربت بجاتے رہتے تھے اس کے بعد گھڑ سوار تھے اور ان کے پیچے ہاتھی

ہوا کرتے تھے شاہی خدائیں ہودے ۱۶۶۱ میں سفر کرتے تھیں جو باقی کی پشت پر رکھے ہوئے
 تھے جب کہ ملازم عید میں انہوں پر سفر کرتے تھیں اس کے بعد باقی ہوتے تھے جن پر شاہی
 علامات اور مختلف جھنڈے ہوا کرتے تھے اس کے بعد ملاز و سامان سے فرین گھر لے کر
 کرتے تھے بادشاہ اپنے خادموں کے درمیان گھرارہتا تھا جو لوگ کو سامنے سے جاتے تھے
 تھے اور راستہ میں پانی پھڑکتے ہوئے چلتے تھے تاکہ ریت اور دھول نہ اڑے ۱۶۷۲

خطبات

زمانہ قدیم سے حکمرانوں میں یہ رواج تھا کہ وہ تخت نشین ہونے کے بعد شاندار اور پر وقار خطابات اختیار کرتے تھے تاہم ان کی شان و شوکت و عظمت کا اظہار ہر حکمران کی شخصیت کو معاشرہ میں اہم بنانے کے لیے بہت سارے گروہوں کا حامل سمجھا گیا وہاں بادشاہ کے الٰہی تصور کو مستحکم دینے میں شاہی خطابات نے بھی اہم کردار ادا کیا ان خطابات سے اس کے تقدس کا اظہار ہوتا ہے اور عوام کے ذہنوں میں اس کا رعب اور عظمت جاگزیں ہوتی تھی اس لیے تصور بادشاہت میں خطابات کی اہمیت انتہائی اہم رہی ہے جس طرح دربار کی رشکات کے ذریعے بادشاہ کی شخصیت کو اجاڑا جاتا تھا اور اسے معاشرہ میں قہر و جبر قائم بنایا جاتا تھا، اس طرح خطابات کے ذریعے عوام کے ذہنوں میں اس کی برتری کا احساس پیدا کیا جاتا تھا۔

خطابات کا تاریخی پس منظر

خطابات سے بادشاہ کی اندہی حیثیت ظاہر ہوتی تھی کہ وہ خدا کا نمائندہ ہے یا دیوتا کی شکل میں ظہور پذیر ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ خطابات اس کی سیاست کو بھی ظاہر کرتے تھے ان سے اس کی مصلحت کی دعوت اور سیاسی قوت و طاقت کا بھی اظہار ہوتا تھا اس لیے شاہی خطابات صرف حکمرانوں تک محدود ہوتے تھے اور عوام

کواس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کردہ نہیں اختیار کریں ۔

مسلمان نہ جب شام و ایران فتح کئے تو ان فتوحات کے نتیجے میں ان پر چین سیاسی اثرات پڑے وہاں ہندی ، تمدنی اور معاشی مداخلت نے بھی ان پر اثر ڈالا غلام راشدین اور بنو امیہ نے عربی نفع اور سادگی کو برقرار رکھا لیکن عبد جاسم میں ایرانی تہذیب و تمدن نے مسلمانوں کی زندگی کے ہر شعبے میں رواج پایا خصوصیت سے ایرانی معتبر بادشاہت نے عباسی دربار میں اپنے لیے جگہ پیدا کی اور ایرانی دیباچہ و عیون کی ابتدا ہوئی اس کے ساتھ ہی خطابت میں بھی تبدیلی آئی اور عباسی خلفائے ایسے خطابات اختیار کرنا شروع کر دیے جن میں ان کی مذہبی و سیاسی عظمت ظاہر ہو ۔

مسلمان حکمرانوں نے خطابات اختیار کرتے میں سب سے زیادہ کو حجاز کی پہلو پر رکھیں نئے انہوں نے ایسے خطابات اختیار کئے جن سے ان کا دین و مذہب سے لگاؤ اور تعلق ظاہر ہو اور یہ بات نمایاں ہو کہ یہ لوگ دین کی حمایت کرنے والے ، اس کی خاطر قربانی اس کا شعلہ کرتے والے اور اس کی ترقی و ترویج میں حصہ لینے والے ہیں اس کا عقیدہ یہ تھا کہ ان کی مسلمان رعایا انہیں دین کا حق نظر سمجھان کی اطاعت فرمان بردار رکھے ۔ مذہبی پہلو کے بعد ان کے خطابات سے ان کی سیاسی قوت و طاقت کا بھی اظہار ہوتا تھا اور ان خطابات کے ذریعہ سے فرما دیا علوم اور صوبائی گورنروں سے اپنی برتری و عظمت تسلیم کراتا تھا ۔ ان در پہلوئوں کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایسے خطابات جو اختیار کئے جن سے ان کی شخصیت کی خلی اور کھانے ظاہر ہوں تاکہ ان کے ذریعہ سے وہ رعیت میں اپنے لیے احترام و تعظیم کے جذبات پیدا کر سکیں ۔

ابتداء میں جو اسلامی حکومت قائم ہوئی وہ ایک ہی خاندان کے ماتحت تھی جیسے بنو امیہ اور بنو عباس ، صوبوں کے گورنروں کا اقتدار ان کی جانب سے ہوتا تھا اور انہیں اس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ خلیفہ یا حکمران کے خطابات کو اختیار کریں جبکہ بعد ازاں خلافت متشکم رہی ان کے خطابات بھی ان تک محدود رہے لیکن اس کے سیاسی زور کے ساتھ صوبوں کے گورنر طاقت مند ہوئے اور انہوں نے

ایسے خطابات اختیار کرنا شروع کئے جن سے ان کا خلق خلیفہ سے تو ظاہر ہوتا تھا لیکن ساتھ ہی ان کی سیاسی خود مختاری کا بھی اظہار ہوتا تھا جب شرق و مغرب میں خود مختار اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں تو ان سے حکمرانوں نے ایسے خطابات اختیار کئے جو انہیں دین کا محافظ و حامی نہ مانتے تھے ۱۱

عباسی خلفاء تک مسلمان حکمران خلیفہ^{۱۲} امیر المؤمنین^{۱۳} اور امام کے خطابات اختیار کرتا تھا عباسی خلفاء چنانچہ تین خطابات کے علاوہ دوسرے خطابات بھی اختیار کرنا شروع کر دیے جن سے ان کی شخصیت کی انفرادیت ظاہر ہوتی تھی، جیسے سفاح، منصور، مہدی، ہادی اور رشید وغیرہ، معتمد کے زمانے سے عباسی خلفاء نے جو خطابات اختیار کئے وہ بالآخر اور علی الشہ پر ختم ہوتے تھے یہ خطابات اس امر کی نشاندہی کرتے تھے کہ خلیفہ خدا کی نمائندگی کرتا ہے اور اس کی طاقت و قوت کا مرکز خدا کی ذات ہے۔

عباسی خلافت و حکومت کی کمزوری کے زمانہ میں صربائی گوندھوں نے جو خطابات اختیار کئے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے آہستہ آہستہ اپنی مذہبی و سیاسی آزادی کا اظہار ان خطابات کے ذریعے کرنا شروع کر دیا تھا ان خود مختار گوندھوں اور حکمرانوں نے صرب سے پہلے جو خطاب اختیار کیا وہ ”امیر“ تھا اس خطاب میں اس بات کی وضاحت ہے کہ امیر کی سیاسی طاقت و قوت خلیفہ کے مقابل میں محدود ہے اور سیاسی آزادی کے باوجود اس کا خلق و بار خدائیت سے ہے۔

دوسرا خطاب جو مسلمان حکمرانوں نے اختیار کیا وہ ”مکات“ کا تھا اسے ابتدائی میں اس نے اختیار نہیں کیا تھا مگر یہ قرآن میں بادشاہ کے معنی میں آیا ہے جو اسلامی تصور کے خلاف ہے لیکن اسے سامانی آل بویہ اور ابوبی حکمرانوں نے اختیار کیا ۱۴

تیسرا اہم خطاب ”مملک“ کا تھا یہ خطاب ابتدائی میں عباسی وزیر کو ملا کرتا تھا لیکن بعد میں یہ خود مختار حکمرانوں کو ملنے لگا ۱۵، چوتھے اہم خطابات وہ تھے جو ”امام“ اور ”مملک“ پر ختم ہوتے تھے، وہ دوسرے خطابات میں ریاست کا نیگور تصور ہے

جبکہ ائمہ اہل تشیع میں مذہبی، اس لئے خود مختار حکمران اپنی سیاسی و مذہبی اہمیت کو قائم کرنے کیلئے "لاولہ" اور ائمہ دہلہ کے دونوں خطایاب اختیار کرتے تھے ۱۹

مسلمان حکمرانوں کے خطابات میں سب سے اہم وہ خطاب تھا جو "الدین" پر مضمون ہوتا تھا ابتدا میں "سب سے غلبوں کی طرح یہ خطاب بھی خلیفہ کی جانب سے بلا کرتا تھا اور اس سے حکمران کی دینی و مذہبی حیثیت نمایاں ہوتی تھی کہ اس سے وہ دین کی حفاظت اور حمایت میں خلیفہ کا شریک ہے اور اپنی سلطنت میں دین کا حامی و مددگار ہے بعد میں ان خطابات کی اہمیت بڑھ گئی کیونکہ خلیفہ اپنی سیاسی کمزوری سے بعد اس قابل نہیں تھا کہ وہ دین کی حفاظت کر سکے اس لئے یہ کام اب خود مختار حکمران کا ہوا اس لئے دین کے خطابات ان کی مددگار اس بات کا اعصاب دلاتے تھے کہ وہ دین کی شان و شوکت و عظمت کا بامش ہیں ۲۰

مسل بادشاہوں کے خطابات

امیر تیمور (۱۳۷۰-۱۴۰۵) جو تیموری خاندان کا بانی تھا، اس نے چغتائی خان "تغلق تیمور" (۱۳۵۷-۱۳۷۰) کو شکست دے کر اس سے سلطنت چینی اور اس وجہ سے اس نے خود مختار حکمرانوں کا خطاب اختیار کرنے کے بجائے صرف امیر ۲۱ کا خطاب اختیار کیا حالانکہ اس وقت شگول حکمران "خان" کا خطاب اختیار کرتے تھے مسلمان حکمرانوں میں خان کا خطاب شگولوں کے لئے امدان کے سیاسی اقتدار کے بعد آیا جب شگولوں کی سلطنت وسیع ہوئی تو صوبوں کے حکمران خود کو "ای خان" (نائب خان) کہتے تھے اور بڑے خان کے ماتحت سمجھے جاتے تھے ۱۳۹۵ء تک شگولوں میں یہ قاعدہ رہا۔ تیملانی خان کی وفات کے بعد سے یہ روایت ٹوٹی پہلا ایرانی شگول بادشاہ جسے "تاکان" کا خطاب اختیار کیا وہ غازی خان تھا۔

پھر کہ شگولوں کے حلقوں اور سیاسی اقتدار نے عباسی خلافت کے تمام دھچکچار اور مداخلت کو منسوخ کیا اور اس کے ساتھ ہی قدیم ایرانی شاہی خاندان کا تصور بھی متاثر ہوا تھا اس لئے اب جو حکمران ایران اور وسط ایشیا میں آئے انہوں نے اپنا تغلق چنگیز خان کے

خاندان سے قائم کرنے کی کوشش کی جنگوں کی فتوحات نے یہاں کے عوام کے ذہن میں ان کی ہیبت اور جاہ و مہال اور طاقت کا جو تصور پیدا کیا تھا اس کی مدد سے وہ ان پر حکومت کرنا چاہتے تھے۔

اسی مثال امیر تیمور سے ملتی ہے کہ اس نے چنگیز خان کے خاندان میں امیر کزغان کی بہن ابتر خانہ خان سے شاہی کر کے "گورگان" کا نام لے کر خطاب اختیار کیا، تیمور اپنی سیاسی طاقت کے باوجود چنگیز خان کے خاندان کے بادشاہ کو اپنا سربراہ مانتا تھا اور خود کو صرف "امیر" کہتا تھا اس کے بعد تیموری خاندان کے حکمرانوں نے "خان" یا بادشاہ کہہ کر اپنا خطاب "میرزا" رکھا، بابر اس خاندان کا پیداوار بادشاہ تھا جس نے کابل کی فتح ۱۵۰۵ء کے بعد بادشاہ کا خطاب اختیار کر کے چغتائی اور دوسرے تیموری حکمرانوں پر اپنی سیاسی برتری اور طاقت قائم کی ۱۵۱۹ء بادشاہ کے خطاب کی اہمیت اسوجے سے بھی تھی کہ یہ خطاب سلطان سے مختلف تھا جو کہ اس وقت عثمانی حکمرانوں کا خطاب تھا اور یہ شاہ کے خطاب سے بھی علیحدہ تھا جو کہ ایران کے نئے قائم شدہ خاندان صفوی حکمرانوں کا تھا اس کا تعلق بادشاہ کے خطاب نے بابر کو اس کے ادب و عرفان و حکمرانوں شہانوں اور مغلوں سے ممتاز کر دیا تھا۔

مغل بادشاہوں نے انفرادی طور پر ایسے خطابات بھی اختیار کئے جن سے ان کی کوئی شہنشاہی خرابی ظاہر نہ ہو یا جس سے دیکھ کر وہ اپنے کسی سارنے کا اظہار نہ کر سکیں ایسے خطابوں میں سب سے اہم خطاب غازی کا تھا یہ غیر سلسلے سے ان کی جنگ اور فتح کے اظہار کی علامت تھا۔ ہندوستان میں مغل حکمرانوں میں بابر نے سب سے پہلے "دین" پر ختم ہون والا خطاب اختیار کیا اور اس کے بعد اس کے جانشینوں نے اس روایت کو جاری رکھا۔ "دین" کے یہ خطاب نہ صرف مغل حکمرانوں کی سیاسی خود مختاری کا اعلان کرتے تھے بلکہ یہ اس بات کا بھی اظہار تھا کہ وہ اپنے علاقے اور حدود میں اسلام کے محافظ اور مددگار ہیں اور اس صورت میں خلیفہ سے مانت نہیں مغل حکمرانوں نے سیاسی وجوہات کی بنا پر کبھی بھی عثمانی خلافت کو تسلیم نہیں کیا اور وہ خود کو ہندوستان میں خلیفہ تصور کرتے رہے اور اسی وجہ سے اظہار ان کے خطابات سے

ہو گا جو وہ تخت نشینی کے فوراً بعد اختیار کرتے تھے :

ابتدائی چھ خطبہ منسلک بادشاہوں کے خطبات اس طرح سے تھے :

عظیم الدین (دین کو قوت بخشنے والا) محمد باقر بادشاہ، غازی^{۱۵} (جہاںوں کا مذہب تھا :

نامہ الدین) دین کی حمایت کرنے والا، محمد جہاںوں بادشاہ غازی۔ اکبر نے جو خطاب اختیار

کیا وہ یہ تھا : جلال الدین (دین کی عظمت : محمد اکبر بادشاہ غازی۔ خضر و یسمن نے تخت نشینی

کے بعد یہ خطاب اپنے لئے پسند کیا : نور الدین (دین کی روشنی) محمد جہانگیر بادشاہ غازی^{۱۶} :

شاہ جہاں نے تخت نشینی کے بعد : دوسرے حکمرانوں کے مقابلے میں اپنے لئے زیادہ شاندار اور

پر عظمت خطبات اختیار کئے : ابو المنظر (صاحبقران ثانی) شاہ جہاں الدین دین کا ستارہ

شاہاب (ایک ستارے کا نام ہے) شاہ جہاں بادشاہ غازی^{۱۷} : اور شک (جو مرقد اب اختیار کیا

وہ یہ تھا : ابو المنظر علی الدین دین کا اجداد کرنے والا) محمد اور شک (زمینگیر بادشاہ غازی) :

ان خطابات سے اندازہ ہوتا ہے کہ منسلک بادشاہ خود کو جہانگیران میں زمرہ خلیفہ

کہتے تھے بلکہ دوسرے مسلمان حکمرانوں کے مقابلے میں اپنی سیاسی برتری اور قوت کے بھی ثامن

تھے اکبر کے بعد تین حکمرانوں نے : جب منسلک سلطنت کو سیاسی بنیادوں پر مستحکم پایا اور فتوحات

کے ذریعہ مسلسل اپنی مہم پر مایہ نازتوں کو شکست دیتے رہے تو انہوں نے دین کے خطابات

کے ساتھ ایسے خطابات کا بھی اضافہ کیا جن سے ان کی عالمی قوت و عظمت کا اظہار ہوتا تھا اور

ان کے عزائم اور حوصلوں کا پتہ چلتا تھا جیسے جہاں گیر، شاہ جہاں اور عالمگیر خطابات

سلطنت کی وسعت، استحکام اور فتوحات کے ابادوں کے مظہر تھے :

یہ بھی دستور تھا کہ بادشاہ کو اس کا نام سے نہیں پکھڑا جاتا تھا جب بھی اس کو

موجودگی یا غیر موجودگی یا غیر حاضری میں اس کا ذکر کرتے تھے تو اس کو عزت و کرم کے مختلف

خطابوں سے پکارتے تھے جیسے :-

علی الدین ، عالم پناہ ، جہاں پناہ ، صاحب عالم حضور معظم

والی جاہ ، علی جاہ ، اور جناب عالی و مژدہ و مژدہ (۱۶۷)

شہزادے و شہزادیوں کے خطابات

تمام مغل شہزادے سلطانؒ کے کہلاتے تھے کبھی کبھی اعلیٰ خطابات ان کے صدارت سے صادر ہوتے یا ان کی حیثیت و درجہ کی وجہ سے دیے جاتے تھے۔

شہزادہ خرم کو بچپن سے ہی اور دکن کی فتوحات کے بعد شاہ جہاں کا خطاب ملا۔ شاہ جہاں نے اپنے آخری عہد میں جب کہ وہ دارالحکومت کو اپنا جانشین بنانا چاہتا تھا تو اس نے دوسرے شہزادوں سے متنازعہ کرنے کی خاطر اسے شاہ بلندآقبال کا خطاب دیا۔

شہزادیوں کو بھی بادشاہ کی جانب سے خطابات دیے جاتے تھے شاہ جہاں نے جہن آرا کو بیگم صاحبہ کا خطاب دیا۔ مالگیر نے اپنی تخت نشینی سے بعد اسے بادشاہ بیگم کا خطاب دیا، اور شاہ بیگم کا خطاب اس کی چھوٹی بہن روشن آرا کو دیا۔

بیگمات کے خطابات

بادشاہ کی والدہ کی حیثیت شاہی حرم میں سب سے محترم مقام پر فزت ہوا کرتی تھی اس لئے جب بھی ان سے خطاب کیا جاتا تھا تو بڑے وقار اور ادب سے کیا جاتا تھا امیر کی والدہ حمیدہ بانو بیگم کو ”مریم نکاتی“ کہا جاتا تھا جہاں گیر کی والدہ کو ”مریم نکاتی“ اور شاہ جہاں کی والدہ کو ”مقیس نکاتی“ کہا جاتا تھا۔

شاہی بیگمات کو بھی خطابات دیے جاتے تھے۔

مہر النساء کو جہاں گیر کی شادی کے بعد ابتدا میں ”نور محل“ کا خطاب ملا۔ بعد میں اسے ”نور جہاں“ کا مشہور و مقبول خطاب دیا گیا شاہ جہاں کی محبوب بیوی، متنازع محل سے خطاب سے یاد کی جاتی تھی۔

امراء کے خطابات

مغل بادشاہوں کی جانب سے امراء کو جو خطابات دیے جاتے

تھے ان میں اس بات کا خیال نکھا جاتا تھا کہ ان خطابات سے امراء کی بادشاہ کی ذات اور
سلطنت سے وفاداری محبت و معلق نہ رہے اور ایسے خطابات جن کا تعلق بادشاہ کے خطابات سے
جڑا تھا امر و کوبہیں دیئے جاتے تھے مثلاً ابتدائی دور میں دین پر ختم مونیوال خطاب
صرف مغل بادشاہوں کے لئے تھا لیکن عالمگیر کے زمانے میں یہ خطاب بھی امراء کو دیا
جانے لگا اس کی وجہ یہ تھی کہ دکن میں مرہٹوں کے خلاف جنگ میں جب میر شہباز حسین نے
نمایاں کامیابی حاصل کی تو اسے فائز الدین کا خطاب دیا گیا لیکن یہاں بھی اس بات کا خیال
نکھایا کہ امراء کو ایسے خطابات نہیں دیئے جائیں جن میں وہ دین کے نام نہ لے سکیں تو روٹے
جائیں یہ صرف بادشاہ کے لئے مخصوص تھے لہذا مغل دور میں امراء کو جو خطابات دیئے جاتے
تھے وہ خان، ملک، دولہ، بہادر، جنگ اور دین پر ختم ہوتے تھے ۲۹۔

مغل امراء کو ان کی جنگی اور انتظامی صلاحیتوں اور کاموں کے صلہ میں خطابات
دیئے جاتے تھے دستور یہ تھا کہ تخت نشینی سے وقت مغل بادشاہ اپنے امراء کو خطابات عطا کر دیا
کرتا تھا خاص طور سے ان امراء کو جنہوں نے اس کی تخت نشینی میں مدد و حمایت کی تھی لیکن
اس کے علاوہ جن موقعوں پر یہ خطاب دیئے جاتے تھے ان میں نور دہر بادشاہ کی شہسی تقریر
ساگرہ، عید الفطر، عید الاضحیٰ اور دوسرے تہوار اور تقریبات ہو سکتی تھیں کبھی کبھی بہادری
اور شجاعت کے جوہر دکھانے پر موقع پر ہی خطاب دیا جاتا تھا جیسا کہ ایک مرتبہ شکاری مہم
کے دوران شیر نے جہانگیر پر حملہ کر دیا اس پر فوج رائے نے بڑھ کر اس کے منہ میں اپنا ہاتھ ڈال
دیا اور بادشاہ کی جان بچائی بادشاہ نے اس کی جرأت و بہادری سے خوش ہو کر فرمایا اے اگے
جگہ منگھو دکن کا خطاب حمایت سید ۱۲۱، اسی طرح ایک مرتبہ علی قلی نے تخت نشینی جو جہانگیر
کی ملازمت میں تھا ملواریے شیر کا شکار کیا تو بادشاہ نے خوش ہو کر اے "شیر افکن" کا خطاب دیا ۱۲۲
عبد عالمگیر کی میر تقی واما شکوہ کے خلاف جبر کے قریب ہونے والی جنگ
میں بڑی بہادری سے لڑا تو عالمگیر نے اس کی بہادری کو سراہتے ہوئے اسے "فتح غا" کا خطاب
دیا۔ یہ بھی مغلوں میں دستور تھا کہ اگر باپ کے بعد اس کا بیٹا خود کو لائق اور قابل ثابت
کرتا تو ایسے باپ کا خطاب سے مل جاتا تھا ایسے چند مودنی خطابات یہ تھے۔

الہ وردی خان ، افتخار خان ، امیر خان ، اورنگ علی خان وغیرہ ۱۲

باشاہ اگر کسی امر سے ناراض ہو جاتا تھا تو اس کا خطاب منہ بھی ہو جایا کرتا تھا اور یہ اس کو کسی صورت میں واپس جاتا تھا جب اس کو معافی مل جاتی تو کبھی کبھی خطابات کو تبدیل کر کے ایک دوسرے امر کو دے دیا جاتا تھا مثلاً شاہ جہاں نے ایک مرتبہ فدائی خان کا خطاب فرما دیا اور اُس نے خود یہ خطاب لے لیا اور جلالت اللہ خاں کو اس کے بجائے "چاندا خاں" کا خطاب دیا لیکن طرفین کی فدا کے بعد اسے دوبارہ اپنا پہلا خطاب واپس مل گیا ۱۳

پہلا خطاب جو کسی امیر کو ملتا تھا وہ خان ہو کرتا تھا ابتداء میں اس کے ذاتی نام کے آگے استعمال ہوتا تھا جیسے اگر کسی شخص کا نام حسن ہے تو خان کے خطاب کے بعد وہ حسن خان ہو جاتا تھا دوسرے مرحلے میں اسے بعد از خطاب ملتا تھا اس صورت میں حسن خان نام خان سیاست خان یا غلض خان "ہو جاتا تھا اس کے بعد وہ اپنے ذاتی نام کے نہیں پکارتا تھا بلکہ نئے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا ایک ہی شخص کو کئی بعد از تحریک تین سے چار تک ہنس سکتا تھا ملتے تھے مثلاً میر عبدالکیم ، ایک مالگیر امیر کو ابتداء میں خازن زاد خان کا خطاب ملا پھر وہ میر خازن زاد خان ہوا اور آخر میں امیر خان ہوا اسی طرح ترمبانش خاں کو پہلے دکنی خاں کا خطاب ملا پھر شہر مت خان ۱۴ مگر ایک امیر کو کئی بعد از تحریک دو تین یا چار خاندان تھے تو اس سے کسی کی ہمت تو ظاہر ہوتی تھی لیکن ان خطابات میں کون سا کوئی یا اعلیٰ ہوتا تھا۔ مرزا نڈر بنی ہوتا تھا دہلی میں ایک امیر کا بعد از دو درجہ کا تعین اس کے خطاب سے نہیں بلکہ منصب سے ہوتا تھا۔

مغل امراء حقیقت میں فوجی اور فوج کے کمانڈر ہوا کرتے تھے اور اپنا مقام صیقل جنگ میں جابھری اور شہادت کے جوہر دکھا کر جاتے تھے ان کی قریبی امداد ان کے خطابات میں ان کی جنگی کامیابیوں کو بڑا دھن تھا اس لئے ان امراء کو اس قسم کے خطابات دیے جاتے تھے جن سے ان کی جنگی ہمت بڑھتی اور شہادت ظاہر ہو مثلاً شہید خان ، صابت خان ، تہور خان ، دلدار خان ، بشکر خان ، بہت خان ، صلیف خان ، بہادر خان ، شجاع خان ، اور نازی خان کچھ امراء کو اس قسم کے خطابات ملتے تھے جن سے ان کی شخصیت کو کوئی بھٹ

اور غریب ظاہر ہوتی تھی ، جیسے مرہٹہ خان ، دیانت خان ، خلع خان ، امتاد خان اور شیدار خان کبھی ان خطابات کے دریغ سے امر کے کام کی نریت ظاہر ہوتی تھی جیسے نقیب خان آتش خان اور بہت خان ۱۳۳۰

خان کا خطاب اس وقت بڑا اہم ہو جاتا تھا جب خان پہلے ۱۲ تھا اور اس کے ساتھ کوئی صحت منگائی جاتی تھی اس قسم کے خطاب مغلوں نے سلطنت دہلی سے وراثت میں پائے تھے یا ہرنے یا ہرناس میں ان خطابات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ، "ہندوستان میں یہ اپنے پسندیدہ امر کو مستقل خطابات دیتے ہیں ان میں ایک اعظم ہمایوں ہے ایک خان جہاں ہے اور دوسرا خان خاں ہے" ۱۳۴۰ "اعظم ہمایوں کا خطاب شیخوں نے کسی امیر کو نہیں دیا لیکن اس کے علاوہ دوسرے خطابات امر کو دیئے جاتے رہے ، ایسی ہدایت پر چلتے ہوئے انہوں نے خان سے ملاکر دوسرے خطابات ایجاد کئے مثلاً خان اعظم ، خان تیان ، خان نام ، خان دہلی اور خان اعظم ان میں سب سے زیادہ قابل احترام اور اہم خطاب خان خاں کا تھا اور جسے مغل دور حکومت میں یہ خطایہ سلطنت کے انتہائی اہم اور بڑے امیر کو ملا تھا پہلا امیر جسے یہ خطایہ ملا ۵۵ ہرم خان وفات ۱۵۵۰ء تھا دوسرے اہم گمراہ جنیس یہ خطاب بلا ان میں شمع خان (وفات ۱۵۵۵ء) عبدالرحیم (وفات ۱۶۲۷ء) بیرم خان عالمگرا کا آصف غلامدوات (۱۶۳۱ء) اور عبدالرحیم (وفات ۱۶۶۳ء) شامل تھے ۔

خان خاں کے بعد دوسرا اہم خطاب خان جہاں کا تھا یہ ہمیشہ اس امیر کو ملا کرتا تھا جسے مغل بادشاہ اور مغل سلطنت کے لئے ہم کارنامے مزاجم دیئے جوں اس خطاب کی اہمیت کا اندازہ اس واقعے سے ہوتا ہے ابوالفضل (وفات ۱۶۵۷ء) جو شاہ جہاں کے دربار کا ایک ممتاز امیر تھا اور جس کا تعلق شادات پور سے تھا اسے اس کی فوجی خدمت کے صد میں خان جہاں کا خطاب ملا تھا ایک مرتبہ ایک دہوت کے بعد اس نے بادشاہ کو خوش کرنے کی نرض سے اس کے جوتے سامنے لا کر رکھے بادشاہ یہ دیکھ کر سخت غصہ ہوا اور اس نے کہا جو امیر جہاں کا خطاب رکھتا ہے اسے تو شہزادوں اور بڑے بڑے امراء کی پردہ نہیں کھنی چاہیے کیونکہ اس کا رتبہ دربار کے تمام امراء سے بڑا ہوتا ہے اسے ہمیشہ باوقار اور سنگت کے ساتھ رہنا چاہیے ۔

اسے پناہیے کہ آداب کے معاملہ میں "تورہ پیگسٹری" (۱۵۸۱ء) پر عمل کرے ۱۵۸۱ء میں میر کے بعد میں یہ قطاب انھیں جہاں لودھی وفات (۱۶۳۱ء) کو ملا ہوا تھا۔
ایک اور اہم قطاب، آصف خان کا تھا یہ قطاب ضلع وزیر کو دیا جاتا تھا کیونکہ
آصف حضرت سیماں سے وزیر کا نام تھا جو اپنی دانش مندی اور عقل مندی کی وجہ سے مشہور تھا۔
میر نے یہ قطاب اپنے بہن وزیر کو دیا تھا۔

عبدالمجید وفات (۱۵۹۳ء) خواجہ مزاریات الدین علی وفات (۱۵۸۱ء) اور مرزا جعفر
بیگ (وفات ۱۶۱۲ء) جہاں میر نے یہ قطاب اپنے وزیر ابو الحسن وفات (۱۶۳۱ء) کو دیا (۱۶۱۲ء)
ترخان کو قطاب ایک پڑا ٹکڑا قطاب تھا احمد اس کی مصروفیت یہ تھی کہ اس قطاب کو پانچ
کچھ مرادات کا مقدار ہوتا تھا ان میں سے ایک یہ تھی کہ اسے نو جرموں کے بعد مقرر ملحق تھی (۱۵۸۱ء) سلطان قباد
احمد الدین کو یہ قطاب ملا ہوا تھا جب توہ الدین کو یہ قطاب ملا تو وہ اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا
لگا اور اس نے اس پر چند خط پر آشوب کیے۔

خان کا قطاب امراء کو سخت سخت کرنے اور قابل تہ کا رہائے سر انجام دینے کے
بعد ملا کرتا تھا اس لیے ان کی خواہش ہوتی تھی کہ یہ خطابات صرف امراء تک محدود رہے اور
ہر کسی کو معمولی بات پر ملا کر دیا جائے جہاں میر نے جب محمد شریف وفات (۱۶۳۱ء) کو محمد خان کا
خطاب دیا جو ایران کا گنہگار شخص تھا تو مغل امراء اس پر سخت تلامذہ ہوئے اور کسی نے یہ شعور اس
موتی کے لیے کہا۔

بندوبہ جہاں میر خان اور اس شہد
شریف باورنے، دانشت و محمد خان شہد

میر نے اپنے امراء کو ایسے خطابات دینے شروع کر دیے جو "ملک" اور "دولہ" پر ختم ہوتے
تھے ان خطابات کے ضلع ریاست کے نظریہ کا اظہار ہوتا تھا کہ بادشاہ کی حیثیت اس نظام میں
میر پر تھی جب کہ امراء اس کے ستون تھے ان خطابات کے وزیر و بادشاہ اپنے امراء کی بات
کا مالی، محتاط، مددگار اور صواب راستہ تسلیم کرتا تھا "ملک" پر ختم ہونے والے خطابات
کمزوریوں کو دیتے جاتے تھے یا اعلیٰ منصب امراء کو ان میں سے کچھ مشہور خطابات یہ تھے

جلد ایک : جمیع الملک نظام الملک ، وزیر الملک ، امین الملک ، دیار الملک ، امیر الملک ۔

دولہ پر ختم ہونے والے خطابات سب سے پہلے امجدیہ کے امیر معتمد الدین کی اوقات ۱۵۸۹ء کے ہیں پاتے ہیں جو عہد الدولہ کے خطاب سے موسوم تھا جہاں لکھنے کے بعد میں یہ خطاب مرزا قیاس جنگ اوقات ۱۶۲۱ء کو عہد الدولہ کی شکل میں دیا شاہ جہاں نے عہد الدولہ کا خطاب مصنفین کو دیا ۔

جنگ پر ختم ہونے والے خطابات سب سے پہلے جہاںگیر کے عہد سے شروع ہوئے لیکن ان کی مقبولیت بعد مالگیری میں ہوئی کیونکہ اس کے جنرل مسلسل مرہٹوں اور گن کی حملوں سے جنگ میں مصروف رہے اس لئے ان کی جنگی خدمات کے صلہ میں امراء کی اکثریت کو جنگ پر ختم ہونے والے خطابات سے ان خطابات سے بھی دو قسم کی ملاقات کا اہلار ہوتا تھا وہ خطابات جن کے کسی شخص کی جرات و بہادری و شجاعت جو اس نے میدان جنگ میں دکھائی تھی ظاہر ہوتی تھی جیسے اسد جنگ اور ملاقات جنگ وغیرہ دوسرے وہ خطابات جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس شخص نے جنگ کا میدان ، کامرانی اور فتح حاصل کی ہے جیسے فتح جنگ ، غرور جنگ ، غرور جنگ وغیرہ ۔

مغل دربار کا ایک قطب بہادری تھا جو ان امراء کو ملا کرتا تھا جو میدان جنگ میں دشمن سے بہادری سے لڑ کر فتح باب ہوتے تھے یہ بھی ایک قدیم شکل خطاب تھا ، مغل دربار میں یہ دستور تھا کہ یہ خطاب ایسا نہیں دیا جاتا تھا بلکہ خان ، ملک ، دولہ اور جنگ کے ساتھ دیا جاتا تھا اور جنگ زیب کے عہد سے یہ خطاب عام ہوا ،

اس کے علاوہ دوسرے اہم خطابات جو خاص خاص امراء کو دیئے جاتے تھے یہ تھے امیر الامراء ، بیکر بیک ، صاحب سیف قلم ، کن اسطفت اور بہادری خان و بڑے وغیرہ ہندو امراء کو جو خطابات دیئے جاتے تھے وہ سلطان امراء سے مختلف ہوا کرتے تھے یہ خطابات تھے راجہ ، مبارزہ ، رائے ، رائے رانی ، رائے اور رائے رانی کا خطاب امیر الامراء اور خاندان کے بزرگ ہوا کرتے تھے ان کے علاوہ جو خطابات ہندو امراء کو

دئے جاتے تھے وہ برتے۔

راجہ بکرا جیت، راجہ کرن، راجہ ویراج، رانا راج سنگھ اور سید گلگھ رام راج
دکن میں سب سے بڑا خطاب سمجھا جاتا تھا شاہجہاں نے یہ خطاب ’سر بلند کے‘ کو دیا تھا ۱۶۱۲ء

خوش نویسوں کے خطابات

مغل دربار کے خوش نویسوں کو جو خطابات ملتے تھے ان میں ان کی
کئی نئی مہارت اور خط کی عمدگی وغیرہ صوفی کا اظہار ہوتا تھا جیسے کشید میں کلم ۵۲ جنس کلم
اور ندرت کلم ۱۲۴

موسیقاروں کے خطابات

مغل دربار میں وسط ایشیا، ایران اور ہندوستان کے موسیقاروں
کا بیچ برکرا تھا جس کے نتیجے میں ان ممالک کی موسیقی نے آپس میں مل کر موسیقی کے میدان
میں نئے نئے اضافے کئے مگر چھ دربار کے عظیم موسیقاروں کی اکثریت ہندوستانیوں کی تھی
لیکن دوسرے ملکوں کے موسیقار بھی اپنے کمال کی وجہ سے اہمیت کے حامل رہے ہندو
مسلم موسیقاروں نے ہندو موسیقی کی دعایات کو آگے بڑھایا ہندو لوگ اور ہندو موسیقی
کے آلات میں نت نئے اضافے کئے ان موسیقاروں کو جو خطابات ملتے تھے ان سے ان کی موسیقی
کی مہارت اور اس موسیقی کے مان کا اظہار ہوتا تھا جو وہ بجا کرتے تھے جیسے شرمیکان خان
سرود خان، شترق خان، مرشد خان اور پورہین خان وغیرہ ۱۶۱۶ء

دوسرے خطابات

مغل دربار کے عظیم معولہ ہندس جو بادشاہ اور سلطنت
کی خدمت کرتے تھے انہیں بھی ان کی نئی مہارت سے صلہ میں خطابات ملتا کرتے تھے
جہاں گرنے اپنے دربار کے سب سے عمدہ حضور کو ۱۶۲۵ء اور امراں ۱۶۲۵ء قطاب دیا تھا۔

شاہ جہاں نے استاد احمد کو جس نے تاریخ محل اور دلائل مملوک کی تحریر کی تھی "نادر المعصر" کا خطاب دیا تھا، محل مدیار کا سب سے بہترین شاعر "سک اشعار" کا خطاب پاتا تھا "۱۴۰۰"

شاہی انعامات و خیرات

نظر بادشاہت میں اس بات کی بھی اہمیت تھی کہ بادشاہ وقتاً
وقتاً انعامات و اکرامات اور صدقہ و خیرات دیتا ہے تاکہ اہل اہم اور رعیت میں اسکا احترام
بڑھے اور اس کے لئے عقیدت کے جذبات پیدا ہوں اس لئے یہ دستور تھا کہ اہل اہم اور رعیت
کے اصلی طبقہ کے افراد تو ہمیشہ تہمت انعامات ہاتھ تھے جبکہ رعیت کے غریب اور محتاج افراد
میں بزرگ تقسیم کی جاتی تھی۔

انعامات

خصوصیت کے تہذیب اور تقریبات کے موقعوں، بادشاہ، شہزادوں
شاہی بیگمات، امراء، منصبداروں، سفیروں اور دوسرے اہل طبقہ کے افراد کو تحفہ یا اکرامات
خاص طور پر خیر و مال کو یہ انعامات۔ د صورتوں میں ملے تھے نوالہ دیا کہ جس سے اہل اہم
اور فوج کے گناہ اور جرم کی معیشت سے اور دوم شاہی خاندان کے تعلق رکھنے کی وجہ سے شہزادوں
اور عہدہ کی نمائندگی خواتین کو تہذیبوں کے مواقع پر انعامات دیے جاتے تہذیبوں کے عداوت
خاندان میں بیاد شاہی اور بچوں کی پیدائش پر انہیں خصوصی انعامات سے نوازا جاتا تھا۔
امراء کو ان کی بہادری و شجاعت یا کسی شعبہ میں ان کی ہمیشہ بہادری
کے سلسلہ میں تحائف دیے جاتے تھے اس مقصد کے لئے دیار میں نقدی ہمیشہ رہا کرتی تھی

عام طور سے دربار میں بحث و مباحثہ خاص طور سے اور موسیقی میں بہترین کلاں کا مظاہرہ کرنے پر بھی خدمات
 مل سکتے تھے کبھی کبھی کوئی اچھا نغمہ کہہ کر اپنی ذہانت ثابت کرنا اور بادشاہ سے انعام کا حق پر جرات
 کا سیاق بہم سر کرنے یا نغمہ پر اب جہنم سے بعد بھی انعامات دینے چلتے تھے بادشاہ کی بیماری سے صحت پال
 بھی انعامات کیلئے ایک مرتبہ ہوا کرتا تھا۔

انعامات اور تہذیب و ثقافت دینے کی جو رسومات تھیں ان کا مقصد یہ تھا کہ دنیا دہوں کو
 اور اعلیٰ عہدے داروں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی جہت اترائی بجائے تاکہ ان میں مزید جوش
 و ولولہ اور قربان برداری کے ساتھ بادشاہ اور مملکت کی خدمت کرنے کا جذبہ و مقابلہ پیدا ہو۔

اعزازات اور تحائف کی مختلف قسمیں ہوا کرتی تھیں اور یہ دربار کے افراد کو ان کے پست
 اور مرتبہ کے حساب سے دیئے جاتے تھے ان میں سے کچھ اعزازات شہزادوں کے لئے وقف تھے کچھ اعلیٰ
 اہلکار کے لئے مثلاً آفتاب گیر مرث شہزادوں کو ملایا جاتا تھا جاگیر کرنے ایک مرتبہ اسے شہزادہ پلوٹ
 کو دیا تھا نقارہ صرف شہزادوں اور ان اہلکار کو دیا جاتا تھا جن کا منصب حکیم ۲۰۰۰۰ سولہ کا
 ہوا کرتا تھا۔ یہ روایت تھی کہ جب کسی کو نقارہ انعام میں دیا جاتا تھا تو وصول کرنے والا اسے اپنی پشت
 پر رکھتا تھا یہ انعام ہمیشہ کسی دشمنی شرط کے ساتھ دیا جاتا تھا مثلاً یہ بادشاہ کی موجودگی میں نہ بکلیا
 جلتے وغیرہ، شہزادوں کو ایک سو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی تھی کہ ان شرانگک خلوت دزدی
 کریں جاگیر کے حدود میں جب نقارہ خود جہانگیر کے حکیم کو انعام میں دیئے گئے تو اسے اجازت تھی کہ وہ
 شاہی نقارہ کے بعد اپنا نقارہ بجا سکتی ہے ماہی مراتب ۱۱ شہزادوں اور ان اہلکار کو ملتا تھا جن
 کا منصب کم از کم ۲۰۰۰ سولہ کا ہوا کرتا تھا کبھی کبھی خاص خاص موقعوں پر اس میں تبدیلی بھی
 کر لی جاتی تھی مثلاً عالمگیر نے ایک مرتبہ اٹھارہ سو سے بڑی کے طور پر اسے نفرت جنگ کو مظاہرہ
 کیا تھا قربان توفیق یا پاک کی دھن کا جھنڈا، شہزادوں اور ان منصب داروں کو دیا جاتا تھا جو
 کم از کم ۵۰۰ سولہ رکھتے تھے اگر کسی بادشاہ اپنے خاص سے باقیوں سے کوئی اچھی کسی امیر کو دیتا
 تو یہ اس کیلئے ایک بڑے اعزاز کی بات ہوا کرتی تھی۔

خلعت کی بہت سی اقسام ہوا کرتی تھیں یہ دربار کے امراء یا مملکت کے عہدے
 داروں کی اعلیٰ خدمات اور ان سے رتبہ کے مطابق دی جاتی تھیں یہ خلعتیں تین، پانچ اور

سات پارچوں پر مشتمل ہوا کرتی تھیں۔ تین پارچوں پر مشتمل خلعت میں چٹری جاما اور گردن بڑا کرتا تھا پارچے پارچوں پر مشتمل خلعت میں کسبہ پہنچا بلا بند اور تیرا ستین زیادہ ہوا کرتی تھیں سات پارچوں والی خلعت میں گزری تھا، کوٹ وہ جوڑے شلوار کے اندر تھیں، وہ کرتے اور ایک گردن یا سر کا مدال ہوا کرتے تھے، ایک خاص قسم کا خلعت جزا اور کھلاتا تھا جہاں گیر کی اپنی ایجاد تھا، یہ خلعتیں سال میں دو مرتبہ سوچ کر اور موسم ہائیں میں دکن جاتی تھیں لیکن اس کے علاوہ جہولند اور تقریبوں پر بھی یہ خود انعام عطا کی جاتی تھیں، اگر بادشاہ کسی کو اپنا طبرس خاص دیتا کرتا تو یہ اس کیلئے ایک فخر افزائی کی بات سمجھی جاتی تھی، دعو، ایک گرم عبادہ ہوا کرتا تھا جو خاص موقعوں پر دیا جاتا تھا اکبر نے دعو اور زمین طبرسات کو بہر خاں کی مشکت کے بعد انکو خاں کو بخشا تھا سراپا، اس خلعت اور لباس کو کہتے تھے جس میں سرے ٹیکر پیر تک تمام لباس ہوا کرتے تھے یہ روایت تھی کہ جس شخص کو خلعت عطا کرنا خواہ لے پہن کر تین دن تک دیا رہیں آئے۔

سروچ، ان امرا کو دیا جاتا تھا جو کم از کم... ہم سراحد کا منصب رکھتے ہوں۔ کبھی کبھی انہما پر خوشنودی کے عہد پر یہ امراء کے چھوٹے بھائی کو دیا تھا مثلاً عالمگیر نے اپنی سروچ محمد امین خاں کے لڑکے عطا کی، اس انعام کے باشندوں کے لئے مزید ہی تھا کہ وہ اسے اللہ کے علاوہ کس دوسرے دن نہیں پہنیں، انہیں اس بات کی بھی اجازت نہیں تھی کہ وہ اس کے تلے جیسے سروچ اپنے مذہم کے استعمال کے لئے نہیں لیں۔

چٹری کی ترب و زینت کے بے مختلف قسم کی کھنیاں اور جیسے ہو کرتے تھے۔ کھنیاں اور جیسے بھی دیکھ کر امراء کو ان کی خدمات کے صد میں دیتے جاتے تھے اگر بادشاہ اپنی چٹری کسی امیر کو بطور تحفہ دیا کرتا تھا تو یہ ایک افزائی کی بات سمجھی جاتی تھی خلاصہ جیگر کے ایک مرتبہ اپنی چٹری اپنے شہسوار عطاء اللہ کو عطا کی اور اس طرح اس کا اعزاز بڑھایا۔

شاہی اصیل سے ٹھوس انعام میں دینا بھی ایک افزائی کی بات سمجھی جاتی تھی۔ جہاں میر ممدانہ شاہی اصیل کا عائد کرتا تھا اور تیس گھڑے امراء اور دوسروں کو انعام میں دیتے کیلئے وہاں بھی جاتے تھے، جہاں گیر اور شاہجہاں نے یہ روایت شروع کی تھی کہ وہ اپنی تعالید امراء کو تحفہ کے طور پر دیا کرتے تھے، شمس روئے کھڑا کو دیکھا کہ وہ بادشاہ کی تعالید میں اپنی

محمدوں میں بطور تکلیف ڈالے ہوئے ہیں۔ اگر بادشاہ سارے یا اپنے دستخط لاکھوں خطوں کی سرکاری
 شہزادے کو بھیجتا تو وہ اسے کیسا غرازی کی بات سمجھتا تھا اور شاہی فدا کو شیعہ اعتراف اور عزت کیساتھ
 وصول کیا جاتا تھا۔^(۳۷) ہیرے جڑا ہوا تاج اور یا قوت کی انگوٹھیں یہ بھی خود ہی جاتی تھیں کبھی
 کبھی انعام دینے والے کا خطاب اس پر کندہ کر دیا جاتا تھا جب وزیر کا نیا تقرر ہوتا تھا تو بطور علامت کے
 اسے سہری تمکدات اور تلم دیا جاتا تھا۔^(۳۸) مرصع عصا، امیر توڑک کو دیا جاتا تھا جس کے اس کی
 قوت و طاقت کا ہر ہتھیار تھا۔^(۳۹)

کبھی کبھی شاہی تہنیت سے اہل فرشتہ دنگ کے طور پر کتابیں انعام میں دی جاتی تھیں
 جہاں گیر نے اپنی توڑک کی کتابیں، شامیوں، اہل انوار، شہزادہ پرنس اور دوسرے اہل کو بطور انعام
 دیں تھیں جب جہاں گیر نے اہل بادشاہ کو دورہ کیا تو اس نے وہاں علماء کو زخمی کی، تفسیر کشف مبین
 کا شفی کی تفسیر حسین، اور امیر جمال الدین کی رد ملامت مہاب پیش کیں۔^(۴۰)

بادشاہ امراء کو شکار میں کچھ حصہ بھی بطور تحفہ بھیجا کرتا تھا کبھی کبھی بادشاہی مطبخ
 کے کھانا اور پھل بھیجتا تھا گریوں میں بادشاہ کے لئے بہت شمالی جڑواں کے پھاڑوں سے لائی جاتی
 تھی اور ایک قسمت کبھی جاتی تھی اس لئے بادشاہ ہستہ دنگ کے طور پر یہ بھی اپنے امراء کو بطور تحفہ دیتا
 کرتا تھا۔^(۴۱)

کبھی کبھی بادشاہ کسی ایک دن کی وصول ہونے والی تمام پیش کشیں امیر کو دے دیا کرتا
 تھا مثلاً جہاں گیر نے خود وزیر کے ایک موقع پر تمام پیش کش حانقا، دلی کو دے دی ایک دوسرے
 موقع پر پیر کندن وصول ہونے والی پیش کش محمد وچہ پلا کو پیش کی۔^(۴۲)

شاعر مویقار گوئے، اور قصہ خوان اپنے فن میں کمالات دکھاتے پر خوشی میں سوتے
 چاندی، یا مدھوں میں توہے جاتے تھے اور یہ رقم ساری کی ساری انہیں پیش دی جاتی تھی کبھی
 کبھی خوشی میں ان کے منہ کو ایک یا دو بار سوتیلے سے بھر دیا جاتا تھا اور یہ سوتلے بھرا نہیں دے
 دئے جاتے تھے جہاں گیر کے زمانہ میں قصہ خواں، طاسد، صیدا، شاعرانہ محمد نالی، بالہ سری
 بانی والا ان تینوں کو باری باری سوتے اور مدھ میں تولد لگتا تھا۔^(۴۳)

جب بھی مغل امراء کو خطابات، "علی منصب اور عہدے میں ترقی ملتی تھی تو ان کو اس کے ساتھ

ساتھ ان کو ہمیشہ انعام میں جگہ دیا جاتھی مگر حاضرو سامان کے یا گھڑا، سونے یا چاندی کے ساز و سامان اور قیمتی نین کے ساتھ، یا زینتی مریخ لٹائیں، اعلیٰ حاکمیں ہوا کرتی تھیں۔
 خطابات، خلعت، تاجدار، جہنڈے، دھم، اور دوسری چیزیں کے علاوہ منسلک دارما اپنے امراء کو جو انعامات دیئے گئے تھے ان میں، جواہرات سے خربق، خنجر، تیرکمان، کرشمی زیوریت جیسے پہنچی، بازو بند کڑے، گلو بند سنے چاندی کی پلیٹیں، دھلت، پیالے، پاندن امیں شیشیاں جو قیمتی جواہرات سے خربق ہوں، قیمتی شالی، روپاں، آبیج اور خوشبوئیں ہوا کرتی تھیں۔

غیرات

مغل بادشاہ امراء، مقبضوں اور درباریوں کو قیمتی انعامات سے نوازا کرتے تھے کیونکہ ان افراد پر مملکت کا انحصار تھا، انہیں مملکت سے وفادار رکھنے اور بادشاہ و شاہنشاہان سے محبت پیدا کرنے کے بڑے مزدوری تھا کہ ان کو بیش قیمت انعامات اور خزازات سے نوازا جاتا رہے تاکہ یہ انعامات کے ساتھ ان کی خدمت کریں اور کبھی بغاوت کا خیال اپنے دل میں نہ لائیں۔
 ہندوستان کی کثرت، 'ہرمولم' یا رفیت بھلائی کی قرب و افلاس میں زندگی گزارتی تھی اس لئے بادشاہ کے لئے مزدوری تھا کہ ان غریبوں اور غنصوں میں غیرات وصولہ فقیر کر کے اور ملکہ خانے قائم کر کے وہاں انہیں کھانا کھانے کے لئے بڑے قرب و احترام کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اور اپنی نیامنی و سخاوت کی شہرت قائم کی جائے نظریہ بادشاہت میں یہ مزدوری تھا کہ بادشاہ اپنی نیامنی کا مظاہرہ و متا کو متا کرے تاکہ رفیت کلاس یا ت کا احساس ہو کہ بادشاہ ان کا بھلا کرے اور ان کا مدد کرے۔

اسی لئے مغل بادشاہ تہلیلوں اور تقریبات پر دنیا دل کے ساتھ غیرت فقیر کرتے تھے اور مزدور کے وقت، مزدور مغل اور حاجت مندوں کے لئے ہائش کا بھی بندوبست کرتے تھے خاص طور سے خشک سال اور قحط کے زمانوں میں۔

تقریبات کے موقع پر یہ دستور تھا کہ مدیر و مدیر بادشاہ کے سر کے گرد گھمراہم میں فقیر سمایا تھا تاکہ بادشاہ تمام جاؤں اور آفات سے محفوظ رہے یہ رسم شمار بھلائی تھی۔

یہ روایت بھی تھی کہ جب کبھی بادشاہ عیدین کی نماز کے لئے یا مزاروں کی زیارت کے لئے جاتا تھا تو راستے میں کھڑے لوگوں میں پہلے بھینٹا بٹرا اور چھلکتا ہوا جاتا تھا اس طرح یہ پہلے تقسیم کرنا ہندوؤں میں تھائی و سفادت کی علامت سمجھا جاتا تھا اور عوام میں اس سے اس شخص کے لئے عقیدت و احترام کے جنبات پیدا ہوتے تھے جہاں گیر نے اپنی تو تک میں کوئی جگہ اس کا تذکرہ کیا ہے کہ اس نے لوگوں میں پہلے پیسے اس کے انداز و نوع میں اپنے اس اندام پر فرو ڈرائی کا اس میں چھلکتا ہے^(۳۲)

شہنشاہ کی پیدائش یا شاہی خاندان میں شادی کی مناسبت میں لوگوں میں پہلے تقسیم کئے جاتے تھے جہاں گیر نے شہنشاہ پر دین کی شادی کے موقع پر شریف آملی اور دوسرے گھرانوں کو ہزار روپیہ دیئے تاکہ وہ انہیں قریب لوگوں میں تقسیم کریں^(۳۳)

جب جہاں آبادی کی طرح ملک میں میں گئی تھی تو اس موقع پر صدقہ و خیرات کا انتظام کیا گیا۔ پہلے دن ۵۰ لاکھ ہزار روپیہ غریبوں میں تقسیم کیئے و ابھی اس سے بدترین دن تک ۵۰ ہزار شرفیاباں اور ۵۰ ہزار روپیہ غریبوں میں تقسیم کئے گئے۔ ایک ہزار روپیہ ہر دو تقسیم کئے گئے جب تک کہ وہ صحت یاب نہیں ہو گئے^(۳۴)

اکبر کا یہ دستور تھا کہ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ نقدی رکھا کرتا تھا اور مانگنے والے کو کچھ دے کر دیتا تھا^(۳۵) ایک مرتبہ کابل سے واپسی پر اپنے راستے میں برٹے والے بغیر کو ایک سو چار ہزار دیا جن کی تعداد تقریباً ۲۰۰۰ تک پہنچ گئی^(۳۶) ایک مرتبہ اکبر نے فتح پور سیکری میں انپ تھلا کو سکوں سے بھر دیا اور بعد میں یہ سکے اس نے دیبا دیوں اور غریبوں میں تقسیم کئے^(۳۷)

فتح کے موقع پر محل بادشاہ ایک بڑی رقم حجاز بھیجا کرتے تھے تاکہ اسے وہاں لوگوں میں تقسیم کیا جاسکے ایک مرتبہ اکبر نے چھ لاکھ روپیہ اور بارہ ہزار غلٹیں جیسیں تاکہ مقدس شہر کے عہدہ وادوں علماء اور غریبوں میں تقسیم کی جائیں^(۳۸)

مغل بادشاہ چاند احمد سورنگ گرجن کے موقعوں پر اور شہنشاہ قبا کے غرض ہونے کے وقت بھی خیرات تقسیم کرتے تھے یہ موقع بادشاہ کیسے منہوس کیے جاتے تھے اس نے بھی گرج کا دستور تھا کہ وہ ان موقعوں پر سونا چاندی کپڑوں اور اناراج میں تھلا کرتا تھا اور پھر بادشاہ غریبوں میں تقسیم کر دی جاتی تھیں^(۳۹)

جہانگیر، عطا کے دریلے سے غریبوں میں خیرات تقسیم کرتا تھا جب وہ سفر پر ہوتا تھا تو مگرز برداروں کو حکم دیتا تھا کہ وہ قریبی گاؤں سے بیواؤں اور حاجت مندوں کو ملا کر لائیں تاکہ انہیں خیرات دی جاسکے ایسے سوتوں پروردہ ذاتی طور پر ان میں روپیہ تقسیم کرتا تھا ایک مرتبہ اس نے ۵۵ ہزار روپیہ ایک لاکھ نوے ہزار بیگمہ زمین چھوڑے گاؤں اور گیارہ ہزار چارلے سے دسے ہوئے قبرستانوں میں تقسیم کئے تھے^(۴۷)

شاہ جہاں کو دستور تھا کہ وہ پیغمبر کی پیدائش پر محراب، درمختار کے مہینہ میں اللہ محرم کے ایام میں خیرات دیا کرتا تھا وہ ہر سال اپنی محبوب بیوی ممتاز محل کی برسی پر نکاحیں ہزار روپیہ غریبوں میں تقسیم کرتا تھا^(۴۸)

یہ ایک پرانا دستور تھا کہ غریبوں وغیرہ اور سب سے کچھے ملک میں جگہ جگہ منگر خانے کھولے جاتے تھے جہاں انہیں مفت کھانا ملا کرتا تھا مغل بادشاہوں نے بھی ایسے ہزاروں میں ریاست کے خرچ پر اس قسم کے منگر خانے قائم کرائے تھے قطعا یا فطرتی کے سوتوں پر ان منگر خانوں میں غریب اضافہ کر دیا جاتا تھا^(۴۹)

اکبر نے ہندو اور مسلمان غریبوں کے لئے نفع پروردہ میں منگر خانے تعمیر کرائے تھے یہ غریب اور محرم پروردہ کے نام سے موسوم تھے ان کی قبریں کرشنر تعداد میں جو عیسوں نے بھی ۲۰ شروع کر دیا اس نے ان کے لئے ایک علیحدہ منگر خانہ بنایا گیا جو جوگی پروردہ کے نام سے مشہور ہوا^(۵۰) جہاں گیر نے اپنے عہد حکومت میں اس قسم کے مکانات احمد آباد، لاہور، الہ آباد، دہلی اور آگرہ میں قائم کئے تھے یہ جگہائیں بلخرفادہ کے نام سے یاد کی جاتی تھیں ایک مرتبہ اس نے کشمیر کے بلخرفادہ کچھ تین ہزار روپیہ دینے^(۵۱) شاہ جہاں نے قلعہ کے زمانے میں مختلف شہریہ میں غریبوں کے لئے منگر خانہ کھولائے خصوصیت سے پراگندہ میں مالگیر نے اپنے عہد حکومت میں دس دارالحکومت میں اور بارہ دوسرے علاقوں میں کھولائے^(۵۲)

انبات و خیرات دوائے دریلے تھے جو بادشاہ کی شہنشاہت کو عزم بناتے تھے خیرات کے دینے میں مذہبی مغربی شامل تھا کہ غریبوں اور محتاجوں کو دینے سے اپنی ثواب بھی ہے گا امدان پروردہ سے تائیس اور بلائیں بھی دور ہوں گی اس لئے ہم صبر و تحمل سے

یاد شاہوں کی اس صفت کی تعریف اور توصیف کی ہے اور انہیں عزیزوں اور حامیوں
 کا مجدد و امداد کا نظر بتایا ہے۔ مختاروں اور فقیروں کی اس تدبیرات سے یہ اندازہ ہوتا ہے
 کہ معاشرے کی اکثریت غلطی اور سرکشی کی زندگی گزار رہی تھی جبکہ دوست صرف ائمہ کے
 طبقے میں تھی

مغل امراء

بادشاہت کے ادارے کا ایک انتہائی اہم ستون امراء کا طبقہ ہوتا تھا اس لئے ہر حکمران خاندان اس بات کی نگہداشت کرتا تھا کہ ایک ایسے امراء کے طبقہ کو پیدا کرے جو دنیا داروں اور تنگ خیالی کیساتھ اس خاندان کی خدمت و حفاظت کرے۔ مثلاً کبھی حکمران خاندان کو ایک ایسا طبقہ زیادہ اچھا لگا جس کو دنیا و سوداگری ہو، کیوں کہ سوداگری لبرلہ کا طبقہ اپنے مفادات کو حکمران خاندان سے بدل دیتا تھا اور پھر ان کی حفاظت بدل دیاں سے کرتا تھا کبھی کسی حکمران خاندان اپنے امراء کے طبقہ کی بنیاد غلاموں پر رکھتے تھے جو تمام تعلقات سے کٹے ہوئے صرف حکمران خاندان کے ساتھ دنیا دار رہتے تھے اکثر یہ بھی ہوتا تھا کہ حکمران خاندان غیر ملکیتوں کی پشت پناہی کرتے اور انہیں اعلیٰ عہدے اور منصب دیکر انہیں اپنا دنیا دار بناتے اس بات سے ہر شاہی خاندان بخوبی واقف تھا کہ اس کے خاندان کی بقا اور اس کے استحکام کے لئے مزدوری بے سہارا قابل اعتماد دنیا دار اور لائق امراء کا طبقہ وجود میں آئے اس کے بعد وہ انہیں اعلیٰ عہدے، خطابات اور مراعات دے کر انہیں شاہی خاندان سے وابستہ کر لیتے تھے اور یا شاہ و امراء کا متعدد ایک دوسرے سے مل جاتا تھا۔

مغل حکمرانوں نے اول تو اس بات کی نگہداشت کی کہ وہ اپنے امراء کے طبقہ کو ایران وسط ایشیاء اور دوسرے سلطان ملکوں سے آنے والوں پر مشتمل کریں کیوں کہ ہر نئے آنے والے اپنا وطن خاندان اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر آتے اور جیل نہیں ملے

حکمران کی جانب سے مزاحمت اور آسائشیں نہیں تو ان کی تعداد میں خلل خاندان سے زیادہ سے زیادہ ہوتی چلی جاتی انہیں اس بات کا بھی احساس رہتا تھا کہ ان کی بقا میں حکومت کے استحکام میں ہے۔ اس خاندان میں کمزور تک آئی تو اس سے ساتھ ہی ان کے عہدے منہب اور دولت فطرے میں پڑ جائے گی۔

مغل بادشاہ فریگیوں کو ہمیشہ خوش آمدید کہا کرتے تھے کیوں کہ ان کی سامراجیت اور جارحانہ پالیسی اس بات کی متقاضی تھی کہ انہیں تہذیب کا مرکز بنایا جائے۔ مغل بادشاہین ہندوستان میں جہاں ہندو اکثریت میں تھے انہیں مسلمان عہدے والوں اور فوجیوں کی ضرورت تھی جن کی مدد سے وہ برابر فتوحات کرتے رہیں اور اپنا سیاسی استحکام حاصل کرتے رہیں۔

نئے آنے والوں کو ہندوستان میں آکر آباد ہونے میں اس لئے بھی زیادہ مشکل پیش نہیں آتی تھی کہ یہاں پہلے سے ان کے ہم وطن آباد تھے وہ ہر نئے آنے والے کی مدد کرتے اور اسے ہندوستان میں آباد ہونے میں مدد کرتے۔ یہ قریب کی ہندوستان میں مختلف وجوہات کی بنا پر آیا کرتے تھے۔ جہاں انہیں اپنے ملکوں میں ترقی کرنے کے مواقع نہیں ملے تو وہ اس امید پر ہندوستان کا رخ کرتے کہ یہاں ترقی کی راہیں ان کے لئے کھلی ہوں گی۔ اور حقیقت میں ان میں سے بہت کم ہندوستان میں آکر بالکل خوش ہوئے جن میں فدا بھی فوجی یا انتظامی ملاقات تھی انہیں ترقی کرنے اور دولت کمانے کے پتے پتے سے مواقع ملے آئے والوں میں وہ لوگ بھی جوتے تھے جو اپنے ملکوں میں بادشاہوں اور حکمرانوں کے حکم و حکم کا شکار ہوئے یا بغاوت و سازش کے بعد جہاں کہ ہندوستان آ گئے شہر علی مردان نماں جو قندھار کا گورنر تھا اس نے صفوی حکمران کی ملازمت چھوڑ دی اور قندھار کا قلعہ مغلوں کے حوالے کر کے ہندوستان آ گیا۔ اس طرح بھرہ کے دو عثمانی گورنروں نے مغل دربار میں پناہ لی ان کے علاوہ بہت سے حکمران جیسے قنٹ و تاج سے ہاتھ دھنا پڑا مغل دربار میں آکر پناہ گزین ہوئے۔

اگرچہ اس بات کو محسوس کرتے ہوئے کہ صرف بڑے ملک کے افراد کے طبقہ پر مغل خاندان کے استحکام کی بنیاد نہ رکھی جائے۔ اس نے ہندوستان میں راجپوت حکمران طبقہ کو بھی مغل

امراء میں شامل کیا جس کی وجہ سے مغل خاندان کو ہندوستان کے ان قدیمی امراء کی حمایت حاصل ہو گئی جن کا یہاں بڑا اثر و سوج تھا۔ راجپوتوں کے علاوہ گھڑی لاکستھ بھی امراء کے طبقہ میں شامل ہوئے مگر یہ زیادہ تر لڑائی مہدوں پر تھے جیسے اکبر کے زمانہ میں راجہ ٹوڈرمل اور اورنگ زیب کے عہد میں راجہ رگھوناتھ سرحدوں میں جب دکن کی ریاستوں کو فتح کیا گیا تو دشمن کی مسلمان ریاستوں کے امراء۔ اور مرہٹہ بھی اس طبقہ میں شامل ہوئے۔ اگرچہ بابرو جلیوں کے زمانہ میں افغان امراء مغل مددگار میں ہوتے تھے مگر یہاں کی شکست کے بعد جو انے افغانوں کے ہاتھوں ہوئی اور اکبر کی تخت نشینی کے بعد جب کہ اس کا عقائد برابر افغانوں سے رہا ان پر اعتماد نہیں کیا گیا لیکن یہاں تک کہ بادشاہ بننے کے بعد افغانوں کو اپنے حامیوں میں شامل کیا کیوں کہ اس کی تخت نشینی کی مخالفت کچھ راجپوتوں نے کی تھی اس لئے اس کے مددگار کے مشہور افغان امراء میں خان جہاں لودھی اور دلا دغل تھے۔

مغل مدد میں سب سے زیادہ ترقی کرنے والے اور فائدہ اٹھانے والے لڑائی تھے فارسی زبان کے سرکاری زبان ہونے کی وجہ سے انہیں ترقی کے زیادہ مواقع ملے مغل امراء کا طبقہ مختلف پیشوں کے افراد پر مشتمل ہو ا کرتا تھا اگرچہ ان میں اکثر لائق فوجی پر سالادوں جزیروں اور متعین پر ہوا کرتا تھا وندان میں شاعر، لویہ، موسیقار، معتمد نقاش، کاتب، حکیم، عمار، سودرغ اور معارف بھی شامل ہوتے تھے۔

ہندوستان میں جیسے تک مغلوں کا سیاسی استحکام رہا وہ یہاں جنگوں اور مڑائیوں کے ذریعہ اپنے اقتدار کو بڑھاتے اور مستحکم کرتے رہے اور ایران وسط ایشیاء سے آنے والے سیاسی اقتدار اور مال و دولت میں بڑا برشریک ہوتے رہے اور گنگے نیل کی منات کے بعد مغل حکومت کے استحکام میں وراثتیں پڑنا شروع ہو گئیں اور جب مغلوں کی طاقت و قوت میں کمزوری آئی تو اس کے ساتھ ہی نئے آنے والوں کے نئے عہد و مناصب اور دولت کے مواقع بھی کم ہو گئے اس طرح آئینہ مغل میں نقطہ دوں کی آمد کم ہو گئی۔ اس سیاسی کمزوری کے ساتھ ہی مغل امراء کا جو طبقہ اب تک شاہی خاندان کی وفاداری میں متحد تھا وہ بھی تدریجاً ہنس، اور وفادار کی بنیادوں پر ٹکڑے ٹکڑے ہونا شروع ہو گیا۔

لیکن حقیقت یہ تھی کہ سرکار کی یہ تقسیم مذہب و نسل سے زیادہ ان کے ذاتی مفادات پر تھی۔

منصب دار اور اُمراء کی قسمیں

مغل حکومت میں منصبی ایک گروہ اور انتظامات کے درجہ واضح کیا جاتا تھا ذات اہل سوار، ذات کے عہدہ بحاس کی ذاتی تنخواہ کا تعین ہوتا تھا اور اس تنخواہ سے وہ اپنے نجی اخراجات پورے کرتا تھا ساتھ ہی اسے کچھ سوار بھی ملائے گئے اسے اخراجات بھی پورے کرنے ہوتے تھے۔ سوار کے عہدہ سے اس کا تعین ہوتا تھا کہ وہ کتنی تعداد میں حکومت کے لئے سواروں کو رکھے اس کے لئے اسے تنخواہ اور اخراجات علیحدہ سے ملتے تھے۔

منصب دار کی کچھ درجے تھے :-

- ۱۔ اگر اس کی ذات اہل سوار کی تعداد برابر کی ہو تو قدامتوں درجہ میں آتا تھا۔
- ۲۔ اگر اس کے سواروں کی تعداد ذات کی تعداد سے آدھی ہو تو ۵۱ دوسرے درجہ میں آتا۔
- ۳۔ اگر سواروں کی تعداد اس کی ذات کی تعداد سے آدھی سے بھی کم ہو تو چہرہ تیسرے درجہ میں آتا۔

اگر کسی زمانے میں ۲۰ سے ۵۰ تک کے منصب دار بھلاتے تھے ۵۰۰۰ سے ۲۵۰۰۰ تک اُمراء بھلاتے تھے جو اُمراء دربار میں رہتے تھے وہ "خانہ دہکاب" بھلاتے تھے اور جو سواروں میں متعین ہوتے تھے انہیں "مہابیناں" کہتے تھے۔ ۵۰۰۰ سے ۲۵۰۰۰ تک منصب امیر کی حد جو کرتا تھا اس کے بعد شہنشاہوں کو یہ منصب ملتا تھا لیکن اس تقسیم میں اگر کسی کے بعد برابر تہہ بیلوں آتی رہیں مثلاً شاہجہاں کے زمانے میں ۵۰۰۰ سوار رکھنے والا امیر بھلاتا تھا۔ منصب داروں کو تنخواہ اور جاگیر دی جاتی تھی انہیں ایک جاگیر میں مستقل نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ ہزاروں کا چارہ ہوتا رہتا تھا مسلسل فتوحات کی وجہ سے منصب داروں

کے لئے نہی تھی جاگیریں پیدا ہوتی رہتی تھیں اگر جاگیروں میں کمی ہو جاتی تو بہ کسی خالص جاگیر سے پوری کی جاتی تھی اسی لئے جہانگیر کے زمانے میں خالص جاگیر کم ہو گئی شاہجہاں اور اورنگ زیب کے زمانے میں جاگیر داری موروٹی ہو گئی پھر اس کی وجہ سے سلطنت کی آمدنی کم ہو گئی سلطنت کی کمزوری کے ساتھ ساتھ موروٹی جاگیر دار کا زارا اور خود مختار ہوتے چلے گئے۔

مغل امراء کی تعداد کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کتنی تھی لیکن لوگہی نے یورپی سیاحوں کے سفر ناموں کی بنیاد پر ان کی تعداد ۲۵ ہزار سے ۳۰ ہزار تک لکھی ہے۔

نوابان اور دیار

جب کوئی نواب و آقا قزاقستان میں کوئی امیر یا منصبے اس کو ملازمت دیتا ہر آنے والے کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اس کی رہائی بادشاہ تک ہو جائے تاکہ وہ اپنی طاقت و قابلیت و خاندانی شرف و وقار و جاہت سے اس کو قاضی کر کے کوئی عہدہ و منصب مل سکے۔ اگر کوئی مشہور شخص جس کا تعلق اعلیٰ خاندان سے رہا ہو یا وہ مملوک یا دیار میں ملے عہدے پر فائز رہا ہو یا وہ اپنے علمی و ادبی اور فنی کاموں کی وجہ سے مشہور ہو تو اس صورت میں قزاق ہی اس کی آمد کی اطلاع بادشاہ کو دے دیتی جاتی تھی اور جدید ہی اس کو اس پتہ کا موقع دیا جاتا تھا کہ وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو سکے کبھی کبھی مشہور افراد کو بادشاہ کی جانب سے خط لکھ کر دربار میں آنے کی دعوت بھی دے دی جاتی تھی جیسے شاہی فرمان صبح کر میر جو کو دربار میں بلا یا گیا اگر کوئی مشہور شخصیت دیار میں آنے کی خواہش مند ہوتی تو اس کی یہ خواہش بادشاہ تک پہنچا دی جاتی اور بادشاہ فرمان کے ذریعے اسے دیار میں آنے کی دعوت دیتا تھا بادشاہ کسی کی شہرت سن کر کسی امیر سے اپنی خواہش بیان کرنا جو اس ملاقات کا انتظام کرتا مشہور شاعر نیتھی کی ملاقات کے اس طرح ہوئی۔ عادل شاہ جہا پوری نے امیر فتح اللہ مکن کو بلا یا جب اس کی شہرت اکثر تک پہنچی تو اس نے ۱۵۸۳ء میں فرمان بھیج کر اسے اپنے دیار میں طلب کیا۔ مغل حکمرانوں کی سلطنتوں کے مشہور امراء کی ہمت انسانی کو تہہ نہ دے کہ وہ مغل دیار میں آئیں مغل بادشاہ اس بات کو برداشت نہیں کرتے تھے کہ کوئی بھی مشہور شخصیت

فن کا کسی دوسرے درجہ میں سب سے مشہور موسیقار تاجی بن یوزم نام چند کے ہاں تھا اس کی شہرت سن کر کبر نے اسے اپنے پاس بلوایا وراثت منڈ خاں ہندوستان میں قیامت کی خبر سے آیا تھا۔ مگر جیسے ہی ملی شہرت شاہجہاں تک پہنچی تو اس نے اسے سورت کی بندھا کے تغلیق کھنڈی بھیجا کہ اسے دربار میں بھیج دیں بعد میں وہ تدریاتی کے سبب ہندوستان میں رہ گیا۔ اسی طرح جب علامی لودا کے قیامت و قہانت کی شہرت ہوئی تو شاہجہاں نے مری حیدر کے حکم سے اسے شاہی طرہ مت میں لایا جائے (۱۷)

اکثر نووارد ایران کے علما اور اس کے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے ابتدا میں انہیں کوئی بادشاہ سے متعارف نہ کرتا تھا اور پھر اس کی سفارش پر اسے ملازمت ملتی تھی جیسے عیاش بیگ کا تدارف ملک مسعود تاجر کے حکم سے لکھیا (۱۸) نے والے ان امور کو خاندان رقبہ اور طاقت کے مطابق منصب جیگر عہدہ اور نقدی ملتی تھی۔ مثلاً جہانگیر کے دربار میں میر غیسل اللہ جو مرق و فرسان میں مشہور تھے آئے تو انہیں ایک ہزار ذات و دو سو سوار کا منصب مع جیگر بطور تنخواہ ملا اور بارہ ہزار روپیہ نہیں ملنے کے عہد پر ملا اور ایک تیسرے زمانہ میں سین پاشا جو بھوکہ والی تھا بیگ کو ہندوستان آیا تو بادشاہ نے اسے خلعت ہانگی اور تنجی نہ بھیجی۔ جب اس نے دربار میں حاضر ہو کر آداب اور تہذیبات عرض کئے تو بادشاہ نے اس کی بیٹھ پر لاکھ پیر کر شفقت کا اظہار کیا اور ایک کھ دیو پر دے کر اسلام خان کا خطاب عطا کیا۔ رستم دکن کی حیلے پر پنے کو دیکر ساتھ ہی اس کے لڑکوں کو بھی مناسبت بدن پر فائز کیا۔ (۱۹)

نئے آنے والوں کی قابلیت و ذہانت اور ان کی پیشہ وارت مہارت کا امتحان ہوتا تھا کہ کتنا تھا جب حکم جیلانی حکم کے دربار میں آیا تو بادشاہ نے امتحان کی خاطر صمت مند اور ہمار افراد کے قادر سے اس کے سامنے پیش کئے اس نے ان کی صحیح نشان دہی کی جن کی وجہ سے اکبر اس کی قابلیت کا معترف ہو گیا۔ شاعر ادیب، موسیقار، مستند اور کاتب جیسے دربار میں پہلی دیکھتے تو وہ اپنے ساتھ اپنے فن کا نمونہ فرود لاتے تاکہ بادشاہ کو ہمیشہ سرگوشی اور مصلحت سے اپنی پہلی عاجزی پر گہایت لکھ کر بھی کی تفسیر نہ کر سکیں کی تھی (۲۰)

خانہ زاد امراء

جن امراء سے خاندانوں نے دہشتوں سے زیادہ مغل حکمرانوں کی طاقت کو
ایسے امراء خانہ زاد کہلاتے تھے جو مغل بادشاہ ان قدیم بھائی امراء کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے
خاص طور سے کوکہ خاندان کے افراد کو شاہی خاندان کا فرد سمجھا جاتا تھا اور انہیں سلطنت میں اعلیٰ
عہدے دیے جاتے تھے ان کے خاندان کی ترکیبوں سے شہزادوں کی زندگی کی جاتی تھی کوکہ خاندان
میں عزیز خان کوکہ کا خاندان مشہور تھا اس کی ایک شاخ کی شاہی سلطان مراد سے ہوئی اور
دوسری کی شہزاد خسرو سے۔ اگر کو عزیز خان کوکہ سے خاص تگاوٹ تھا اور کہا کرتا تھا کہ ”اس کے اور
میں شہزاد میان و دروہ کی ہنر بہ رہی ہے“ دوسرے خاندان جنہوں نے مغل دربار میں عروج
حاصل کیا ان میں مرزا غیاث جنگ کا خاندان تھا جہانگیر کے عہد سے اس خاندان کا عروج ہوا
اور اس کے افراد کو اعلیٰ عہدے و مناصب سے راجہوں میں کچھواہد خاندان کو مغل دربار
میں عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ شیخ سلیم چٹنی کی اولاد بھی مغل دربار میں ممتاز ہوئی۔
یاد امراء سے لڑکے بچپن ہی سے شہزادوں کی خدمت میں رہا کرتے تھے بس یہی
اسکان سے قریبی تعلق ہو جاتا تھا جہانگیر توڑک میں یا اربان امراء کا ذکر کرتا ہے اور
خصوصیت سے محمد شریف امراء کو اسے اچھے ملاؤ کا آغا ہار کرتا ہے دہادار امراء کی وفات کے بعد
ان کی اولاد کی دیکھ بھال اور پرورش باپوشا کیا کرتا تھا جیسے یرم خان کی وفات کے بعد اس
کے لڑکے سید ارم خان خاندان کی سرپرستی کرنے کی قریبی امراء کی وفات کے بعد ان کے بیٹوں
کو، علی عہدے مناصب اور انعامات دلا کرتے تھے باپوشا کی خاص خدمت کے واسطے جو امراء
فلازم ہوتے تھے۔ وہ خواہی کہلاتے تھے اور سولے خانہ زاد گان و قریبی امراء کے کسی کو
خدمت نہیں ملتی تھی ان کا انچارج سردار خواہاں کہلاتا تھا ”باپوشا ان خانہ کمرہ پر
خاص ہر بانی کرتا تھا اور اکثر انہیں ان کی غلطیوں پر معات کر دیتا تھا۔ خانہ زاد امراء کا
یہ طبقہ مغل خاندان کے ساتھ ساتھ بڑھتا اور ترقی کرتا چلا گیا اس وجہ سے چند امراء کے خاندان
پوری طرح سے سلطنت و حکومت پر غائب ہو گئے جن میں خصوصیت سے نور جہاں عبدالرحیم
خان خاندان اور مختلف کوکہ خاندان تھے جو تمام اعلیٰ عہدوں اور اہم جاگیروں پر قابض تھے

عمران خانداؤں سے ترقی تعلقات کی بنا پر ان کی سیاسی حیثیت بڑی مضبوط اور مستحکم تھی اور کسی کو ان کے خلاف شکایت کرنے کی ہمت نہیں تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عہدوں اور منصبوں کا تقرب ہونے لگا جو نہایت اہم حیثیت میں کہہ دیجئے کہ لوگ تھے جب خانہ نادر امر کے دربار میں کوئی نہایت اہم عہدے لینے لگے اور خانان امر ہونے کی وجہ سے انہیں سعادت دی جانے لگی تو ان میں سے ہر دہائی اور غیر ذمہ داری آتی چلی گئی اور وہ دولت کا یہ جا اسراف کرنے شراب نوشی اور عیش و عشرت کے علاوہ ہو گئے ان لوگوں سے رشتہ تعلیم سے پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی رعیت پر بھی ظلم و ستم کرنا شروع کر دیتے کیوں کہ عام آدمی تو بہا سلطنت کے دوسرے عہدے دار بھی ان کے خلاف کچھ کہتے ہوئے ڈرتے تھے اس صورت حال کی وجہ سے نہایت رعیت نے ان کے ظلم و ستم سے بکے مثل انتظام سلطنت میں بھی خرابیاں ہوتا شروع ہو گئیں

امراء اور رعیت

ابتداءً دور میں مثل عمران امراء کے مدد کی دیکھ بھال کرتے تھے اور ان کا رویہ رعیت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتا تھا تو انہیں تباہی کی جاتی تھی سگو جیہاں گیر سے آتے آتے امراء اپنے اثر و سوغ میں کافی بڑھ چکے تھے خانہ نادر و مودنی امراء شاہی خاندان سے تعلقات کی بنا پر معاہدہ پر ظلم کرتے تو ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوتی اس لئے امراء کا رویہ رعیت کے ساتھ برابر خراب ہوتا چلا گیا شوق ایک عہدہ پر تاج اس دور کے حالات سمجھنے ہوئے بیان کرتا ہے کہ مہجور کے گورنروں نے لوگوں پر ظلم کر کے اور ان سے پیسے وصول کر کے انہیں بائیں فخر کر دیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ بڑے لوگ بادشاہ تک رسائی نہیں پاسکتے اس لئے اگر کسی شہر کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ لوگوں میں عزت و انکسار پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے ہر طرف مایوسی و بددلی کا عالم طاری ہے مرزا ستم صفوی نے ٹھٹھ میں لوگوں پر بڑے مظالم کئے جب شکایات جہاں گیر کو پہنچیں تو اس نے مغرور کر دیا مگر کچھ عرصہ متروک رہنے کے بعد دوبارہ کامیاب وار بنا دیا گیا چونکہ ان امراء کو جرنل کی سزا معافی دی جاتی تھی اس لئے ان کے رویہ میں تبدیلی نہیں

ہنس آتی تھی غل غل کر دھڑکے اہل خاندان بھی ریت پر تلے کھڑے تھے مگر اے اثر و سوج
کی وجہ سے سڑاؤں سے بچ جاتے تھے مرتضیٰ خان کے بھائیوں کے سلوک سے گہرا کینہ لگے
تھیں شکایات پر مرتضیٰ خان کو، دیار میں طلب کیا گیا مگر کوئی سزا نہیں دی گئی۔
بعد چار گروہوں میں دہر کے صوبہ دار مرزا بیچ بیگ ساڑھ کھڑا لاہور کی انتہائی ظالم اور
عیاشی تھا تقریباً نو کروڑ کو کوٹے مارا کرتا تھا امدان کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا تھا کہ
شکر کسی کی جزاؤں جیسی شہر کی شاہی ہوتی تو اس کی کہن کو تو بیکشتی اٹھا لانا نہ
کہا کرتا کہ تم نے اس خاندان سے رشتہ کاری کر لی ہے۔^(۳۶) جہاں گھر کے ایک امیر مقرب خان نے
کتابت کی ایک بیوہ کی لڑکی کو زبردستی گھر میں ڈال لیا تھا اس پر بیوہ نے کسی نہ کسی
طرح بادشاہ تک شکایت پہنچائی جب بادشاہ نے لڑکی طلب کی تو اس نے کہا کہ وہ مرچ
ہے۔ دتی طور پر اس کا منصب گھنہ کڑا دھا کر دیا گیا اور بیوہ کو توڑا بہت پسند دے دیا
اس قسم کے واقعات جو در دراز سے صوبوں میں ہوتے تھے ان کی شکایات بادشاہ تک نہکل
سے پہنچی تھیں پھر بادشاہ امرا کو دفنی طور پر معمولی سزائی دیتا تھا شکایت کرتے والے امرا
کے اثر و سوج سے ڈرتے تھے اور بعض اوقات شکایات پر ۱۰ ہزار غلام بستے تھے۔
مثلاً رئیس کے ہلسم باقر خان کی شکایت شاہ جہاں کو پہنچی کہ وہ رعایا کے ساتھ انتہائی
سلوک کرتا ہے باقر خان کو جیل اس کا پتا چلا تو اس نے شکایت کرنے والے علاقے کے
زمینداروں، مقدس امدان کے آدمیوں کو ایک جگہ جمع کیا اور سات سو آدمی قتل
کر ڈالے ان میں سے ایک آدمی بچ نکلا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر نصیحت بیان
کی اس پر باقر خان کے داماد مرزا احمد نے ایک دن سرتیج پکڑ کر زمیندار کو بھی قتل
کر دیا امدان کی درخواست چار لالی، اس سارے معاملے کو دہرایا گیا امدان امرا کا
کچھ نہیں جانتا۔

شاہ جہاں سے ایک امیر اعظم خان نے ایک مرتبہ اپنی دعوت میں کچھ مانچنے
والوں کو بلوایا انہوں نے بیماری کا بہانہ کر کے آنے سے انکار کر دیا اس پر اس نے انہیں
خونخار کر کے بلوایا تو انہوں نے اعتراف کیا کہ وہ بیمار تو نہیں تھے مگر اس سے نہیں آئیں

کہ انہیں پسہ تھا کہ انہیں معاوضہ نہیں ملے گا اس پر اس نے حکم عدولی کی بنا پر نہیں قتل کر دیا اور کہا کہ اگر اس نے سختی نہیں کی تو اس کا حکم کوئی نہیں مانے گا اور پھر سختی کے حکومت نہیں ہو سکتی^{۱۱۶} جب اعظم خاں کا نظریہ حیرات میں ہوا تو لوگوں نے جو اس کے ظلم و ستم سے واقف تھے شاہ جہاں کو خط لکھا کہ اسے وہاں نہیں بھیجا جائے^{۱۱۷} اور گلزیب کے عہد میں تجاہت خاں جو والدی بدعشتاں مرزا شاہ راجہ کا قہر لڑکا تھا اس نے ابو الفضل حمزہ کی کو قتل کر دیا، تو اس پر اسے وقتی طور پر یہ سزا دی گئی کہ اس کا منصب جلیگر اور خدایہ پس لے لے گئے لیکن بعد میں اور تنگ زریب نے اس کے تمام افراد کھال کر دیے^{۱۱۸}

اکثر ائمہ اپنے علاقے کی رعیت پر تسلط کرتے، کسانوں سے زیادہ، بے زیادہ مالیت، لگان وصول کرتے، اگر گروہوں، صفت کاندوں، اور ہر سندوں سے بیگار میں کام لیتے تھے لیکن ان کے مقام کی سزا انہیں نہیں ملتی تھی، حسین خاں شکر پور جو کبیر کے عہد کا امیر تھا وہ بے تسلط و ستم ڈالنے میں جہاد تھا^{۱۱۹} رضا بہادر جیسے شاہ جہاں نے خدمت پرست کا خطاب دیا تھا اس نے میرانیوں سے خلاف جنگ کی اور بہت خون ریزی کی جو باقی بچے ان سب کو قتل کر دیا۔ تاکہ ان کی نسل ختم ہو جائے۔ عدوؤں و بچوں کو ٹیڑھی قندلو میں جکڑتا رہا کہ لایا جس کی کثرت سمجھوں مرگئی لیکن اس کے اس دلہہ پر کوئی سزا نہیں دی گئی^{۱۲۰}

خاں دوداں نصرت جنگ نے دکن کے صوبے دار کی حیثیت سے رعایا پر سخت ظلم کئے اعدان سے زبردستی جرمائے و ٹیکس وصول کئے اس دولت میں سے ایک کدو عہدہ پر بادشاہ کو بھیجا یا جس دن اس کے مرنے کی خبر برہان پور پہنچی تو لوگوں کو اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ کانون پر سٹھائی اور شکر بانی نہیں بھی لوگوں نے سب خزانے کو خوشی میں تقسیم کر دیے^{۱۲۱}

امراء کی خود مختاری کی علامت یہ تھی کہ یہ اپنے ماتحتوں کو جو چاہے سزا دیتے۔ عبداللہ خاں جاگیر سے نانہ میں گجرات کا دلی تھا۔ اس نے اپنے ایک معاصیہ کی گردن محض اسباب پر اڑا دی کہ اس نے نشہ کے عالم میں اس سے کچھ خوش طبعی کی باتیں کہیں

ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نفل حاصل، جاگیردار اور عہدے و رفود کو تانوں سے بالا نہ سمجھتے تھے، اور صرف اس صورت میں جب کہ یہ بادشاہ کے خلاف بغاوت کرتے یا سازش کرتے تو انہیں سخت سزا دی جاتی ورنہ اپنے دیکرے عہدہ پر یہ سزا سے بچ جاتے تھے۔ رعیت سے بچے وصول کرنا عہدوں کو اغواء کرنا لوگوں کو نفل کرنا عوام کو مختلف سزائیں دینا جنگ کے موقع پر عہدوں کی چھل کو نفل کرنا اور لوگوں کی عزت و تیرد لوٹنا ہم نہیں سمجھتے۔ ان باتوں کی شہادت یوسف یکرے کی کتاب غلبر شاہ جانا سے بھی ملتی ہے جس نے شاہ جہاں کے بعد کے ایک امیر احمد بیگ خاں جو اعتماد اللہ خاں غیاث بیگ کا پوتا تھا اور سیوستان (سیون) کا گورنر تھا اس کے درمیں اس کے چھل مرزا یوسف نے رویا پر جو مخالف کئے اس نے ان کی تفصیل لکھی ہے، مثلاً لوگوں کو بے تصور کوڑے ٹھکانا، مالدار اشخاص کو بلکہ ان پر چھوٹے الزامات لگا کر انہیں پٹوانا اور پھر ان کا مال و اسباب ضبط کر لیا، خشکی اور دریائی راستوں سے بر آنے و جانے والے سے بڑے اور حصول وصول کرنا، یہاں تک کہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں جانے پر بھی روک تھام دینا، جرم کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ اسے اپنا مال سمیٹے دامن فروخت کریں کہ ان پر اس نذر مالہ لگانا کہ وہ اپنی نفل دینے سے بعد بھی مفروض زمین اور بقایا جات کی وصول کے طور پر ان کے جائیداد اور عیشی ان محلے لینا۔^{۱۳۱} اس تمام لوٹ کھسوٹ اور ظلم کی اطلاع بادشاہ کو اس لئے نہیں مل سکی کہ یہ خاندان انتہائی با اثر اور بار صوف تھا اور واقعہ نویس یا مخبر بھی اتنی مہمت نہ تھی کہ وہ ان نظام کے بارے میں بادشاہ کو اطلاع دیتے۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نفل امرام کاروبار رعیت کے ساتھ کس قدر معاہدہ اور مخالفت تھا جس سے سیاسی حالات تھے جنہوں نے ہندوستان کے سماجی و معاشرتی اندازہ فکر پر اثر ڈالا اور عوام میں نین پر تقدیر ہوتے اور ظلم کو برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہوا۔

امراء اور بادشاہ

امراء اور بادشاہ دونوں کے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ تھے اس لئے دونوں کے درمیان روابط اور تعلقات تھے۔ ماسیکسی نشیب و فراز کے ساتھ ساتھ اپنی فاداریاں برقرار رکھتے تھے وہ اس وقت تک بادشاہ کے دما دار رہتے تھے جب تک کہ وہ طاقت ور ہوں۔ لیکن حکمران بادشاہ کی طاقت میں اضافہ بھی کی آتی تو ان سے تعلقات میں بھی فرق آ جاتا مثلاً امیر کے سرور جھلنے نے زندگی بھر اس کے دما دار کے ساتھ خدمت کی جب امیر کی بغاوت پر اسوں نے اندازہ لگایا کہ امیر اپنا وقت بڑھ کر چکا ہے اور مستقبل جب امیر کے ساتھ ہے اس لئے ابھرے ان کی دما داری منسوخ ہو گئی مرزا ہاں نے توڑکے دیا یہ میں کہہ چکا عرضا آشیانی کے قیام و بقاء مستقبل کو سوچ کر اور تمام برتنوں کے جہاں گیر کی طرف مائل ہو گئے۔

جہاں گیر کی تخت نشینی میں امراء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس کے بعد سے برٹش حکمران کی تخت نشینی میں امراء کی جماعتیں اپنے اپنے مفادات کے تحت اپنے اپنے مقاصد کی حمایت کرتیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن امراء کا اعتماد تحت نشین ہونا انہیں اعلیٰ مناصب و خطایات ملنے اور سلطنت کے امور میں ان کا اثر و سوج بڑھتا جن امراء کا اعتماد ناکام ہوتا وہ محروم ہوتے تخت نشینی کے ان جھگڑوں نے امراء کے طبقہ کے اتحاد کو ختم کر کے رکھ دیا اور اس منفرے آگے چل کر مغل سلطنت کے زوال میں اہم حصہ لیا اور تک تو جب تک امراء کی اس صورت حال کو اپنے ایک خط میں اس طرح سے لکھا ہے :-

”میں نے امراء اور منصب داروں کے مناصب میں جو اضافے کئے ہیں وہ ایسے وقت میں کئے ہیں جبکہ ہر طرف فتنہ و فساد کا غبار اٹھ رہا تھا اگر میں ایسا عمل نہیں کرتا تو یہ مد پٹے سے بدست میرا سا تو کس طرح ہوتا اور ان لوگوں کے بغیر میں کس طرح اس معاملہ سے بچتا۔“

سماجی سطح پر بادشاہ اور امراء کے تعلقات خوش گوار ہرگز نہ تھے اور امراء بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی فرین سے اسے قیمتی نقد تحائف دیتے اور پیشکش دیا کرتے تھے جشن اور تہنیت کے موقعوں پر امراء کو پیشکش دینا پڑتی تھی۔ اور بعض امراء تنہائی قیمتی ہندوانے دیتے تھے جن میں ٹکڑے موتی، ابرے زمرے یا موت سونے کے مربع ترقی اور اور اشیا شامل ہوتی تھیں اس کے عوض ان کے غصوں میں ترقی ہوتی اتنی خطابات ملتے اور بادشاہ کی قربت ملتی۔ ہر صوبے دار اپنے صوبے کی پیشکش قیمت اشیا اور بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتا تھا مثلاً امیر خاں آصف خان کے بھائی نے کشمیر کے صوبے دار کی عیشیت سے شاہ جہان کو تادمے پر کی سفیاں شاپیں فوس و کرک (جنگلی جانور) کے پتھریں اور تاجین بھیجے جب بھی بادشاہ کی جانب سے امراء کو ہدیے مناصب اور خطابات ملتے تو اس موقع پر وہ پیشکش قیمت نقد پیش کرتے تھے میر ابو القاسم صاحب خطایب میر خاں تھا شاہجہان کو ایک لاکھ پچھتر ہزار نو سو سے کراپنے خطاب میں الف کا اضافہ کرایا اور امیر خاں پٹوایا۔ اس نے امراء کی ترقی میں نقد مالوں اور تحفوں کو بڑا دخل تھا۔ جو جتنی قیمتی تحفے دیتا بادشاہ اس سے اس قدر خوش ہوتا۔

مغل دربار میں یہ دستور ہو گیا تھا کہ بنگال کا صوبے دار اپنی ترقی کے وقت ہمیشہ قیمت پیشکش بادشاہ کو دیتا تھا مثلاً ندائی خاں نے جہاںگیر کو ۵ لاکھ اور نور جہاں کو ۵ لاکھ ہدیہ پیش کیا۔ شائستہ خاں نے بھی بنگال کی ترقی پر امیر شہسب کو ۲۰ لاکھ نقد اور ۴ لاکھ کے زیورات اور دوسرا قیمتی سامان بطور تحفہ دیا۔ اس کے نتیجہ میں یہ اپنے صوبے میں عوام میں سختیاں کر کے ان سے پیسہ وصول کرتے اسی لئے جیب ندائی خاں بنگال سے تبدیل ہو کر آیا تو اس سے خلیفہ دہلی کیل گیا۔ اس نے وہاں ظلم و جبر سے کثیر دولت حاصل کی ہے جیب اسے جواب دہی کے لئے طلب کیا گیا تو اس نے حیدر (نعمت) کال۔ باکراں کا جواب اس کی نمک پر ہے اس پر بادشاہ نے چشم پوشی کی یہ حال شائستہ خاں کا تھا اس کے مرنے پر ہی انتہا دولت اس کے ہاں سے نکلی اور بہت سی پیشکش قیمت اشیا شاہی خزانے میں داخل ہوئیں۔

بادشاہ امرتسار کی سوجی و ساجی امرو میں رہنمائی کرتا تھا امرتسار کے خاندانوں میں شادی بیاہوں کی مرضی سے ہوا کرتے تھے کبھی کبھی دو مئی اف خاندانوں کو شادی کے ذریعے ایک دوسرے سے ملتا تھا امرتسار کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ بادشاہ کی مرضی کے بغیر اپنے لڑکے یا لڑکی کی شادی کریں مہابت خان نے جب اپنے لڑکے کی شادی بادشاہ کی مرضی کے بغیر کرنا چاہا تو جہاں گیر نے اس سے لڑکے کو سزا دی یہاں شاہی خاندان سے افراد اعلیٰ امرتسار کے خاندانوں میں مشایاں کیا کرتے تھے بادشاہ خود بھی امرتسار کا احترام کرتا تھا اور شیرازوں کو بھی اس کی تلقین کرتا تھا کہ وہ ان سے سلف بہتر سلوک کریں۔ اگر کوئی امیر بادشاہ سے خلاف بغاوت کرتا تو اسے کٹر معافی مانگنے پر معاف کر دیا جاتا خان زمان جس نے اکبر کے خلاف ۱۵۶۵ء میں بغاوت کی کئی بار معافی دی گئی باغی امیر عام طور سے دوسرے امیر کی معرفت معافی کا فرستکار ہوتا اور وہ امیر اس کی دنا دہی کی ضمانت دیتا۔ میرج خان نے بغاوت کے دوران منعم خاں سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کے لئے اکبر سے معافی کے لئے مجھے اور اس کی ضمانت دے۔^(۳۷)

جب کبھی امرتسار کو کسی ہم پر بھیجا جاتا تھا نہیں یہ اختیارات دینے جاتے تھے کہ وہ جنگ ختم کر سکتے ہیں اور اپنی مرضی سے صلح کر سکتے ہیں صرف ایک بار ایسا ہوا کہ اکبر نے راجہ جگوان داس کے معاہدے کو، جو اس نے یوسف خاں والی کشمیر سے کیا تھا تسلیم نہیں کیا راجہ کو اس بات کا اس قدر افسوس ہوا کہ اس نے بعد اس نے خود کشی کی کوشش کی ہے،

جواہر دہبار میں رہتے تھے ان پر پابندی تھی کہ وہ ہر صبح دس یا گیارہ بجے اور شام کو صلیبات سے پٹے دربار میں حاضری دیں اگر وہ بغیر کسی وجہ کے غیر حاضر ہوتا تو اسے جڑاں اور کڑا ٹرتا لایا۔ مغل دربار کا ماحول چونکہ سادگنی تھا اور امرتسار ایک دوسرے کے خلاف مخالفت کے تانے بانے بننے میں معروف رہتے تھے اس لئے وہ کوشش کرتے تھے کہ دربار میں ہر صورت میں حاضریں اور دربار کے حالات سے کھل طور پر باخبر رہیں۔ جو امیر صوبوں میں متعین ہوتے

تھے وہ دربار میں اپنے وکیل اور جاسوس رکھا کرتے تھے تاکہ انہیں واقعہ کی اطلاع مل جائے اور خود کو سازشوں سے محفوظ رکھ سکیں عبدالرحیم خان تھانہ سے دو تین آدمی اسے دوتارہ دربار کی خبر میں بھیجا کرتے تھے اس کے علاوہ اس نے عدالت کچہری کو تالی اور بازاروں میں بھی جاسوس چھوڑ رکھے تھے جو ہر قسم تک پہنچاتے تھے وہ ان کو بڑھ کر جلا دیتا تھا۔

امراء و کوان کے منصب کے اعتبار سے علم، ہمتی، تقاضے، ماہی مراتب اور پاک ملا کرتے تھے جہاں گہرے اعتبار و علم کو تمن توغ مل گیا اور اعزاز و پاک وہ شہزادہ عروم کے جہ اپنا تقارویہ سکتا ہے۔

مشاہدین مفید میں یہ دستہ تھا کہ جب بادشاہ جلوس کی شکل میں نکلتا تو امراء اس کے ہمراہ ہوتے برسر اس مسجد میں کھڑے کہ یہ امراء بادشاہ کے جلوس میں ساتھ ساتھ چلتے ہیں ان کی سواریاں بادشاہ کی سواری کے پیچھے ہوتی ہیں اور بغیر کسی ترتیب کے یہ دھوپ و گرمی میں ادھر سے ادھر پریشیاں پھرتے رہتے ہیں۔

امراء کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ بادشاہ کی اجازت کے بغیر دربار سے جائیں حج کریں یا کوئی سفر کریں اگر میر کا تبادلہ کسی دوسرے جگہ ہوتا تو وہ دربار میں نہ جاتے کی اجازت لینا اگر تبادلہ کسی قصود کی وجہ سے ہوا ہوتا تو دربار میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اگر بادشاہ کسی امیر پر نوازش کرنا تو اس کے گھر جانا اس کے پیار ہونے کی صورت میں اس کی فرمائش پر کیا کرتا ذمات کی صورت میں اس کے گھر جا کر اہل خاندان سے اظہارِ تعزیت کرتا۔

جو امراء کسی قصور یا نسیی کے مرتکب ہوتے تو بادشاہ مختلف طریقوں سے ان پر اپنے قد و نراہ کی کا اظہار کرتا تھا۔ مثلاً ایسے امراء کو اجازت نہیں ہوتی تھی کہ وہ دربار میں آئیں اور کوئٹہ و شہیم بجا لائیں اسے کسی دور دراز صوبے میں بھیج دیا جاتا تھا جیسے بنگال و سندھ یا اسے اس کے گھر میں نظر بند کر دیا جاتا تھا اور کسی کو اس سے لطف کی اجازت نہیں ہوتی تھی اگر اس کا جرم زیادہ سخت ہوتا

تو اس کا منصب گھٹا دیا جاتا یا ضبط کر لیا جاتا اس کا خطاب واپس لے لیا جاتا اور جاگیر ضبط کر لی جاتی ایک سزایہ بھی تھی کہ جلا وطنی کے طوع پر اسے قلعے پر جاتے کا حکم دیا جاتا تھا امراء کے لئے جیل خانے نہیں ہوتے تھے اس لئے اپنی کسی امیر کے سپرد کر دیا جاتا کہ وہ ان کی نگرانی کرے بعض اوقات انہیں گواہی کے قلعے میں بھیج دیا جاتا تھا۔

خانہ نشینی

امراء کے لئے ملازمت سے ریٹائر ہونے کا کوئی قصور نہ تھا اگر وہ خود ریٹائر ہونا چاہتا تھا تو بادشاہ کو درخواست دیتا تھا کہ اس کے گز اس کے لئے کوئی جاگیر دی جائے مثلاً ٹھٹھکے گورنر خان دوراں نے درخواست دی کہ پورے ہونے کی وجہ سے اس کی نیائی کمزور ہو گئی ہے اور اب وہ اس قابل نہیں کہ مزید خدمات سرانجام دے سکے لہذا اسے ریٹائر کیا جائے بادشاہ نے اسے خوشاب کا پرگنہ جس کے محصل ۳۰ لاکھ درہم تھے اسے دیدیا ۱۵۴۱ء

آغا نے آغا بایں نے جاگیر کی خدمت میں ۳۳ سال گزارے پورے چلے میں اس نے درخواست دی کہ وہ اب دربار میں ماضی نہیں آ سکتا اور بقیہ عمر وطن میں گزارنا چاہتا ہے لہذا اسے ریٹائر کیا جائے ۱۵۴۱ء بعض اوقات بادشاہ امیر کے پورے ہونے پر اسے خانہ نشینی یا گورنر نشینی کی اجازت دے دیتا تھا اور ان کے لئے اندازے کے لئے وظیفے مقرر کر دیتا تھا یہ وظیفے ۲۰ ہزار سے ۴۰ ہزار روپیہ تک ہوا کرتے تھے اور ان میں وقتاً فوقتاً اضافے بھی ہوتے رہتے تھے۔

نسیب طی

مغل سلطنت کا یہ دستور تھا کہ امراء کے مرنے

کے بعد ان کی جائیداد سلطنت کے فرضوں کی ادائیگی کے سلسلہ میں ضبط کر لی جاتی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امراء اپنی زندگی میں اقرعیات کا یا مائدہ حساب کتاب ہمیں دیا کرتے تھے امداد نہیں جڑا سکتی ہوتی تھی وہ اسے بلا دریغ خرچ کر دیتے تھے اس لئے ان کے مرنے پر ان کی جائیداد کی تمام تفصیلات جمع کی جاتی تھیں اور ہمیشہ قیمت اشیاء مثلاً ہیرے، جواہرات، ہاتھی اور مملات گنبد کر یا جاتا تھا اور بنایا ہل کے داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا لیکن جائیداد کی یہ تقسیم شریعت کے مطابق نہیں ہوتی تھی بلکہ بادشاہ کی مرضی کے مطابق ہوتی تھی جائیداد کی اس قطبی سے سترے دے امراء کے اہل خانہ ان پریشان ہوتے تھے بر خیر لکھتا ہے کہ بعض امراء کے مرنے کے بعد ان کے بیٹے اور پوتے غریب ہو جاتے تھے اور کسی امیر کی فوج میں ملازمت کرتے پر مجبور ہو جاتے تھے ۱۵۷

مام طور سے بادشاہ متوفی امیر کے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا اور باپ کی جائیداد ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ اکثر بڑے بڑے گورنر کے بھائی بھی دے دیا جاتا تھا ۱۵۸ بہادر خان راجہ کے مرنے پر اس کے بڑے بڑے داروں کے جہاں کو ایک تھرا روات اور ۵۵ سواری کا منصب دیا۔ چھ ٹکڑے جو چھوٹے تھے انہیں شاسب مہد کے دیئے گئے تھے ان کے علاوہ بقعہ مال ٹکڑوں کو دے دیا۔ ۱۵۹ چان دودان کی وفات پر اس کا مال واسپاہ اس کے ٹکڑوں میں تقسیم ہوا ۱۶۰ (۱۶۱) دارالعلوم کے مرنے پر اس کی تمام جائیداد اسباب نذر جہاں کو ملا ۱۶۱

۱ آصف خان نے مرنے سے پہلے لاہور کی حویلی جو ۲۳ لاکھ میں تیار ہوئی تھی، آگرہ، دہلی، اور کشمیر میں اپنی عمارات، باغات، اور جواہرات سونا، چاندی، دوسری قیمتی اشیاء جن کی قیمت دو کھرب پچاس لاکھ روپیہ ہوتی تھی بادشاہ کو دے دی کہ اس کے مرنے کے بعد قطبی میں لے لیا جائے بادشاہ نے اس کی وفات کے بعد اس کے تین ٹکڑوں اور پانچ ٹکڑوں کو ۲۰ لاکھ روپیہ دیا باقی سامان ضبط کر لیا ۱۶۲

بعض امراء کے خاندان اس ضلعی کے خلاف باتامہ مراحت کرتے تھے جب نرائیم صفوی مرا اور آگرہ کے حکام نے اس کا مال داسباب ضبط کرنا چاہا تو اس کو سیرہ نے کیروں کو مرنا دیکھ کر پہنچا کر بندہ وقیم تھادیں اور لڑنے پر تیار ہو گئی۔ اس کو کہنا تھا کہ ان کے ساتھ دوسرے علم امراء جیسا سلوک نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر بادشاہ نے ہاتھوں کے علاوہ دوسرا سامان اپنی بخش دیا^(۵۶) شاہ جہاں کے ایک امیر اسد م خان کا آخری وقت فریب آیا تو اس نے اپنے تمام کا نذات جدا کر دیا اور اس کا سامان لڑکوں اور بھائیوں میں تقسیم کر دیا اور بادشاہ کے پاس ۲۵ لاکھ روپیہ کا حساب بھیج دیا^(۵۷)۔

بند امراء کی جائداد اور دولت ضبط نہیں کی جاتی تھی کیوں ان میں اکثریت کے پاس موروثی جاگیریں ہوتی تھیں لیکن جن کی جائدادیں موروثی نہیں تھیں وہ ضلعی کے دائرے میں آتی تھیں ہاکسنس نے لکھا ہے کہ راجہ جگن ناتھ راجہ بہاری مل کا لڑکا مرا تو بادشاہ نے اس کی جائداد پر قبضہ کر لیا اس میں جو اہرات کے علاوہ ۶۰ من سونا بھی شامل تھا^(۵۸)۔

ضلعی کے عمل کے دوران اہل خاندان یقیناً ایک اذیت تک عمل سے گزرتے ہوں گے ان سے چھپے ہوئے خزانے اور مال داسباب کے بارے میں معلومات کی جاتی ہوں گی حکومت کے کارندوں کو وہ فریب ہوتا جو محاسب کتاب اور اخراجات کو کم دکھانے کے لئے رشوت بھی دے جاتی ہوگی اور متوفی امیر کے فی نیت اس کے اہل خاندان کی برہان کے خواہش مند ہوتے ہوں گے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اکثر امراء مرتے سے پہلے اپنی دولت اہل خاندان میں منتقل کر دیتے جو ان کے یا اپنی زندگی ہی میں فروغ کر کے تمام کر لیتے ہوں گے

طرز معاشرت

اکبر کے زمانہ میں جب مغل سلطنت کو استی م ہوا

اور غل غنیمت کا زخم ہونے والا سلسلہ شروع ہوا تو اس کے ساتھ ہی بادشاہ اور مرد طبقوں میں خوشحال و فاسق اہل آبی مختلف ذرائع سے دولت جمع کی جانے لگی۔ ہونہواری کی آسائش اور غریبیت بڑھنے لگیں۔ مغل امراء کی شاندار موبیلیاں، باغات بارہ کہیاں اور بقرے قیم ہونے لگے۔ لباس کی ثقافت و خوبصورتی میں اضافہ ہوا کھانوں میں جدید پیدا ہوتی شروع ہوئی۔ پہلے دھبوں کی رونق بڑھنے لگی۔ شنگاروں اور نوکروں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہاتھی گھوڑے اور پاکیاں خوبصورت و آرائش میں ایک دوسرے سے باتریکے جانے لگیں۔ دیر سے جواہرات، اور سونے چاندی کے سامان اور زیورات کا استعمال بڑھ گیا۔ دلوں، تقریبات اور تقریبات پر بڑھ چڑھ کر پیسہ خرچ کیا جانے لگا۔ حرم میں عورتوں کی تعداد بڑھنے لگی اور نیا جی و سخاوت کا اظہار زیادہ سے زیادہ ہونے لگا۔ مغل امرائے ایک ایسی ثقافت کو پیدا کیا جس کا تعلق معاشرے کے اعلیٰ و دولت مند اور حکمران طبقے سے تھا۔ یہی ثقافت مغل ہندوستان کی ثقافت بنی اور اس کی بنیاد پر ہندوستان کی دولت و خوشحالی اور شان و شوکت کے تذکرے ہوئے۔

دولت و آمدنی، اور خوش حالی کے سوا اسے مغل امراء اپنے وقت کے لحاظ سے سب سے زیادہ دولت مند لوگ تھے، ان کے آمدنی کے ذرائع میں تنخواہ جاگیر دارین سے لگان و عاید، نقوحت سے نتیجہ میں مال غنیمت، تجارت میں آمدنی سود پر فرقہ دینے سے آمدنی، ماتحتوں اور رعیت سے تحفہ و تحائف و نذرانے اور شہوت و ناجائز کمپوز سے دولت حاصل کرتے تھے۔ دولت کی بنیاد کی وجہ سے یہ انتہائی نفوذ خرچ ہوتے تھے اور اپنے عہدہ و مرتبہ کے مطابق بڑی شان و شوکت سے رہتے تھے آمدنی سے زیادہ خرچ کرتے تھے کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے مرنے پر ان کی جائیداد ضبط ہو جائے گی چرچا مرنے پر جائیداد کے علاوہ غیر رقم بھجوا کر مرنے تھے۔ دولت خاں جو کہ کے نواح کا ایک امیر تھا خواجہ سسلائی کا سردار تھا مرنے کے بعد اس نے اس کا کٹافرنڈا بھجوا دی۔ یہ جواہرات سخا اور چاندی، برتنوں کے علاوہ جس کی قیمت ۳ کروڑ بنتی تھی۔ آصف خاں کی جاگیر کی آمدن ۵۰ لاکھ سالانہ تھی دار شکوہ کی بارہ بیٹے

کی تنخواہ دو سو روٹ سات لاکھ پچاس ہزار بنتی تھی ہفت ہزار سی منسوب دار کی تنخواہ ۲۰ لاکھ سالانہ تھی دوسرے ذرائع آمدن اس کے علاوہ تھے ۵۰۰ آصف خان کے اخراجات اس قدر تھے کہ کچھ میں نہیں آتے تھے یہ بادشاہ، مہتممزدوں اور دیگیاہات کی دوسریوں کو بنا تھا اور بادشاہ کو تین تھے اور پیش کش دیا کرتا تھا کھانے اور دوسروں کا بیڑا اتار کرتا تھا (۵۹)

مہاراجہ جہاں کے ایک امیر اعظم خان کے ۵۰۰ ملازم تھے یہ ہندام تھے ۱۰ اس کا ہاتھ خرچہ دس ہزار روپیہ تھا اس میں اس کے اہل کار خرچہ شامل نہیں تھا جس میں ۵۰۰ گھوڑے اور ۵۰۰ ہاتھی تھے اس کے ملازمین زرعی برقی میاں پہنچتے تھے اور جیب وہ یا ہر نکلتا تو اس کے ساتھ ۲۰۰ سپاہیوں کا ایک دستہ ہوتا تھا (۶۰)

مانڈیسلو جیب اس سے ملا تو یہ جگہ اس کا گود فر تھا اس وقت اس کے پاس ۱۰ اکوڑ روپیہ تھا اس کی شادی شاہ شجاع سے ہوئی تو اس نے میسٹری میں ۱۰ ہزار گھوڑے اور ۱۰ ہزار سارو سامان سے لے کر گاڑیاں، جیسٹریس، رین، بڑے امراؤ نے اخراجات اور خرچے کا جو معیار قائم کیا اس کی وجہ سے چھوٹے امراؤ مالی لحاظ سے پریشان رہتے تھے کیونکہ انہیں قونج اور ملازمین اور نوکروں کی بڑی تعداد کا خرچہ برداشت کرنا پڑتا تھا بادشاہ کو میسٹریوں اور دیگر مرقوں پر تحفے دینا پڑتے تھے (۶۱) اس لئے ان اخراجات کی وجہ سے بہ کثر مقررین دہکتے تھے اور ضرورت پر مہاجروں سے قرضہ لیا کرتے تھے۔

یہ زمیندار کے اخراجات اور ضرورت پر تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہی میں متوسط طبقہ کا کوئی شخص نہیں یا تو بڑے لوگ ہیں یا غریب بازار میں گھروں کی چیزیں ملتی ہیں جن کو امراؤ ناپستہ کر کے بھڑکتے دیتے ہیں پھر میوہ اور گوشت منگاتے ہیں اور امراؤ کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں کھاتے (۶۲)

امراؤ کے گھروں میں ضرورت مند لوگوں کا جھوم لگا رہتا تھا ان میں غریبوں کے خواہش مند لوگ بھی ہوتے تھے اور وہ بھی ہوتے تھے جو معاشی مدد چاہتے تھے یا

کسی کی شکایت کرنا چاہتے تھے اور انصاف کے طلبگار ہوتے تھے ان حالات میں
 افراد کے طبقے سے عوام کی امیدیں وابستہ ہوئیں اور عوام یہ سمجھنے لگے کہ عرفان کے
 ذریعہ ان تمام مسائل کی معاملات حل ہو جائیں گے اس لئے وہ ان کا احترام کرتے تھے
 اور انہیں اپنے سے برتر سمجھتے تھے محفلوں میں آتے وقت یہ سراسر اس بات کا پتلا
 پُندا خیال رکھتے تھے کہ ان کی نشست و برخاست گنگو اور کات دسکنا میں بخیرگی
 ہوتا کہ ان کی شخصیت کا رعب لوگوں پر پڑ سکے ان کی محفلوں میں "امیر توڑکٹ" ہونا
 تھا جس کے فرائض میں پرشہل تھا کہ وہ لوگوں کو مجلس کے آداب سے آگاہ کرے
 مجلس میں امیر خود تخت پر چھوڑ داری کے نیچے بیٹھا کرتا تھا ملاقاتی امیر سے ملتے وقت اسے
 تندر دیتے تھے اور پھر گوندش و تسلیات بجالاتے تھے آنے والوں کے نام کا اعلان کیا
 جاتا تھا اور تعارف کے بعد اسے اس کے مرتبہ کے مطابق جگہ دی جاتی تھی محفل میں سب
 خاموش اور باادب بیٹھے رہتے اور کوئی اپنی جگہ سے نہیں ہلتا تھا گنگو کے قاعدا میں آداب
 تھے نہ کوئی تورو سے بولتا تھا اور نہ جسم کو حرکت دیتا تھا اگر کوئی راز کی بات کہنا چاہتا
 تھا تو اپنے منہ پر مہال رکھ کر آہستہ سے بولتا تھا ہر شخص اپنا جواب پانے کے
 بعد دھشت ہو جاتا تھا لیکن درخت اور برابر کے رتبہ کے لوگ بیٹھے رہتے تھے جب
 ایک کمرہ محل سرا میں نہیں چلا جاتا تھا^{۱۶۶}

اگر برابر اور ہم مرتبہ امیر ملتے آتا تو اس کا آگے بڑھ کر استقبال
 کیا جاتا تھا معانقہ اور بعل غیر ہوتے کے بعد اسے برابر میں جگہ دی جاتی اگر وہ کسی کو
 اپنی محفل میں بلانا چاہتا تھا تو اس کو لانے کے لئے سواروں کا دستہ بھیجتا تھا^{۱۶۷} اگر
 امیر اپنے مہانوں کی خدمت میں باقی کا بیڑہ پیش کرنا تو یہ ایک بڑے اعزاز کی
 بات سمجھی جاتی تھی^{۱۶۸} امیر اپنے مہانوں کو باورچی خانے سے انواع و اقسام کے کھانے
 چل اور سب سے بھیج کر دیتا تھا^{۱۶۹}

امیر اور بغیر ملازموں، غلاموں، نوچریوں اور سپاہیوں کے بچے گھر سے باہر
 نہیں نکلا کرتے تھے ایک مرتبہ قنداد خاں ایک مہذب سے ملنے کے لئے چاروا

امیر خازن کے چلا گیا چونکہ یہ شانِ امارت کے خلاف تھا اس لئے بادشاہ نے اس سے باز رکھا۔
 کی ۱۳۰ امراء ہمیشہ جو جس کی شکل میں باہر نکلتے تھے اور ان کے ساتھ تقریباً ۲۰۰ سے ۳۰۰ تک
 سوار ہوا کرتے تھے یہ یا ۵۰ جھنڈے ہوا کرتے تھے جو ان کی سواری کے آگے آگے چلتے تھے
 وہ اپنے گھوڑے کی غذا کا بہت خیال رکھتے تھے اور انہیں گھی دیکھ کر کھلاتے تھے جس کی
 وجہ سے وہ خوبصورت اور تازہ رہتے تھے ۱۳۱ جب ان کی سواری نکلتی تو ان کے ملازمین
 راستے سے لوگوں کو بٹاتے ہوئے چلتے اور جو راستے میں آجاتا اسے بلا کسی ہیاط کا رستہ ۱۳۲
 ان کے ساتھ سوار چل کر ہزار چتر کا ڈھونڈنے والے غلام، خدایا، پیک دان اور پانی کی مرقی
 لئے ملازم ہوتے تھے کچھ ملازمین کتاب اور لکھنے کا سامان لئے ہوتے تھے ۱۳۳ ان کی سواری
 بند یا کھلی پاکی ہوتی تھی جس میں یہ بیٹھے ہوئے یا نیم ملاز حالت میں سفر کرتے تھے سواری
 کے ترکہ پر سیدھے اپنے مکان میں چلے جاتے تھے ۱۳۴

چھوٹے منصب والے اور امراء دو قسم کے مکان بنایا کرتے تھے
 اینٹ اور پتھر کے یا کچے اور محض پوش۔ مکانات عمدہ اور جدا دار ہوا کرتے تھے اکثر
 مکانوں میں باغیچے ہوتے تھے اور اقد سے آرام وہ اور ہر قسم کے سامان سے آراستہ
 بڑے امراء کے مکانات و دیار کے کنارے اور شہر سے باہر ہوا کرتے تھے مکان میں بڑا
 صحن، باغیچہ، حوض، اور دالان ہوا کرتے تھے اندر و باہر چھوٹے چھوٹے فوارے لگے
 ہوتے تھے اور نہ ختم ہوتے تھے جہاں عرسوں میں وہ پیر کو آرام کرتے تھے اکثر امراء
 تہ خانوں کی پر نسبت فص خانوں کو زیادہ پسند کرتے تھے ۱۳۵ ان کے مکانات میں بہت
 کمرے ہوتے تھے لیکن دوسری منزل نہیں ہوا کرتی تھی چھت خالی ہوتی تھی جہاں لذت
 کو بہ کھائی جاتی تھی ۱۳۶ اب و قراءوں کے لئے پانی ہل کنوں کے کھینچ کر لاتے تھے ان
 مکانات کی زندگی چند سالہ ہوتی تھی کہ ان کی دیواریں گارنے سے بنی ہوتی تھیں ۱۳۷

امراء ہر ٹرے شہر میں شاہی عمارت کے ساتھ ساتھ اپنی عمارتیں
 تعمیر کراتے تھے اگر وہ ان کے محل جہاں کے کنارے پھیلے ہوئے تھے نفع لہر سیکری میں
 بھی بنوتے انچے عمارت بنائے جو بعد میں کھنڈ ہو گئے امراء جو عمارتیں تعمیر کراتے ان

کے مرنے کے بعد ان کے بڑے یا سوسیلین ان کی مرثیت کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے اس لئے یہ بہت جلد دیوان ہو جاتی تھیں کیونکہ ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ اپنی عاریتیں خود بٹورے۔^{۱۷۱}

مکانوں میں پننگ سونے یا چاندی کے ہوتے تھے محل کے باہر دیوان خانہ ہوتا تھا جہاں غولہ صیت تالین بچے ہوتے تھے یہاں امیر ہر روز صبح کے وقت آکر بیٹھتا تھا اور اپنے معاملات نشاٹا تھا۔^{۱۷۲} گھر میں مینر یا کرسی نہیں ہوتی تھی بلکہ نشست کیلئے ایک ٹھکڑیلا بچہ ہوتا تھا جس پر عمر میں بیٹھ جاتے بڑی ہوتی اور جاڑوں میں لٹھی تالین لگدیے پر کم خواب کا ایک لٹکے ہوئے تھا اس سے علاوہ اور گرد و محفل اور شیشی پرانے کے چند اور ٹکیے ہوتے تھے دیواروں میں طاق ہوتے تھے جن میں چینی کے برتن اور گلدان رکھے ہوتے تھے دالان کی چھت متعش ہوتی تھی۔^{۱۷۳}

امراء کثرت سے مہمانوں کو اپنے محل میں رکھتے تھے اس لئے کثیر العیال بھی ہوتے تھے پہلی بیوی کا حرم میں اعلیٰ مقام ہوتا تھا۔ سب بیویاں بیگمات اور کینیزیں محل میں ساتھ رہتی تھیں ہر بیوی کا علیحدہ کمرہ اور علیحدہ ملازم ہوتے تھے جن کی تعداد ۱۰ سے ۱۰۰ تک ہوتی تھی مگر ہر ایک کو ماہانہ خرچہ زیادات اور کپڑے دیا جاتا تھا ان کا کھانا باورچی خانہ سے آتا تھا۔^{۱۷۴} ہرات وہ ایک بیوی کے ساتھ گزارتا تھا جہاں اس کا ہر جوش استقبال کیا جاتا ملازمین اس کو بنا لباس پہنا تے اگر گرمی کا موسم ہوتا تو صندل اور گلاب کے مرقے جسم کی مالش کرتے اس کے ہاتھ پروماتے اور اسے سرسبی و نقص سے محفوظ کرتے اس دوران اس کی بیوی اس کے پاس بیٹھی رہتی خوشبوؤں کا استعمال بہت ہوتا تھا اور اکثر ایر شراب پیا کرتے تھے اگر اے کوئی غولہ صرت غلام یا کینیز پسند آجاتی تو اس کے ساتھ زیادات گزارتا تھا ہر گیم کے لئے بنگال سے غرمینے بڑے خواجہ سرا ہوتے تھے۔^{۱۷۵}

امراء کی بیگمات قیمتی لباس زیب تن کرتیں بہترین غذا استعمال کرتیں اور اہرام و اسٹش کی زندگی گزارتی تھیں مگر ان کی جنسی لذت پوری نہیں

برنی بھی اس نے ان کے اور خواجہ سراؤں کے عذبات کے بارے میں کہانیاں مشہور کیں^(۱۸۵)
 بعض امراء اپنے محل میں بہت سی عورتیں جمع کر لیتے تھے جیسے مرزا فرید کو کہ جس کی ایک ہزار
 یا پانچ سو بگیاات تھیں جن سے اس کے چار ہزار بچے ہوئے^(۱۸۶) اسماعیل علی خاں امیر کے بعد کو ایک
 امیر تھا اس کے حرم میں ایک ہزار دس عورتیں تھیں جب وہ وہاں سے جاتا تو ان کے کمر بندے
 پر ہر لڑکے کے جاتا تھا جتنا جو مان لگے ایک ہزار پانچ سو عورتیں رکھتا تھا اور ہر ایک سے دو یا
 تین بچے تھے^(۱۸۷)

بادرچی خانہ امراء کے کباچی و تاج کی علامت ہوا کرتا تھا کوئی امیر تنہا کانا نہیں
 کھاتا تھا کیونکہ اس کے ہمراہ ہمیشہ سہان ہوا کرتے تھے کھانوں کی تعداد اور لوازمات کی وجہ
 سے بادرچی خانے سے اقربا بہت ہوا کرتے تھے بادرچی خانے سے نہ صرف امراء
 حرم کی بگیاات کو کھانا جاتا تھا بلکہ یہ کھانا بطور قسط دوستوں اور مہمانوں کو بھیجا جاتا تھا
 دستور تھا کہ کھانا کھاتے سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے تھے پھر دسترخوان بچھا
 ہوا کے بعد مختلف قسم کے کھانے آتے کھانے کا انچازج وہ بیان میں، ٹھیک تھا اور ہر
 سہان کی خدمت میں کھانا پیش کرتا تھا کھانے سے رفت جس قدر سہان ہوتے تھے وہ
 جب شریک ہوتے تھے^(۱۸۸) امیر جب کسی کی دعوت کرتا تو اس موقع پر زیادہ اہتمام کیا جاتا
 سیف خان مرزا صفی نے جب خان جہاں لودھی کی گھرات میں دعوت کی تو کھانوں کی اہمیت
 کا نہایت اہتمام کیا خزان سے بیکر گلے تک سب سونے چاندی کے تھے^(۱۸۹) کسی امیر کی شہرت
 اس کے وسیع دسترخوان کی وجہ سے بھی ہوا کرتی تھی۔ رضا بہادر اخوند پورست ملیر شہان
 کا ایک اولی امیر تھا اس کے دس سو نوکرتے اور دس ہزار پچاس آدمیوں کے ساتھ کھانا کھاتا
 تھا^(۱۹۰) شہنشاہت خان بہادر جہر مانگیری کا ایک امیر تھا یہ ہزارہ اپنے خاصے سے کھانے
 کے خزان اپنے ماتحتوں کو بھیجتا تھا اس کے علاوہ اس کے ڈسوم دن و دنوں وقت کا
 کھانا اس کے بادرچی خانے سے کھاتے تھے^(۱۹۱)

کچھ امیر اپنی خوش خوراک کی وجہ سے بہت مشہور تھے ابو حفص
 کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ ۲۲ سیر کھانا کھاتا تھا اس کا لڑکا عبدالرحمن دسترخوان کا

مگنوں جوتا تھا اور دیکھا کرتا تھا کہ اُسے کون سا کھانا پسند آیا جس کھانے کے دود چار
 لیتے جاتا تھا وہ اسے دوسرے دن نہیں پکواتا تھا اگر کوئی چیز بد مزہ ہوتی تھی تو کچھ کپتہ
 نہیں تھا بلکہ اپنے لڑکے کو کھلاتا تھا کہ ان کی ہر سب اس کے نئے دوزانہ ایک برہنہ خون
 خالص کے تیار ہوتے تھے اور تمام سدا آمدن میں تقسیم ہوتے تھے مام لوگوں کے لئے وہی بھر
 کھڑکی پکا کرتی تھی^{۱۸۸} شاہجہاں کے عہد میں پرتھوی داس نفیس کھانے درآدمش دہلی
 میں آصف خان مرزا بر سعید اور باقر خان غمناقی مشہور تھے لیکن امتداد خان آصف خان کا
 بھائی اس سے بھی بڑی بے گلیا جب وہ کشمیر میں تھا تو اس کے لئے دودھیا چاول برارنہ
 سے اور پانی کشمیری سے گنتے تھے^{۱۸۹}

بڑے بڑے امرا و شہزادوں سے پانی ٹھنڈا کر کے پیتے تھے، خواہ سفر میں ہوں یا
 گھر میں۔^{۱۹۰} دولت کی تہات خوش حالی اور فراغت کی وجہ سے امراء کے مختلف شوق اور
 مشغول ہونا کرتے تھے جن میں یہ اہم پایہ اور دولت مرت کرتے تھے اس کے پس منظر میں
 نام دھند و شہرت کی خواہش، خود کو دیکھوں سے ممتاز کرنا، اور اپنی شخصیت کو اُتھارنا
 ہوا کرتا تھا یہ نیا محاذ و سخاوت کا مظاہرہ بھی کرتے تھے اور دین سے لگاؤ کا برکت کے
 لئے مسجدیں بنواتے مذہبی چیلے و حفظ و قرآن خانی کی مجلسیں منعقد کراتے تھے۔
 شیخ فرید کے بارے میں یہ شہرت تھی کہ ان کے در سے کوئی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا
 جب وہ دہلی میں جاتا تو راستے میں دہلیشیوں کو قہائیں، کبیر چادر میں اور جوتے
 تقسیم کرتا جاتا دہلیشیوں، بیواؤں اور حاجت مندوں کے اس نے سالانہ نصف مقررہ
 دیکھے تھے شہزادوں میں سادات کے لڑکے اور لڑکیوں کی ہرست تیار کردہ کچھ تھی ان کی
 شادیوں کے، فراجات خود دیتا تھا سال میں تین مرتبہ اپنے ملازمین کو خلیفتہ دیتا۔
 پیادہ سپاہیوں کو ایک کبیل اور خاکروباؤں کو جوتے دیتا تھا روزانہ ایک خزانہ دیوں
 کو کھانا کھلاتا تھا پانچ سو آدمی اس کے ساتھ کھاتے اور پانچ سو کھانا ان کے گھر جاتا^{۱۹۱}
 اسلام خان چشتی، کبیر چشتی کے پوتوں میں سے تھے جب یہ صوبہ
 بنگال میں تھے تو وہاں کی تمام طوائفیں، لڑکیاں، کھنڈیاں تو کمر رکھ دیکھیں تھیں۔

ان پرسل میں ۹ لاکھ ساٹھ ہزار روپہ خرچ کرتے تھے اس کے علاوہ شیشی کپڑوں کے خزان اور زبرد انعام میں دیا کرتے تھے ان کے کھسٹر خزان پر کھانے کی ایک ہزار شکاریں رکھ کر ان کی دقتیں کی پہلی سینی، ہوتی تھیں جب کہ وہ خود جوار باجروں کی مدنی سنگ اور خشک سے کھاتے تھے^(۹۶)

جہاں گیر علی خاں بعد جہانگیر کا ایک میر تھا جس نے سو حافظ قرآن ملازم رکھ رکھے تھے۔ جو سفر و سفر میں قرآن خوانی میں معروف رہتے تھے خود بہت سمجھتے دل تھا لوگوں کو کوڑے مارنے اور دوزخیں خطا پر پھانسی دینے سے باز نہیں آتا تھا ایک سو بگل بجانے والے ملازم تھے جو لڑائی کے وقت بگل بجاتے تھے ایک سو کسٹری فیس باز ملازم تھے کہ کوئی پرندہ اس کے سر سے اڑ کر نہ جلے یہ اسے مار گرانے تھے^(۹۷) اسی طرح مختلف امراء کو مختلف شوق تھے بعد خاں کو خواجہ سراؤں کا شوق تھا ایک ہزار خواجہ سراؤں کو ملازم رکھے تھے چار سو خواجہ سراوات کو اس کی حفاظت کرتے تھے^(۹۸) خان بہادر خضر جنگ کی لعل میں نظم و نثر خوان جو اپنے گھوڑے ہاتھی اور قوت باہ کی اوریات کے تذکرے ہوتے تھے^(۹۹) حکیم صمد کے پس پین سو کینزی تھیں اس نے ہر ایک کے ذمہ ایک کام سپرد کر رکھا تھا اور صبح سے شام تک انہیں معروف رکھتا تھا^(۱۰۰)

جعفر خاں اورنگ زیب کا وزیر بہت نازک مزاج تھا مفید نہیں پڑا پسند کرنا تھا ایک بار صوبہ مالوہ کے قاضی نے بہت بار ایک موت سے کپڑا تیار کرایا اور چند تھان کہ جن کی قیمت اس وقت ۵۰ روپے فی تھان تھی اس کے تحفہ کے لئے لایا جعفر خاں نے انہیں دیکھ کر پیشانی پر بل ڈالے اور کہا کہ کپڑا بہت مٹا ہے واپس لے جا سکتے ہو قاضی نے اذراہ ادب کہا کہ چاندنی کے فرش کے لئے لایا ہوں اس پر خوش ہوا اور تحفہ قبول کر لیا^(۱۰۱)

جس طرح یا برائے زندگی گزارتے تھے اسی طرح ان کی خواہش ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد بھی ان کا نام باقی رہے اس لئے ان میں کھربا قات کی بنیاد رکھتے

اندر مرنے پر اپنی میں دفن ہو جاتے اس لئے لفظ "دفن" جو بارغ کے معنوں میں ہے مقبرہ
 کے مفہوم میں استعمال ہونے لگا اگر یہ اپنی زندگی میں اپنا مقبرہ نہ بنا سکتے تو ان کی
 اولاد ہنراتی اس کی زمین و مالکیش پر غریب پیسہ خرچ کیا جاتا اس لئے اسرا و اور بلوٹا ہوا
 مے مقبرے عوام کی تفریح کے لئے استعمال ہوتے تھے جہاں ان کا جھل خانہ ان ٹولپ کن
 خاطر حاتمہ قرآن ملازم رکھتے غریبوں کے لئے لنگر خانہ ہوتا اند اس کی یہی کے سرتیج پر وہ
 پیسہ غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ان اخراجات کے لئے گاؤں وقف کر دیے جاتے تھے اس
 کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام میں ان کی بزرگی اند عقیدت کے جذبات پیدا ہوئے اند جس طرح
 وہ اس دنیا میں انہیں علی و افضل سمجھتے تھے اس طرح وہ انکی دنیا میں ان کی بزرگی کے
 تامل ہو گئے ان کے فراموش پر منیت مانگتے اور یہ سمجھتے کہ ان کے دیکھنے سے ان کی دعا
 مرزد قبول ہوگی ان سے مرنے کے بعد ان کی عیاشیوں غلام رستم ٹوٹ کھسوٹ "ایدارسانی
 رشوت اند بددیانتی کو بھلا دیا جاتا تھا اور صرف ان کی نیکیوں کو یاد کیا جاتا۔

مُغل معاشرہ و علوم

عام طور سے مُغل معاشرہ اور اس کی ثقافت کو دریا کی شان و شوکت، مُغل حکمرانوں کے جاہ و جلالت اور امراء کی خوشحالی سے جانچا جاتا ہے اور دیکھا گیا ہے اور اسکی وجہ سے مُغل دور حکومت کو ہندوستان کی تاریخ کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ اس سنہری دور کی نشانیاں آج تک عمارت، باغات، قلعے، دروازے اور بارہ دریوں کی شکل میں موجود ہیں جو عظمت، رفاقت اور ترقی پادہ کی یاد دلاتی ہیں اس طرح جب تاریخوں میں مُغل دربار کی رسومات، تفریحات، تہوار، جشنوں اور عہدوں کی شان و شوکت کے بارے میں تفصیلات پڑھتے ہیں تو ذہن میں یہ تصور قبول کرتا ہے کہ مغلوں نے ہندوستان کو عظمت کی عیندیوں تک پہنچا دیا۔ مُغل دور کی مصوری، موسیقی، ادب، شعریات، فن تعمیر اور اشعار سب سے ان کی حکومت کو دنیا کی دوسری عظیم سلطنتوں سے متاثر کر دیا۔ مُغل حکمرانوں کی انسان دوستی اور انصاف پسندی کے واقعات سے یہی تاثر دیا جاتا ہے کہ ان کے عہد میں رعیت خوش حالی، امن و امان اور امن کی زندگی گزار رہی تھی۔

تاریخ میں مُغل خوش حالی اور سنہری دور کا تصور اس لئے اُبھرا کہ مورخوں نے ہندوستان کے عوام کی اقتصادی و سماجی زندگی کا جائزہ نہیں لیا۔ مُغل طبقاتی معاشرہ

میں رعیت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اللہ نہ ہی بادشاہ اور امراء کے مقابلے میں انہیں کسی قسم کے حقوق حاصل تھے رعیت کا اکثریتی طبقہ ہے جس پر جان اور مظلوموں کا ایک ایسا طبقہ تھا جو ہر قسم کے شعور سے عاری تھا اس لئے یہ طبقہ محض محنت مزدوری کر کے حکمران طبقوں کو دولت فراہم کرتا تھا اور سلطنت و حکومت کے معاملات میں اس کا کوئی عمل و دخل نہیں تھا اس لئے محض سود خوں نے اس بات کی کوشش نہیں کی کہ عوام اپنی محنت سے نفع اٹھانے کی تعمیل و تشکیل میں جو حصہ دے رہے ہیں اس کی نشاندہی کریں ان کے نزدیک عوام حاصل ہے شعور اور کسٹمر و بیچ کے لوگ تھے جن کا نہ تو معاشرہ میں کوئی مقام تھا اور نہ ہی وہ تاریخ ساز تھے ان کی نگاہوں میں حکمران طبقے کا کردار اہمیت کا حامل تھا جو جنگوں میں بہادری و شہادت دکھانے اور زمانہ آفس میں دھڑتوں و محنتوں کے ذریعے ثقافتی محرکوں میں حصہ لینے اس لئے انہوں نے عوام کی زندگی کو نظر انداز کر کے صرف حکمران طبقے اور ان کی سرگرمیوں پر توجہ دی اور تاریخ کی تشکیل میں صرف انہیں کا ذکر کیا اس لئے ضرورتاً اس بات کی وجہ کہ فقرا اس کا جائزہ لیا جائے کہ معاشرہ کی ثقافت کن حالات میں پیدا ہوتی ہے اور کس طرح ترقی کرتی اور تکمیل کو پہنچتی ہے؟

معاشرہ میں ثقافت کی بنیاد ہمیشہ مشہوروں میں پڑی جہاں حکمران طبقہ اور اس طبقہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہنر مند و کاریگر جمع ہو جاتے تھے حکمران طبقہ اپنے اقتدار و استطاعت کو فوج کی قوت سے محفوظ رکھتا تھا اور اپنے اقتدار کے خلاف ہونے والی ہر مزاحمت کو سختی سے دبا دیتا تھا جب ایک مرتبہ ملک کے نزدیک و دور کے علاقوں میں اس کے خلاف بغاوتیں فہم ہو جاتیں اور اس کا اقتدار مستحکم ہو جاتا تو وہ انتظام سلطنت کی طرف توجہ دینا اور اپنے کارندے ملک کے کونے کونے میں مقرر کر کے حکومت کے نام پر ٹیکس جمع کرتا۔ زمینیں جاگیروں کی شکل میں سلطنت کے عہدے داروں میں تقسیم کر دی جاتیں تھیں جو اس کی آمدنی سے اپنا حصہ لے کر بقایا مرکزی حکومت کے خزانے میں جمع کر دیتے تھے اس کا نتیجہ یہ نکلتا تھا کہ گاؤں اور دیہاتوں سے گنانا مالیدہ اخراج اور ٹیکسوں کا پیسہ صوبوں کے مرکزی مقامات اور

وہاں سے دارا نگر منت میں آنا شروع ہو جاتا تھا اس پیسہ بادشاہ و امراء اور حکمران طبقہ اپنی چداگانہ امداد علیحدہ ثقافت کی بنیاد ڈال سکتے تھے جس سے تدریس کا فائدہ لے سکتے تھے۔ اس کا شش بدوں سے لکھنؤ و مایہ لیا جاتا تھا جس سے تدریس پر ٹیکس لگائے جاتے تھے اس سے تدریس بادشاہ کے خزانے میں اضافہ ہوتا تھا اس پیسہ سے بادشاہت کے اداروں کی تکمیل ہوتی تو ج میں اضافہ ہوتا اس کے لئے نئے نئے پتھروں اور اسکول تیار ہوتا جہاں جہاں لوگوں کو سہ سادوں کے آدم و دانش کے لئے جدید و شامیانے، بالکیاں، ہاتھیوں اور گھوڑوں کے سارے سامان اور آلات مہیا کئے جاتے تھے۔ تدریس و تدریس کے وجود میں آنے سے تدریس کے خاتمہ اور پھیلنے کی ترقی کے بعد اب شہر کی زندگی میں ثقافت کے دوسرے پہلوؤں پر توجہ دی جاتی تھی۔

شعرا، نغمے جو پہلے حفاظت کے لئے بنے تھے اب خوبصورتی کے لئے تعمیر ہوتے گئے۔ محلات و باغات، بنیادوں و درجوں اور مقبروں کی عمارتوں میں نزاکت آنے لگی۔ لباس کھاتے رہائش کے سادہ سامان، تہوار، جشن، تقریبات، اشغالوں اور کھیلوں میں جدتیں ہوتے گئیں اور اس طرح ہر فن کا رعبہ اور کارگر ہونے کی ضرورت پڑتی تھی جو حکمران طبقے کیلئے جدید سے جدید چیز تیار کریں۔ حکمران طبقے کی خوش حالی کے ساتھ ہی شاعروں اور مولوں اور مورخوں کی کسر پرستی کی جاتی۔ موسیق و رقص کی مجلسیں منعقد ہوتیں اور جمالیاتی احساسات کی تکمیل کیلئے مصرع کو ترقی دی جاتی یہ سرگرمیاں معاشرہ میں ایک اعلیٰ ثقافت کو جنم دیتی تھیں۔ ثقافت میں ان ہی مرحلوں سے گذر کر اپنے مروج پر پہنچی۔ اعلیٰ ثقافت ایک طبقاتی ثقافت تھی کیونکہ حکمران طبقہ جس نے ریاست کے اداروں کی مدد سے پیلوٹاری ذرائع اور دولت پر قبضہ کیا تھا وہ اس حیثیت میں تھا کہ فرصت اور ناراض الہائی کے لمحات میں ایسا اعلیٰ ثقافت کو تخلیق کر سکے۔ جب کہ عوام کی اکثریت جو محنت و مشقت میں مصروف تھی اس کے پاس نہ تو دولت تھا اور نہ ذرائع کو کوئی اعلیٰ ثقافت پیدا کر سکتی تھی۔ اعلیٰ ثقافت میں عوام کی امداد کی ثقافتیں پہلو بہ پہلو چلیں یہاں

مغل عہد کی عوامی ثقافت کی ایک تصویر، جو محدود سادہ سے تیار ہوتی ہے پیش کی جا رہی ہے۔

مغل دور کے شہروں میں آبعلیاں اور مغلے سماجی و معاشی لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ہو کر رہتے تھے امراء کی حویلیاں شہر کے خوبصورت ترین حصوں میں ہوتی تھیں جب کہ غریب لوگ چھوٹے اور کچے مکانوں میں کئی خاندان بل کر رہتے تھے اس لئے ان کی آبادی گنجان ہوتی تھی بسٹروں اور باقی سے نکاسی کا انتظام نہ ہونے کے وجہ سے یہ آبادیاں انتہائی گندمی اور غلیظ ہوتی تھیں اس لئے ان علاقوں میں بیماریاں عام تھیں باریش کے موسم میں فلت و بایش پھوٹ پڑتیں تھیں اور ان کی رنگت تمام امد میں سبھوتیں نہ ہونے کی وجہ سے ہزاروں افراد ان کا شکار ہو جاتے تھے ہسپتالوں کی کمی، اور علاج معالجہ کی سہولتیں نہ ہونے کے سبب اکثریت ان بیماریوں کا علاج بھڑ پھونک اور تعویذ گھنٹے سے کرتی تھی جن میں کی وجہ سے توہم پرستی اور ضعیف الاہلیت کا عام رواج تھا۔

شہروں میں غریب اور بے روزگار افراد کی پیمائش تھی اور یہ معمولی اجرت پر کام کرتے کو تیار رہتے تھے اس لئے بادشاہ و امراء کو کئی ٹھکانے اور قلعے کو نئے سپاہی آسانی سے مل جاتے تھے ملازمت کی کمی کی وجہ سے ہر ایک کی یہ گنجش ہوتی تھی کہ وہ کسی امر کے جان ملازمت کرنے کے بعد سے نہ چھوڑے اور قادیان و تھک حلالی کے ساتھ اس کی خدمت کرتا رہے اگرچہ ان کی تنخواہیں بہت کم ہوتی تھیں مگر یہ بھی انہیں پابندی سے نہیں ملتی تھیں اس لئے ان کی زندگی غربت و غمی میں گزرتی تھی عام ملازمین کی تنخواہ ۲ سے ۴ روپے ماہانہ ہوا کرتی تھیں، کبھی یہ تنخواہ نقد ملتی تھی اور کبھی جنس کی صورت میں یعنی پرانے برتن اور کپڑے اگر ان ملازمین کا آقا طاقت ور ہوتا تو یہ بھی اس سے فائدہ اٹھا کر رعیت کو لوٹتے جب یہ اپنے آقا کیلئے خریداری کرتے تو اس میں سے اپنا کمیشن جیسے "دستوری" کہا جاتا تھا کاٹ لیتے تھے کیونکہ ان کی تنخواہیں جس قدر کم تھیں کمایا داری کی صورت

میں یہ ایسا اند اپنے اصل خاندان کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے۔

کم اجرت کی وجہ سے ہزاروں کے پاس خدمتگروں کی بڑی تعداد ہو گئی تھی جبکہ باہر جان، تو اس کے ملازمین اس کے گھوڑے، سافٹ سافٹ بھانجے، تھے عام طور سے ایک سیر کے مزدوری ملازموں میں سائیس، چھتری بان، فرش، مشعل، چم، ساربان، مہارت، مورچوں، برادر اور پیچام برادر ہوتے تھے پیچام برادر کی کمزریاں دو گھنٹیاں بندھی ہوتی تھیں جب وہ پیچام لے کر بھاگ کر جاتا تو یہ گھنٹیاں بکھری رہتی تھیں۔

سارنگیروں میں مکار، بڑھئی، لوہار اور دوسرے پیشہ ور تھے جو صبح سے شام تک کام کرتے تھے اور شگل سے روزانہ ۵ سے ۶ ٹکے کماتے تھے۔ اگر حکومت کے امور، منصب داروں جیسے دیوان، کونواں، یا بخشی کو کسی کاریگر کی ضرورت ہوتی تو اس سے زبردستی کام کرایا جاتا بعض اوقات یا تو اسے اجرت بالکل نہیں ملتی تھی یا تھوڑی بہت دے دی جاتی تھی۔

عوام اپنے رہنے کے لئے کچی شے سے مکان بناتے تھے جس کی چھت پھیر کی ہوتی تھی مکانات عام طور سے ایک کمرے کے ہو کرتے تھے کمروں میں کوئی کھڑکی نہیں ہوتی تھی روشنی دھواؤں دروازے سے آتی تھی۔ فرش اور دیواروں پر گوبر، ہلکے پلاسٹر کمریتے تھے۔ فرنیچر یا تو کچھ نہیں ہوتا تھا یا بڑے ٹام، منی کے برتن ہوتے تھے جن میں کھانا کھایا جاتا تھا بستر کیلئے صرف ایک چادر ہوتی تھی سردیوں میں اپنے جوار کمرے کو گرم رکھتے تھے اگر کمرے کے دروازے پر جھانکے تو یہ کمرے میں کوئی آتش دان نہیں ہوتا تھا۔

غریب لوگ دن میں صرف ایک مرتبہ کھانا کھا سکتے تھے اگرچہ تھوڑے بہت خوشحال لوگ دن میں دو مرتبہ کھا لیتے تھے اس ضرورت میں خاص کھانا، پھل کا ہوا کرتا تھا کھانے میں چھانچہ ہوتی تھی اور بقدر ہمت گھی استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ گھی کو شمالی ہندوستان میں غانت کی غذا سمجھا جاتا تھا۔ دیہی بستی میں شائیاں اور گڑھاں خاص موقعوں پر کھائے جاتے تھے۔ ناک ٹھیکہ چونکہ حکومت کے پاس تھا اس

لئے بہت مہنگا تھا۔ معاشوں میں زریہ، ادھنیہ، ادہ اور کک عام استعمال ہوتا تھا۔
 الاچھی، لونگ اور کالی مرچ مہنگی تھی سرخ مرچ کا استعمال نہیں ہوتا تھا ہندوستان
 میں پیلا ہونے والے پھل اور خشک میوہ بہت مہنگے ہوتے تھے اور ان کی قوت غریب
 سے باہر تھے یہ عام آدمی گوشت کے ذائقے ناواقف تھا اور ان کا پسندیدہ کھانا
 کھجڑی ہوا کرتا تھا اسے گلی اجار اور فلک کے ذریعہ کھایا جاتا تھا جو لوگ دن میں کھانا
 نہیں کھا سکتے تھے وہ بچنے ہوئے چنے یا اناج کے دانے کھا کر گزارہ کر سکتے تھے۔
 غریب آدمی کی غذا ایسے گیہوں شامل نہیں تھا بلکہ چاول جوڑا جڑہ اور دالیں کھاتا تھا
 اور ترکاریوں کا استعمال زیادہ کرتا تھا۔^(۹)

عام آدمی کا لباس محض ایک بنجر سدا ہوا کپڑا ہوا کرتا تھا جس سے وہ اپنی برتری
 چھپا سکتا تھا مسرہ دیوں میں موٹی اون یا ردی کے کپڑے پہنتا تھا گرم ہندوستان میں کپڑا
 بنایا جاتا تھا لکڑی کے باوجود غریبوں کے لئے بہت مہنگا تھا مردوں کا لباس ساڑھی
 تھا جس پر وہ بلائیں پہنتی تھیں کچھ علاقوں میں چولی اور انگلیہ کے ساتھ بنگا
 پہنا جاتا تھا۔^(۱۰) لوگوں کے پاس عام طور سے ایک چڑیہ سے زیادہ لباس نہیں ہوتا
 تھا۔^(۱۱) غریب لوگ جوتے نہیں پہنتے تھے وہ بنگے پر چلتے تھے۔^(۱۲) مگر جو تھوڑی بہت
 استطاعت رکھتے تھے وہ پیر ستھان کرتے تھے۔^(۱۳)

غریب مرد تیس چار بے مسلمان ہوں یا ہندو پرہ نہیں کرتی تھیں اور ملازمت
 و کام کاج کی فرض سے غریبوں سے نکلا کرتی تھیں یہی غریب عورتیں تھیں جو امراء کے ہاں
 کھانا پکانے صفائی کرنے اور دوسرے نجی کاموں پر ملازم ہو کر رہتی تھیں۔
 غریب لوگوں کی تفریح میں باغات، دریا یا جھیل کے کناروں پر جانا
 اور فرازات کی زیارت کرنا تھی۔ خصوصیت سے عورتوں کی تفریح فرازات جانا اور
 وہاں چڑھاوے پڑھانا اور گڑاویں مانگنا تھا۔ اس کے علاوہ لوگ سانپ کے تماشہ
 بندروں کی حرکتوں، اونٹوں کے کرتبوں سے لطف اندوز ہوتے تھے یہ تماشہ
 سمرتے داسے شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھر کر عام لوگوں کو سستی تفریح فرما کرتے تھے۔

گاؤں اور دیہاتوں میں زندگی اور بھی غیر دلچسپ اور یکساں ہوتی تھی اگر کوئی گاؤں نعل خرب ہونے کی وجہ سے ایسے اور انہیں سراپا تو اس کے عوض میں کسانوں اور ان کی عورتوں و بچوں کو کو فروخت کر دیا جاتا تھا اس خوف سے اکثر کسان جنگ کروکسے علاقوں میں پناہ لیتے تھے جس کی وجہ سے زمینیں بیکار اور جنگل ہو جاتی تھیں^{۱۱}۔ انتظام کی خرابی اور موسمی حالات سے اکثر قحط پڑتے رہتے تھے اور دباؤ میں آتی رہتی تھیں ان دونوں صورتوں میں کسان متاثر ہوتا تھا کیونکہ حکومت کی جانب سے بہت کم صورتوں میں مدد کی جاتی تھی^{۱۲}۔

شعبوں اور دیہاتوں میں مغربی اور غربت کا علاج اکثر شاہ اور امرا اس میں سمجھتے تھے کہ غریبوں، محتاجوں، یتیموں اور مددیشوں کے لئے بڑے شہروں میں منگر خانے کھول دیئے جائیں اس قسم کے منگر خانے احمد آباد، الہ آباد، لاہور، آگرہ اور دہلی میں کھولے گئے قحط کے زمانہ میں ان منگر خانوں کی تعداد بڑھ جاتی تھی مغل دور حکومت میں ہندوستان میں سخت قحط پڑے جس کے نتیجے میں لوگوں نے اپنے گھر بار چھوڑ دیئے اور ملازمت و غذا کی تلاش میں دوسرے علاقوں میں چلے گئے اکثر نے بھوک سے تنگ آ کر اپنے بھائیوں کو فروخت کر دیا اور جنگ زبیکہ زمانہ میں قحط اور ہنگامی سے لوگ اس قدر پریشان ہوئے کہ غذا کی تلاش میں اپنے علاقے چھوڑ کر دارالحکومت میں آ گئے جہاں اس قدر ہجوم ہوا کہ چلنے بھرنے کے واسطے بند ہو گئے اس طرح مغربی کا علاج غربت کے ذریعہ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی لیکن اس سے مغربی کا خاتمہ نہیں ہوا منگر خانات دینے والے فاضل و سنی مزدور شہر چلے مغربی و غربت والی پریشانیوں ماحول کی گندگی، غذا کی کمی، محنت و مشقت کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں کی عمر کم ہوا کرتی تھی اس لئے یہ رواج تھا کہ جدید عمر میں شادی ہو جاتی تھی اور ۲۵ سے ۳۰ سال کا آدمی خود کو بوڑھا تصور کرتا تھا امرا کے طبقہ میں جدید اموات کی وجہ ان کی خوش خوردگی جنسی امراض اور سستی و لامبی تھی اس لئے اس معاشرہ میں مردی تھا کہ جو کچھ حاصل کرنا ہو وہ ہمیشہ سے عیش سال کی عمر میں کر لیا جائے۔ علوم میں سیاسی شعور کا فقدان تھا انہیں ایک ہی چیز کا سبق

دیا جاتا تھا کہ بادشاہ کے ساتھ دُعا دار رہنا چاہیے اور حکومت کے ہر عہدہ پر مقرر ہونے والے لوگوں کو خاندان سے برداشت کرنا چاہیے۔ عوام کے خلاف گواہی دینا اور نظام کے خلاف انتقامی جذبات پیدا کرنا سماج کی رہنمائی کے خلاف تصور کیا جاتا تھا اس لئے قناعت و صبر و شکر کی زندگی بسر کرنا نابلز فعل اور تابعی تقلید کام جو کرتے تھے یا پیروں و موصوفوں کی تعلیمات میں پناہ لے کر ترک دنیا کے اصولوں کو اختیار کیا جاتا تھا۔ معاشرے اور اس کے نظام کے مزاحمت کرنے کے بجائے یہ کام خدا کے سپرد کر دیئے جاتے تھے کہ نظام کو اس کے ظلم کی سزا ملے گی اور بدی کا انجام خراب ہوگا۔

صدیوں کے ظلم و ستم نے عوام کی شخصیت کو کھینچ دیا تھا وہ سن بات کے عادی ہو چکے تھے کہ بادشاہ کو حکومت کرنے اور حکومت کے عہدے داروں کو ان پر ظلم کا حق ہے وہ حکمران طبقہ کی شان و شوکت سے ہیبت زدہ ہو جاتے تھے اور ان کی بزرگی کو خاموشی سے بغیر کسی دلیل کے تسلیم کرتے تھے وہ سلطنت اور اس کی انتظامی پیچیدگیوں کو نہیں سمجھتے تھے اس لئے مہربانی و مروت کو ان کی سیدھی سادھی زندگی میں کوئی کشش نظر نہیں آتی اور وہ انہیں تاریخی عمل میں ایک بیٹا ہوا دھارے سمجھتے۔

حوالہ جات

پہلا باب

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:

L' Orange, H.P. : Studies on the iconography of Cosmic kingship in the ancient World. Oslo 1953.

Widengren, G.: The Sacral Kingship in Iran. In: Numen. Supplement IV. Leiden 1959. pp.242-257

Smith, S.: Myth Ritual and Kingship. Ed. S.H. Hooke. London.

۲۔

Frazer, J.G.: The Golden Bough. Abridged. London 1963. pp.109-119.

۳۔ ایضاً ص ۱۳۷ - ۱۳۸

۴۔ ایضاً ص ۱۴۱

۵۔ ایضاً ص ۱۴۲

۶۔ ایضاً ص ۳۵۵ - ۳۵۶ - ۳۵۷

۷۔

Azarpay, Guitty: Crown and some Royal Insignia. In: Iranica Antiqua. Vol. IX. Leiden 1972. p.113.

۸۔ قرینہ ص ۱۳۷

۹۔ ایضاً ص ۳۴۲ - ۳۴۵

۱۰۔ الاءردوی نے "الاحکام السعدانیہ" میں یہ سشد قسط رکھی ہیں کہ جہانی نقائص کی بنا پر کوئی حکمران تخت پر نہیں بیٹھ سکتا اقدس ہونے کی صورت میں وہ امامت کے قابل نہیں، دیکھئے الاحکام السعدانیہ اردو ترجمہ کراچی ۱۹۶۵ء ص ۳۸

بادشاہت کے امیدوار کو اندھا کرنے کی رسم سلطان حکمرانوں نے اختیار کر لی تھی
 سلاوون میں یہ رسم بازنطینی روایات سے آئی پہلا شخص جسے اس مقصد کے
 لئے اندھا کیا گیا وہ خلیفہ تاجر تھا۔

۱۱۔ فریڈمسن، ص ۱۱۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۱۸

۱۳۔ ایضاً، ص ۱۳۷ - ۱۳۸

۱۴۔ حسن غانی، دبستان مذاہب، انگریزی ترجمہ، ڈیوڈ ٹی، پیرس ۱۸۴۵ء

جلد اول، ص ۱۸۵ - ۱۸۶

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۲

۱۶۔ کرشن سین، ایران بعد ساسانیوں (اردو ترجمہ، ڈاکٹر محمد اقبال، دہلی ۱۹۴۱ء)

ص ۵۲ - ۵۳

۱۸

Frye, R.N.: Gestures of Deference to Royalty in Ancient Iran.

In: Iranica Antiqua. Vol. ix. 1972. pp. 102-107.

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۰۶ (نوٹ ۲)

Azarpay, Guitty. pp. 108-115.

۲۱

کرشن سین، ص ۵۲ - ۵۳

۲۲

Frye, R.N.: The Chrisma of Kingship in Ancient Iran. In:

Iranica Antiqua. vol. iv. pp. 38 (note).

۲۳۔ کرشن سین، ص ۶۳

۲۲. البیتا: ص ۵۴۸ - ۵۴۹

-۲۵

Gibb, H.A.R.: Arab-Byzantine Relation under the Umayyad Caliphate.

In: Studies on the Civilization of Islam. London 1962. Repr. London 1969, p.50.

-۳۶

Browne, E.G.: A Literary History of Persia. London 1920. Repr. Cambridge 1964, i.p.259. Watt, W.M.: The Majesty that was Islam. London 1974, p.118.

۳۷. ایرانی در بار کعبه و یحیی: ابن هشام، سیرة رسول الله کریم ص ۱۸۵ و

ص ۲۲

حسن خانی، ص ۶۸ - ۶۹

Frye, R.N.: The Charisma of Kingship in Ancient Iran. In: Iranica Antiqua, 1964, vol.iv. pp.36-54. Idem: Geatures of Deference to Royalty in Ancient Iran. Ibid., 1972. vol.ix. pp.102-7.

-۳۸

Watt, W.M., pp.108-120. Cf. Muhammad Rabi: The political theory of Ibn Khaldun, Leiden 1967, pp.90-92.

-۳۹

Barthold, W.: Turkestan down to the Mongol Invasion. London 1968, p.209. Spuler, B.: Iran in fruh-islamischer Zeit. Wiesabadi 1952, p.354.

-۴۰

Busse, H.: The Revival of Persian Kingship under the Buyids. In: Islamic Civilization (950-1150) Ed. D.S. Richards. Oxford 1923, pp.47-69. Brown, E.G.: I.p.128.

۴۱. نظام الملک: سیاست نامہ، طهران (۱) ص ۵ - ۶

دوسرا باب

۱. نورجیوں کا بجائی اور متنازعہ کا باب ۱۵۷۷ء میں جہانگیر نے اسے اپنا وزیر مقرر کیا تھا۔
۲. شاہ جہاں کا سپ سے بڑاڑ کا
- ۳۔

Sharma, S.R.: Mughal Government and Administration Bombay 1951, p.25.

- ۴۔ تدیم ایرانی بادشاہوں کے تخت سونے، ہاتھ دانت اور ساگون کی لڑکی کے ہونے تھے اور حقیقی بچہ جسے، بلا ہرات اور شیخی کوتیوں سے قرین ہوتے تھے سونے کا تخت رکھنا صرف بادشاہ کا امتیازی تھا اس کے اوپر ایک ساٹھان ہوتا تھا جس پر شیخی یا قرین سے ہوتے تھے اور سونے کے تنوں کے ذریعے سے اس کو سباراوا ہوتا تھا اور بادشاہ اس کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا نصیب کیلئے مدد فرمائیے۔

Olmstead, A.T.: History of the Persian Empire. Chicago 1966, p.283). The throne was placed.

شاہی تخت ہمیشہ دربار میں پردوں کے پیچھے رکھا جاتا تھا نصیب کے لئے دیکھئے

Girshman, R.: Iran. Harmondsworth 1954, pp.166-7.

۵۔ شہزادہ ایں، آج، ص ۲۵

۶۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

Manucci, I, p.89. Blochet, E.: Mussalman paintings. Engl. tr. by Binyon, C.M. London 1929. P.11. CLXXXVII (Babur's throne), CLXXXIII, (Humayun's throne), CLXXVIII, CLXXIX, CLXXX, CLXXXII, CLXXXIII (Akbar's thrones). Stanley, C.: Indian Drawings (Thirty Mogul Paintings of the school of Jahangir). London 1922, Pl.6. (Akbar's throne), Pl.7. (Jahangir's throne), and pl.10 (Shahjahan's throne). Percy Brown: Indian Painting under the

Mughals. Oxford 1924, Pl. XLIX (Jahangir's throne). Binyon, R.L.: Asiatic Art in the British Museum. Paris & Brussels 1925, Pl. ILVI, No.2 (Jahangir's throne).

Tavernier, p.81.

-۷

Roe, p.253.

-۸

آئین - I - ۲۵

-۹

Monserate, p.199.

-۱۰

Roe, pp.325-26.

-۱۱

Terry, p.328.

-۱۲

Tavernier, pp.80, 303, 306, 308.

-۱۳

Manucci, I, p.88.

-۱۴

Ogilby, pp.163; Mandelslo, p.30.

-۱۵

تخت طاؤس کا تصور شاہ نہ تخت سیمان سے بنایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کس پر

-۱۶

طاؤس کی شکل بنی ہوئی تھی عباسی اور سامانی درباروں میں بھی جواہرات سے مزین

تخت طاؤس ہوا کرتے تھے، تفصیل کے لئے دیکھیے۔

Jaisrzbhoy, R.A.: Oriental influence in Western Art. Bombay 1965, p.22).

شاہ جہاں کے تخت طاؤس کیلئے دیکھیے، لاہوری - II - ص ۸۰ - ۸۱

برنسیر - ص ۲۶۸

Thevenot, p.42.

-۱۷

Tavernier, pp.303-4.

-۱۸

۱۹. ایضاً، ص ۳۰۵۔

۲۰. ایضاً، ص ۳۰۵۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے برنسیر کی قدیم سہولت شاہجہانی

جس میں اس نے تخت طاؤس کے بارے میں دلچسپ معلومات دی ہیں۔

ص ۶۳۔

” تخت کے اوپر ایک سیٹیان تھا جو آسمان سے بنا تھا اسپر تیشی کو تھیں سے کشیدہ کاری کی گئی تھی ... اسپر دو چتر بھی تھے جس پر تیشی موتی بڑے ہوئے تھے اور جس کی بھلر پر بھی تیشی دیا گئے ہوئے تھے یہ دو ستونوں کے سہارے کھڑے تھے جو ایک کرسی میں بڑے ہوئے تھے ان پر بھی تیشی پتھر بڑے بڑے تھے ... اس پر ستارے بھی جگہ جگہ بڑے تھے جن میں سے ہر ایک کی ۷۵ ہزار روپے قیمت تھی جو ایک دوسرے سے مناسب فاصلہ پر ٹٹکے ہوئے تھے شاہی تخت کے گرد سونے اور چاندی کا کھڑا تھا۔“

۲۱۔ دہلی سے چالیس میل کے فاصلہ پر۔

۲۲۔ یہ سید بن عظیم الشان ۱۵۲۰-۱۵۴۶ء کے بڑے سبیر کا امیر تھا اس نے اپنے سفر نامہ پر ایک کتاب ”مرآة الملوک“ لکھی ہے، جس میں اس نے ہندوستان حاصل سے استنبول تک کے غلطی کے سفر کے حالات لکھے ہیں۔

یہ ۱۵۵۷ء میں جالوں کے دربار میں آیا تھا جالوں کی وفات کے بعد ایک شخص کو جالوں کے پاس میں کھڑا کر کے سلام کو دکھایا گیا یہ اس کی ترکیب تھی اس کے بارے میں وہ لکھتا ہے۔

” اس کا چہرہ اور آنکھیں ڈھکی ہوئی تھیں خوشحال بگبگ عا جب اس کے پیچھے کھڑا تھا ... جبکہ بہت سے عہد یار اور اُمراء دربار کی دوسری جانب کھڑے تھے جب بہن نے بادشاہ کو دیکھا اور نوہت کی آواز سنی تو وہ فرط مستی سے اُترنا چک گئے۔“
تفصیل سے لے دیکھئے۔

Vambery, A: The travels and adventures of the Turkish Admiral Sidi Ali Reis. London 1899, p. 57.

۲۳۔ ۴۰ میل کے فاصلہ پر

۲۴۔ لاہور کی ۱۰-۱۱-۱۲-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹-۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴-۲۵-۲۶-۲۷-۲۸-۲۹-۳۰-۳۱-۳۲-۳۳-۳۴-۳۵-۳۶-۳۷-۳۸-۳۹-۴۰-۴۱-۴۲-۴۳-۴۴-۴۵-۴۶-۴۷-۴۸-۴۹-۵۰-۵۱-۵۲-۵۳-۵۴-۵۵-۵۶-۵۷-۵۸-۵۹-۶۰-۶۱-۶۲-۶۳-۶۴-۶۵-۶۶-۶۷-۶۸-۶۹-۷۰-۷۱-۷۲-۷۳-۷۴-۷۵-۷۶-۷۷-۷۸-۷۹-۸۰-۸۱-۸۲-۸۳-۸۴-۸۵-۸۶-۸۷-۸۸-۸۹-۹۰-۹۱-۹۲-۹۳-۹۴-۹۵-۹۶-۹۷-۹۸-۹۹-۱۰۰-۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴-۱۰۵-۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱-۱۱۲-۱۱۳-۱۱۴-۱۱۵-۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹-۱۲۰-۱۲۱-۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵-۱۲۶-۱۲۷-۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰-۱۳۱-۱۳۲-۱۳۳-۱۳۴-۱۳۵-۱۳۶-۱۳۷-۱۳۸-۱۳۹-۱۴۰-۱۴۱-۱۴۲-۱۴۳-۱۴۴-۱۴۵-۱۴۶-۱۴۷-۱۴۸-۱۴۹-۱۵۰-۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳-۱۵۴-۱۵۵-۱۵۶-۱۵۷-۱۵۸-۱۵۹-۱۶۰-۱۶۱-۱۶۲-۱۶۳-۱۶۴-۱۶۵-۱۶۶-۱۶۷-۱۶۸-۱۶۹-۱۷۰-۱۷۱-۱۷۲-۱۷۳-۱۷۴-۱۷۵-۱۷۶-۱۷۷-۱۷۸-۱۷۹-۱۸۰-۱۸۱-۱۸۲-۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۶-۱۸۷-۱۸۸-۱۸۹-۱۹۰-۱۹۱-۱۹۲-۱۹۳-۱۹۴-۱۹۵-۱۹۶-۱۹۷-۱۹۸-۱۹۹-۲۰۰-۲۰۱-۲۰۲-۲۰۳-۲۰۴-۲۰۵-۲۰۶-۲۰۷-۲۰۸-۲۰۹-۲۱۰-۲۱۱-۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴-۲۱۵-۲۱۶-۲۱۷-۲۱۸-۲۱۹-۲۲۰-۲۲۱-۲۲۲-۲۲۳-۲۲۴-۲۲۵-۲۲۶-۲۲۷-۲۲۸-۲۲۹-۲۳۰-۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳-۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۷-۲۳۸-۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱-۲۴۲-۲۴۳-۲۴۴-۲۴۵-۲۴۶-۲۴۷-۲۴۸-۲۴۹-۲۵۰-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۳-۲۵۴-۲۵۵-۲۵۶-۲۵۷-۲۵۸-۲۵۹-۲۶۰-۲۶۱-۲۶۲-۲۶۳-۲۶۴-۲۶۵-۲۶۶-۲۶۷-۲۶۸-۲۶۹-۲۷۰-۲۷۱-۲۷۲-۲۷۳-۲۷۴-۲۷۵-۲۷۶-۲۷۷-۲۷۸-۲۷۹-۲۸۰-۲۸۱-۲۸۲-۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵-۲۸۶-۲۸۷-۲۸۸-۲۸۹-۲۹۰-۲۹۱-۲۹۲-۲۹۳-۲۹۴-۲۹۵-۲۹۶-۲۹۷-۲۹۸-۲۹۹-۳۰۰-۳۰۱-۳۰۲-۳۰۳-۳۰۴-۳۰۵-۳۰۶-۳۰۷-۳۰۸-۳۰۹-۳۱۰-۳۱۱-۳۱۲-۳۱۳-۳۱۴-۳۱۵-۳۱۶-۳۱۷-۳۱۸-۳۱۹-۳۲۰-۳۲۱-۳۲۲-۳۲۳-۳۲۴-۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸-۳۲۹-۳۳۰-۳۳۱-۳۳۲-۳۳۳-۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷-۳۳۸-۳۳۹-۳۴۰-۳۴۱-۳۴۲-۳۴۳-۳۴۴-۳۴۵-۳۴۶-۳۴۷-۳۴۸-۳۴۹-۳۵۰-۳۵۱-۳۵۲-۳۵۳-۳۵۴-۳۵۵-۳۵۶-۳۵۷-۳۵۸-۳۵۹-۳۶۰-۳۶۱-۳۶۲-۳۶۳-۳۶۴-۳۶۵-۳۶۶-۳۶۷-۳۶۸-۳۶۹-۳۷۰-۳۷۱-۳۷۲-۳۷۳-۳۷۴-۳۷۵-۳۷۶-۳۷۷-۳۷۸-۳۷۹-۳۸۰-۳۸۱-۳۸۲-۳۸۳-۳۸۴-۳۸۵-۳۸۶-۳۸۷-۳۸۸-۳۸۹-۳۹۰-۳۹۱-۳۹۲-۳۹۳-۳۹۴-۳۹۵-۳۹۶-۳۹۷-۳۹۸-۳۹۹-۴۰۰-۴۰۱-۴۰۲-۴۰۳-۴۰۴-۴۰۵-۴۰۶-۴۰۷-۴۰۸-۴۰۹-۴۱۰-۴۱۱-۴۱۲-۴۱۳-۴۱۴-۴۱۵-۴۱۶-۴۱۷-۴۱۸-۴۱۹-۴۲۰-۴۲۱-۴۲۲-۴۲۳-۴۲۴-۴۲۵-۴۲۶-۴۲۷-۴۲۸-۴۲۹-۴۳۰-۴۳۱-۴۳۲-۴۳۳-۴۳۴-۴۳۵-۴۳۶-۴۳۷-۴۳۸-۴۳۹-۴۴۰-۴۴۱-۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴-۴۴۵-۴۴۶-۴۴۷-۴۴۸-۴۴۹-۴۵۰-۴۵۱-۴۵۲-۴۵۳-۴۵۴-۴۵۵-۴۵۶-۴۵۷-۴۵۸-۴۵۹-۴۶۰-۴۶۱-۴۶۲-۴۶۳-۴۶۴-۴۶۵-۴۶۶-۴۶۷-۴۶۸-۴۶۹-۴۷۰-۴۷۱-۴۷۲-۴۷۳-۴۷۴-۴۷۵-۴۷۶-۴۷۷-۴۷۸-۴۷۹-۴۸۰-۴۸۱-۴۸۲-۴۸۳-۴۸۴-۴۸۵-۴۸۶-۴۸۷-۴۸۸-۴۸۹-۴۹۰-۴۹۱-۴۹۲-۴۹۳-۴۹۴-۴۹۵-۴۹۶-۴۹۷-۴۹۸-۴۹۹-۵۰۰-۵۰۱-۵۰۲-۵۰۳-۵۰۴-۵۰۵-۵۰۶-۵۰۷-۵۰۸-۵۰۹-۵۱۰-۵۱۱-۵۱۲-۵۱۳-۵۱۴-۵۱۵-۵۱۶-۵۱۷-۵۱۸-۵۱۹-۵۲۰-۵۲۱-۵۲۲-۵۲۳-۵۲۴-۵۲۵-۵۲۶-۵۲۷-۵۲۸-۵۲۹-۵۳۰-۵۳۱-۵۳۲-۵۳۳-۵۳۴-۵۳۵-۵۳۶-۵۳۷-۵۳۸-۵۳۹-۵۴۰-۵۴۱-۵۴۲-۵۴۳-۵۴۴-۵۴۵-۵۴۶-۵۴۷-۵۴۸-۵۴۹-۵۵۰-۵۵۱-۵۵۲-۵۵۳-۵۵۴-۵۵۵-۵۵۶-۵۵۷-۵۵۸-۵۵۹-۵۶۰-۵۶۱-۵۶۲-۵۶۳-۵۶۴-۵۶۵-۵۶۶-۵۶۷-۵۶۸-۵۶۹-۵۷۰-۵۷۱-۵۷۲-۵۷۳-۵۷۴-۵۷۵-۵۷۶-۵۷۷-۵۷۸-۵۷۹-۵۸۰-۵۸۱-۵۸۲-۵۸۳-۵۸۴-۵۸۵-۵۸۶-۵۸۷-۵۸۸-۵۸۹-۵۹۰-۵۹۱-۵۹۲-۵۹۳-۵۹۴-۵۹۵-۵۹۶-۵۹۷-۵۹۸-۵۹۹-۶۰۰-۶۰۱-۶۰۲-۶۰۳-۶۰۴-۶۰۵-۶۰۶-۶۰۷-۶۰۸-۶۰۹-۶۱۰-۶۱۱-۶۱۲-۶۱۳-۶۱۴-۶۱۵-۶۱۶-۶۱۷-۶۱۸-۶۱۹-۶۲۰-۶۲۱-۶۲۲-۶۲۳-۶۲۴-۶۲۵-۶۲۶-۶۲۷-۶۲۸-۶۲۹-۶۳۰-۶۳۱-۶۳۲-۶۳۳-۶۳۴-۶۳۵-۶۳۶-۶۳۷-۶۳۸-۶۳۹-۶۴۰-۶۴۱-۶۴۲-۶۴۳-۶۴۴-۶۴۵-۶۴۶-۶۴۷-۶۴۸-۶۴۹-۶۵۰-۶۵۱-۶۵۲-۶۵۳-۶۵۴-۶۵۵-۶۵۶-۶۵۷-۶۵۸-۶۵۹-۶۶۰-۶۶۱-۶۶۲-۶۶۳-۶۶۴-۶۶۵-۶۶۶-۶۶۷-۶۶۸-۶۶۹-۶۷۰-۶۷۱-۶۷۲-۶۷۳-۶۷۴-۶۷۵-۶۷۶-۶۷۷-۶۷۸-۶۷۹-۶۸۰-۶۸۱-۶۸۲-۶۸۳-۶۸۴-۶۸۵-۶۸۶-۶۸۷-۶۸۸-۶۸۹-۶۹۰-۶۹۱-۶۹۲-۶۹۳-۶۹۴-۶۹۵-۶۹۶-۶۹۷-۶۹۸-۶۹۹-۷۰۰-۷۰۱-۷۰۲-۷۰۳-۷۰۴-۷۰۵-۷۰۶-۷۰۷-۷۰۸-۷۰۹-۷۱۰-۷۱۱-۷۱۲-۷۱۳-۷۱۴-۷۱۵-۷۱۶-۷۱۷-۷۱۸-۷۱۹-۷۲۰-۷۲۱-۷۲۲-۷۲۳-۷۲۴-۷۲۵-۷۲۶-۷۲۷-۷۲۸-۷۲۹-۷۳۰-۷۳۱-۷۳۲-۷۳۳-۷۳۴-۷۳۵-۷۳۶-۷۳۷-۷۳۸-۷۳۹-۷۴۰-۷۴۱-۷۴۲-۷۴۳-۷۴۴-۷۴۵-۷۴۶-۷۴۷-۷۴۸-۷۴۹-۷۵۰-۷۵۱-۷۵۲-۷۵۳-۷۵۴-۷۵۵-۷۵۶-۷۵۷-۷۵۸-۷۵۹-۷۶۰-۷۶۱-۷۶۲-۷۶۳-۷۶۴-۷۶۵-۷۶۶-۷۶۷-۷۶۸-۷۶۹-۷۷۰-۷۷۱-۷۷۲-۷۷۳-۷۷۴-۷۷۵-۷۷۶-۷۷۷-۷۷۸-۷۷۹-۷۸۰-۷۸۱-۷۸۲-۷۸۳-۷۸۴-۷۸۵-۷۸۶-۷۸۷-۷۸۸-۷۸۹-۷۹۰-۷۹۱-۷۹۲-۷۹۳-۷۹۴-۷۹۵-۷۹۶-۷۹۷-۷۹۸-۷۹۹-۸۰۰-۸۰۱-۸۰۲-۸۰۳-۸۰۴-۸۰۵-۸۰۶-۸۰۷-۸۰۸-۸۰۹-۸۱۰-۸۱۱-۸۱۲-۸۱۳-۸۱۴-۸۱۵-۸۱۶-۸۱۷-۸۱۸-۸۱۹-۸۲۰-۸۲۱-۸۲۲-۸۲۳-۸۲۴-۸۲۵-۸۲۶-۸۲۷-۸۲۸-۸۲۹-۸۳۰-۸۳۱-۸۳۲-۸۳۳-۸۳۴-۸۳۵-۸۳۶-۸۳۷-۸۳۸-۸۳۹-۸۴۰-۸۴۱-۸۴۲-۸۴۳-۸۴۴-۸۴۵-۸۴۶-۸۴۷-۸۴۸-۸۴۹-۸۵۰-۸۵۱-۸۵۲-۸۵۳-۸۵۴-۸۵۵-۸۵۶-۸۵۷-۸۵۸-۸۵۹-۸۶۰-۸۶۱-۸۶۲-۸۶۳-۸۶۴-۸۶۵-۸۶۶-۸۶۷-۸۶۸-۸۶۹-۸۷۰-۸۷۱-۸۷۲-۸۷۳-۸۷۴-۸۷۵-۸۷۶-۸۷۷-۸۷۸-۸۷۹-۸۸۰-۸۸۱-۸۸۲-۸۸۳-۸۸۴-۸۸۵-۸۸۶-۸۸۷-۸۸۸-۸۸۹-۸۹۰-۸۹۱-۸۹۲-۸۹۳-۸۹۴-۸۹۵-۸۹۶-۸۹۷-۸۹۸-۸۹۹-۹۰۰-۹۰۱-۹۰۲-۹۰۳-۹۰۴-۹۰۵-۹۰۶-۹۰۷-۹۰۸-۹۰۹-۹۱۰-۹۱۱-۹۱۲-۹۱۳-۹۱۴-۹۱۵-۹۱۶-۹۱۷-۹۱۸-۹۱۹-۹۲۰-۹۲۱-۹۲۲-۹۲۳-۹۲۴-۹۲۵-۹۲۶-۹۲۷-۹۲۸-۹۲۹-۹۳۰-۹۳۱-۹۳۲-۹۳۳-۹۳۴-۹۳۵-۹۳۶-۹۳۷-۹۳۸-۹۳۹-۹۴۰-۹۴۱-۹۴۲-۹۴۳-۹۴۴-۹۴۵-۹۴۶-۹۴۷-۹۴۸-۹۴۹-۹۵۰-۹۵۱-۹۵۲-۹۵۳-۹۵۴-۹۵۵-۹۵۶-۹۵۷-۹۵۸-۹۵۹-۹۶۰-۹۶۱-۹۶۲-۹۶۳-۹۶۴-۹۶۵-۹۶۶-۹۶۷-۹۶۸-۹۶۹-۹۷۰-۹۷۱-۹۷۲-۹۷۳-۹۷۴-۹۷۵-۹۷۶-۹۷۷-۹۷۸-۹۷۹-۹۸۰-۹۸۱-۹۸۲-۹۸۳-۹۸۴-۹۸۵-۹۸۶-۹۸۷-۹۸۸-۹۸۹-۹۹۰-۹۹۱-۹۹۲-۹۹۳-۹۹۴-۹۹۵-۹۹۶-۹۹۷-۹۹۸-۹۹۹-۱۰۰۰-۱۰۰۱-۱۰۰۲-۱۰۰۳-۱۰۰۴-۱۰۰۵-۱۰۰۶-۱۰۰۷-۱۰۰۸-۱۰۰۹-۱۰۱۰-۱۰۱۱-۱۰۱۲-۱۰۱۳-۱۰۱۴-۱۰۱۵-۱۰۱۶-۱۰۱۷-۱۰۱۸-۱۰۱۹-۱۰۲۰-۱۰۲۱-۱۰۲۲-۱۰۲۳-۱۰۲۴-۱۰۲۵-۱۰۲۶-۱۰۲۷-۱۰۲۸-۱۰۲۹-۱۰۳۰-۱۰۳۱-۱۰۳۲-۱۰۳۳-۱۰۳۴-۱۰۳۵-۱۰۳۶-۱۰۳۷-۱۰۳۸-۱۰۳۹-۱۰۴۰-۱۰۴۱-۱۰۴۲-۱۰۴۳-۱۰۴۴-۱۰۴۵-۱۰۴۶-۱۰۴۷-۱۰۴۸-۱۰۴۹-۱۰۵۰-۱۰۵۱-۱۰۵۲-۱۰۵۳-۱۰۵۴-۱۰۵۵-۱۰۵۶-۱۰۵۷-۱۰۵۸-۱۰۵۹-۱۰۶۰-۱۰۶۱-۱۰۶۲-۱۰۶۳-۱۰۶۴-۱۰۶۵-۱۰۶۶-۱۰۶۷-۱۰۶۸-۱۰۶۹-۱۰۷۰-۱۰۷۱-۱۰۷۲-۱۰۷۳-۱۰۷۴-۱۰۷۵-۱۰۷۶-۱۰۷۷-۱۰۷۸-۱۰۷۹-۱۰۸۰-۱۰۸۱-۱۰۸۲-۱۰۸۳-۱۰۸۴-۱۰۸۵-۱۰۸۶-۱۰۸۷-۱۰۸۸-۱۰۸۹-۱۰۹۰-۱۰۹۱-۱۰۹۲-۱۰۹۳-۱۰۹۴-۱۰۹۵-۱۰۹۶-۱۰۹۷-۱۰۹۸-۱۰۹۹-۱۱۰۰-۱۱۰۱-۱۱۰۲-۱۱۰۳-۱۱۰۴-۱۱۰۵-۱۱۰۶-۱۱۰۷-۱۱۰۸-۱۱۰۹-۱۱۱۰-۱۱۱۱-۱۱۱۲-۱۱۱۳-۱۱۱۴-۱۱۱۵-۱۱۱۶-۱۱۱۷-۱۱۱۸-۱۱۱۹-۱۱۲۰-۱۱۲۱-۱۱۲۲-۱۱۲۳-۱۱۲۴-۱۱۲۵-۱۱۲۶-۱۱۲۷-۱۱۲۸-۱۱۲۹-۱۱۳۰-۱۱۳۱-۱۱۳۲-۱۱۳۳-۱۱۳۴-۱۱۳۵-۱۱۳۶-۱۱۳۷-۱۱۳۸-۱۱۳۹-۱۱۴۰-۱۱۴۱-۱۱۴۲-۱۱۴۳-۱۱۴۴-۱۱۴۵-۱۱۴۶-۱۱۴۷-۱۱۴۸-۱۱۴۹-۱۱۵۰-۱۱۵۱-۱۱۵۲-۱۱۵۳-۱۱۵۴-۱۱۵۵-۱۱۵۶-۱۱۵۷-۱۱۵۸-۱۱۵۹-۱۱۶۰-۱۱۶۱-۱۱۶۲-۱۱۶۳-۱۱۶۴-۱۱۶۵-۱۱۶۶-۱۱۶۷-۱۱۶۸-۱۱۶۹-۱۱۷۰-۱۱۷۱-۱۱۷۲-۱۱۷۳-۱۱۷۴-۱۱۷۵-۱۱۷۶-۱۱۷۷-۱۱۷۸-۱۱۷۹-۱۱۸۰-۱۱۸۱-۱۱۸۲-۱۱۸۳-۱۱۸۴-۱۱۸۵-۱۱۸۶-۱۱۸۷-۱۱۸۸-۱۱۸۹-۱۱۹۰-۱۱۹۱-۱۱۹۲-۱۱۹۳-۱۱۹۴-۱۱۹۵-۱۱۹۶-۱۱۹۷-۱۱۹۸-۱۱۹۹-۱۲۰۰-۱۲۰۱-۱۲۰۲-۱۲۰۳-۱۲۰۴-۱۲۰۵-۱۲۰۶-۱۲۰۷-۱۲۰۸-۱۲۰۹-۱۲۱۰-۱۲۱۱-۱۲۱۲-۱۲۱۳-۱۲۱۴-۱۲۱۵-۱۲۱۶-۱۲۱۷-۱۲۱۸-۱۲۱۹-۱۲۲۰-۱۲۲۱-۱۲۲۲-۱۲۲۳-۱۲۲۴-۱۲۲۵-۱۲۲۶-۱۲۲۷-۱۲۲۸-۱۲۲۹-۱۲۳۰-۱۲۳۱-۱۲۳۲-۱۲۳۳-۱۲۳۴-۱۲۳۵-۱۲۳۶-۱۲۳۷-۱۲۳۸-۱۲۳۹-۱۲۴۰-۱۲۴۱-۱۲۴۲-۱۲۴۳-۱۲۴۴-۱۲۴۵-۱۲۴۶-۱۲۴۷-۱۲۴۸-۱۲۴۹-۱۲۵۰-۱۲۵۱-۱۲۵۲-۱۲۵۳-۱۲۵۴-۱۲۵۵-۱۲۵۶-۱۲۵۷-۱۲۵۸-۱۲۵۹-۱۲۶۰-۱۲۶۱-۱۲۶۲-۱۲۶۳-۱۲۶۴-۱۲۶۵-۱۲۶۶-۱۲۶۷-۱۲۶۸-۱۲۶۹-۱۲۷۰-۱۲۷۱-۱۲۷۲-۱۲۷۳-۱۲۷۴-۱۲۷۵-۱۲۷۶-۱۲۷۷-۱۲۷۸-۱۲۷۹-۱۲۸۰-۱۲۸۱-۱۲۸۲-۱۲۸۳-۱۲۸۴-۱۲۸۵-۱۲۸۶-۱۲۸۷-۱۲۸۸-۱۲۸۹-۱۲۹۰-۱۲۹۱-۱۲۹۲-۱۲۹۳-۱۲۹۴-۱۲۹۵-۱۲۹۶-۱۲۹۷-۱۲۹۸-۱۲۹۹-۱۳۰۰-۱۳۰۱-۱۳۰۲-۱۳۰۳-۱۳۰۴-۱۳۰۵-۱۳۰۶-۱۳۰۷-۱۳۰۸-۱۳۰۹-۱۳۱۰-۱۳۱۱-۱۳۱۲-۱۳۱۳-۱۳۱۴-۱۳۱۵-۱۳۱۶-۱۳۱۷-۱۳۱۸-۱۳۱۹-۱۳۲۰-۱۳۲۱-۱۳۲۲-۱۳۲۳-۱۳۲۴-۱۳۲۵-۱۳۲۶-۱۳۲۷-۱۳۲۸-۱۳۲۹-۱۳۳۰-۱۳۳۱-۱۳۳۲-۱۳۳۳-۱۳۳۴-۱۳۳۵-۱۳۳۶-۱۳۳۷-۱۳۳۸-۱۳۳۹-۱۳۴۰-۱۳۴۱-۱۳۴۲-۱۳۴۳-۱۳۴۴-۱۳۴۵-۱۳۴۶-۱۳۴۷-۱۳۴۸-۱۳۴۹-۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲-۱۳۵۳-۱۳۵۴-۱۳۵۵-۱۳۵۶-۱۳۵۷-۱۳۵۸-۱۳۵۹-۱۳۶۰-۱۳۶۱-۱۳۶۲-۱۳۶۳-۱۳۶۴-۱۳۶۵-۱۳۶۶-۱۳۶۷-۱۳۶۸-۱۳۶۹-۱۳۷۰-۱۳۷۱-۱۳۷۲-۱۳۷۳-۱۳۷۴-۱۳۷۵-۱۳۷۶-۱۳۷۷-۱۳۷۸-۱۳۷۹-۱۳۸۰-۱۳۸۱-۱۳۸۲-۱۳۸۳-۱۳۸۴-۱۳۸۵-۱۳۸۶-۱۳۸۷-۱۳۸۸-۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵-۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸-۱۳۹۹-۱۴۰۰-۱۴۰۱-۱۴۰۲-۱۴۰۳-۱۴۰۴-۱۴۰۵-۱۴۰۶-۱۴۰۷-۱۴۰۸-۱۴۰۹-۱۴۱۰-۱۴۱۱-۱۴۱۲-۱۴۱۳-۱۴۱۴-۱۴۱۵-۱۴۱۶-۱۴۱۷-۱۴۱۸-۱۴۱۹-۱۴۲۰-۱۴۲۱-۱۴۲۲-۱۴۲۳-۱۴۲۴-۱۴۲۵-۱۴۲۶-۱۴۲۷-۱۴۲۸-۱۴۲۹-۱۴۳۰-۱۴۳۱-۱۴۳۲-۱۴۳۳-۱۴۳۴-۱۴۳۵-۱۴۳۶-۱۴۳۷-۱۴۳۸-۱۴۳۹-۱۴۴۰-۱۴۴۱-۱۴۴۲-۱۴۴۳-۱۴۴۴-۱۴۴۵-۱۴۴۶-۱۴۴۷-۱۴۴۸-۱۴۴۹-۱۴۵۰-۱۴۵۱-۱۴۵۲-۱۴۵۳-۱۴۵۴-۱۴۵۵-۱۴۵۶-۱۴۵۷-۱۴۵۸-۱۴۵۹-۱۴۶۰-۱۴۶۱-۱۴۶۲-۱۴۶۳-۱۴۶۴-۱۴۶۵-۱۴۶۶-۱۴۶۷-۱۴۶۸-۱۴۶۹-۱۴۷۰-۱۴۷۱-۱۴۷۲-۱۴۷۳-۱۴۷۴-۱۴۷۵-۱۴۷۶-۱۴۷۷-۱۴۷۸-۱۴۷۹-۱۴۸۰-۱۴۸۱-۱۴۸۲-۱۴۸۳-۱۴۸۴-۱۴۸۵-۱۴۸۶-۱۴۸۷-۱۴۸۸-۱۴۸۹-۱۴۹۰-۱۴۹۱-۱۴۹۲-۱۴۹۳-۱۴۹۴-۱۴۹۵-۱۴۹۶-۱۴۹۷-۱۴۹۸-۱۴۹۹-۱۵۰۰-۱۵۰۱-۱۵۰۲-۱۵۰۳-۱۵۰۴-۱۵۰۵-۱۵۰۶-۱۵۰۷-۱۵۰۸-۱۵۰۹-۱۵۱۰-۱۵۱۱-۱۵۱۲-۱۵۱۳-۱۵۱۴-۱۵۱۵-۱۵۱۶-۱۵۱۷-۱۵۱۸-۱۵۱۹-۱۵۲۰-۱۵۲۱-۱۵۲۲-۱۵۲۳-۱۵۲۴-۱۵۲۵-۱۵۲۶-۱۵۲۷-۱۵

برابر تھے اور ایک گھڑی ۶۰ چوٹیوں کے۔ ایک گھڑی ہمارے زمانے کے وقت کے
صاحب سے ۲۴ منٹ کی ہو سکتی تھی۔

۲۶۔ وہ فقط جو بادشاہ کو اپنی وفاداری اور اطاعت کے اظہار کے طور پر دیا جاتا تھا
یہ شاہجہاں کی محبوب بیوی تھی۔

۲۸۔ شہزادہ کی رستم بادشاہ کے سر پر گھما کر غریبوں میں تقسیم کرتی جاتی تھی اور یہ خیال
عام تھا کہ اس طرح سے وہ نظربد، برائیوں اور آنتوں سے محفوظ رہیگا

۲۹۔ یہ شاہ جہاں کی سب سے بڑی شہزادی تھی۔

۳۰۔ خواجہ جہاں کا شہزادہ اسے عمر میں چھوٹا تھا۔

۳۱۔ خواجہ جہاں کا سب سے چھوٹا شہزادہ

۳۲۔ یہ بدکاری، وجہاںگیری، و شاہ جہاں کا مشہور معروف جرنل تھا

۳۳۔ قورچی معاملات کا مشیر ہوتا تھا

۳۴۔ ۵۰۰۰ سواروں کو رکھنے والا

۳۵۔ مغل سلطنت کے ابتدائی بعد میں دکن سلطنت کا عہدہ وزیر اعظم کے برابر ہوا

کرتا تھا۔ لیکن بعد میں یہ ایک غیر اہم عہدہ ہو گیا۔ اور اس کے اختیارات دیکھنے
لے لے۔ مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے۔

لاہوری، ۱۰ ص ۱۷۸۔

۳۶۔ لاہوری، ۱۰ ص ۸۲-۹۷۔

۳۷۔ کاظم، ص ۲۵۳-۲۰۴۔

ستودھان، ص ۲۲-۲۳۔

۳۸۔ آئین، ۱۰ ص ۱۱۸-۱۱۹۔ یہ ایک ترکی لفظ ہے جس کے سنی اسلوب میں

۱ سے اسلوب عام کے لئے لفظ قورخانہ، اور اس کے انچارج کے لئے قورچی،

نکلا۔ حوالے کیئے دیکھئے۔

ہنگیز خاں کے زمانہ میں چار آدمی اس بات کے ذمہ دار ہوتے تھے کہ وہ اسکا
تروکان نیکر چلیں یہ تو درجی کہلاتے تھے، حوالے کیجئے دیکھئے۔

Barthold, W.: Turkistan down to the Mongol invasion.
London 1968, p.382..

۳۹۔ غن خانہ میں بادشاہ خصوصی امراء اور اہم منصب والوں پر جہدے وارسوں کو
مشورے کے لئے بلاتا تھا۔

۴۰۔ کاظم، ص ۲۵۱ - ۲۵۲

۴۱۔ شاہ جہاں کی سب سے چھوٹی لڑکی۔

۴۲۔ عالمگیر کی لڑکی۔

۴۳۔ عالمگیر کی لڑکی۔

۴۴۔ عالمگیر کا سب سے بڑا لڑکا،

۴۵۔ عالمگیر کا دوسرا لڑکا،

۴۶۔ عالمگیر کا تیسرا لڑکا،

۴۷۔ عالمگیر کا چوتھا لڑکا،

۴۸۔ بختا ورخان، مرقہ عالم، برٹش میوزیم، ADD، ۱۷۵۷

ص ۳۸۲

۴۹۔ Tavernier, p.297.

۵۰۔ ایضاً ص ۲۹۷

۵۱۔ اوونگٹن (Ovington) ص ۱۷۷ - ۱۷۸ پر ملاحظہ فرمائیے:

”جب بھی ہندوستان میں بادشاہت کو اعلان ہوتا تھا تو اس موقع پر ہمیشہ خوشی
دسرت کا اہتمام کیا جاتا تھا، موسیقی، آتش بازی، تماشہ اور خوشی کے سافر صنعت
کے تمام حصوں میں دیکھنے میں آتے تھے اس موقع پر ان کے جانوں پر جو بھروسہ
اور مہم ہوتے جاتے تھے“

۵۲۔ لاپورڈی، I ص ۱۱۳ - ۱۱۵، ص ۱۱۴ - I ص ۲۱۲

۵۳۔ شاہ جہاں نے اپنی تخت نشینی کے بعد جو فرمان آصف خاں کو لاہور بھیجا تھا اس کیلئے توضیحات دیکھئے، لاہوری، ۲۰۔ ص ۱۱۴۔ ۵۔
 مارچ۔ ۲۱۳۔

Pirzada, M.H.: Coronation of Muhammadan Sovereigns of India. In: JPHS, 1911-12, p.149.

۵۴۔ دانش سے پیکر، مولوی آصف خاں، آپ کو معصوم بننا چاہیے کہ ۸ بج کر ۱۱ بجے
 ۱۰ بجے کو چار گھنٹہ دن کے وقت ہم اگر میں تخت پر بیٹھ کر فرود ہوئے
 اس موقع پر ہم نے صاحب قرآن، مفتی شہنشاہ الدین محمد شاہ جہاں بادشاہی
 کا خطاب اختیار کیا۔ اس کا اعلان پھر سے دربار میں کیا گیا اور خطبہ کا سر براہ تھا۔
 درج کرایا گیا۔ ہمیں امید ہے کہ خدائے ذوالجلال، جس نے اپنی رحمت سے تمام
 ہندوستان کی بادشاہت ہمیں عطا کی ہے، ہمارے دور حکومت کو بابرکت بنائے
 گا، اقبال سے لئے جو ہمارے ساتھی و رفیق ہو، اور تمام رعیت کے لئے

۵۵۔ نوڈک جہنگیری، ۲۰۔ ص ۸-۹۔ یہ ۱۳ احکامات اس طرح سے تھے:

- ۱۔ تحفہ، میر جہری اور دوسرے غزوہ جہی ٹیکس بند کئے جائیں۔
- ۲۔ ویران راستوں پر مسجدیں، سرائیں اور کھنوں بنائے جائیں۔
- ۳۔ اگر کوئی کافر یا مسلمان مرجائے تو اس کا مال و متاع اس کے وارثوں کو
 دیا جائے اگر کوئی وارث نہ ہو تو حکومت اس کے خرچے سے مساجد، سرائیں
 اور پلوں کی تعمیر کرائے۔
- ۴۔ مشروب اور دوسری نشہ آور چیزوں کی فروخت بالکل بند کی جائے۔
- ۵۔ عام کسی شخص کو ہتھیار نہیں چھریں۔
- ۶۔ جرم کی سزائیں ناک مہن نہیں کاٹے جائیں۔
- ۷۔ سکھوں کی عہدہ داروں کو دایا کی زمین پر قبضہ نہیں کریں گے۔
- ۸۔ خاندان کے عامل اور جاگیر، جس پر گنتیں وہ ہوں، بغیر اجازت سے وہاں سے لوگوں
 میں شادیاں نہیں کریں،

- ۹۔ بڑے مشہوروں میں شفا خانے کھولے جائیں۔
- ۱۰۔ خاص دونوں میں جانوروں کا ذبحیہ بند کیا جائے
- ۱۱۔ اکیڑ کے عہد کے عہد سے دار اہد جاگیر فارسی طرح برقرار رہیں گے۔
- ۱۲۔ وہ تمام قیدی جو طویل مدت سے قید تھے انہیں رہا کیا جائے۔

۵۵۔ ص ۱ - I - ص ۲۵۸

۵۶۔ تاجی خاں II - ص ۷۷

- ۵۷۔ اکیڑ کے اپنے جو کس سے ۲۹ سال میں اسی سال کا اجراء کیا (۱۵۸۳) اور اس کو اپنی تخت نشینی سے شروع کرایا (۱۵۵۶) یہ شمسی حساب سے تھوڑے دور میں کا ابتداء ۱۱ مارچ سے ہوئی تھی اس میں ۱۲ مہینے ہو کر تھے جن میں ۲۹ سے یکے ۳۲ دن ہوتے کہتے تھے اسی سال کے مہینوں کے نام فارسی نام تھے، فروردین، اردی بہشت، خرداد، تیر، امرداد، شہریار، ہر، آبان، آذر، دی، بہمن اور سنبلہ مقرر۔
- تفصیل کے لئے دیکھئے: آئین I - ص ۲۷۵ - ۹
- ہاروی، II - ص ۳۰۶

Cambridge History of India. Delhi 1963, iv, p.130.

- ۵۸۔ قطب محمد اور عیدین کی نانوں میں دیا جاتا تھا ابتداء میں اس کی سیاسی و مذہبی نوعیت ہوتی تھی لیکن بعد میں صرف مذہبی رہ گئی
- ۵۹۔ راجہ اکروٹ کا مضمون دیکھئے۔

The Khutba: A symbol of Royalty in Islam. In: Sind University Research Journal, Arts Series. Vol. xvii & xviii-1978-79. pp.89-96.

- مزید تفصیلات کے لئے ایک دوسرا مضمون "ہندوستان کے مسلمان حکمران اور قطب" المعارف (۱۱ ہجری جولائی ۱۹۸۸ء) ص ۳۲ - ۲۷
- ابن خلدون (انگریزی): مقدمہ ابن خلدون II - ص ۷۱
- پیرنلڈ - ایم بیج - ص ۱۱۳ - ۱۱۴

- ۶۱۔ سلطان محمد خدا بندہ یا اکباتر (۱۳۰۴ - ۱۳۱۲) نے اپنے عہد میں ۱۲ شیوہ ناموں کے نام خطبہ میں پڑھوائے ہوئے کچھ دیکھے۔

Haworth, H.H.: History of the Mongols. London 1888. Repr. New York 1966, III, p.559.

یابزنامہ، ص ۲۵۹۔

Siddiqui, A.H.: Caliphate and Kingship in Medieval Persia. In: IC x, 1936, p.262.

- ۶۲۔ خطبہ میں نام اس ترتیب سے پڑھے جاتے تھے، قطب الدین امیر تیمور، جلال الدین میران شاہ، سلطان محمد مرزا، سلطان ابوسعید مرزا، عمر شیخ مرزا، قطب الدین بابر، ناصر الدین ہمایوں، جلال الدین اکبر، فردا الدین جہانگیر، شہاب الدین شاہ جہاں اور محی الدین اورنگ زیب عالمگیر

۶۳۔ پیرزادہ، ص ۱۴۹۔

۶۴۔ ص ۲۲۶، قواعد سلطنت شاہ جہانی، ص ۶۸۔

Cambridge History of India, iv, p.95.

۶۶۔

Lane Poole S.: The Coins of the Eastern Khaleefehs in the British Museum. London 1875. Repr. Bologne 1967, pp.viii, ix, (introduction).

۶۷۔ خانی خان II، ص ۷۷۔

۶۸۔ پیرزادہ، ص ۱۴۹۔

Tavernier, p.324.

۶۹۔

۷۰۔ El-I. میں خاتمہ پر دیکھیے۔

۷۱۔ شہزادہ امین، ص ۲۷۔

۷۲۔

Felix, P.: Mughal Seals. In: JPHS 5, 1916, pp.110-111 Terry, p.447. Pietro della Valle, p.1.

۷۳۔ ایک خصوصی ممبر دیکھیے آئین، I، ص ۲۸۔

Dourfer, G., II, p.148.

Monserrate, p.209.

۴۵

تاریخ الامراء I، ص ۶۸۵

۴۶ - تواریک، II، ص ۱۸ و ۱۹

۴۷ - تواریک، II، ص ۱۸ - ۱۹

۴۸ - لاہوری - ص ۱۳۸

۴۹ - صاحب، I، ص ۲۷۹

۵۰

Ibn Hasan: The Central Structure of the Mughal Empire London 1936, p.102.

۸۱ - یہ ہر منصب داری کی ترقدی، جاگیر کی عطا بھی، درسیں نفس کی بخشش سے کاغذات

پر لکھی جاتی تھی جو اے کیے دیکھئے۔

آئین، I، ص ۴۸

۸۲ - آئین، I، ص ۴۸

۸۳ - وزیر مضاف و قریبی امور و شاہی عزت کی تقسیم کا اہتمام کرنے والا

۸۴ - یہ مغل دربار کا سب سے اعلیٰ خطاب تھا

۸۵ - استلا اور شہزادوں کی تعلیم و تربیت کی دیکھو ہاں کرنے والا

۸۶ - آئین، I، ص ۴۷ - ۴۸

Ibn Hasan, pp.94-95. Monserrate, p.209.

۸۷ - اہمتر، یا سرخ ہر سنگوں میں یہ ہر سرکاری کاغذات پر لکھی جاتی تھی

جو اے سے لئے دیکھئے۔

Juwaini, Ata-Malik: The History of the World Conqueror. Translated by A.J. Boyle. Manchester 1968, I, p.145.

۸۸ - دیکھئے تواریک، I، ص ۲۳۰ میں نے حکم دیا کہ ہر سنگے کی جگہ کو صاف

کر کے اس پر مہر لکھائی جائے اور میں نے اس کا نام القون تمغا رکھا۔

Felix, p., p.118.

- ۸۹

- ۹۰

Percy Brown: Indian Painting under the Mughals
A.D. 1550 to A.D. 1750. Oxford 1922, p.152.

۹۱۔ نامون (۸۱۳ - ۸۲۳) نے عیاک مجنڈے کا رنگ سیاہ سے تبدیل
کر کے سبز کر دیا اس تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے بعد علی رضا (وفات ۸۸۸)
کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا چنانچہ تعلق اہل بیت سے تھا۔ علی رضاؑ پر تنقید کے
نئے مقالہ ۴۱ (۲) میں

- ۸۲

Spuler, B.: Iran in früh-islamischer Zeit. Wiesbaden
1953 pp. 348-49.

۳۔ دربار کے وقت یہ تخت کے نزدیک رکھے ہوتے تھے جبکہ شاہی جلوس میں
یہ ہاتھی پر رکھے ہوتے تھے۔

حوالہ کیلئے دیکھئے: آئین، ۲ ص ۱۸۸

۹۲۔ قومان کے معنی دس ہزار اور نصف سردار کے ہیں اور تورغ، پاک کی دوسوں کے مجنڈے
کو کہتے ہیں پشتگوں حکمران دس ہزار سرداروں کے کا ٹڈر کو دیا کرتے تھے
چار تورغ بھی، پاک کی دوسوں کا مجنڈہ ہزار تھا جبکہ شہید چار ہزار سرداروں
کے کا ٹڈر کو دیا جاتا تھا ہندوستان میں منسل حکمرانوں نے ان دو مجنڈوں کو
صرف اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا اور بہت کم یہ شہزادوں یا سرداروں کو عطا
کیا کرتے تھے، حوالے کیلئے دیکھئے:

آئین، ۲ ص - ۳۹

ارد گرد حسین آزاد و دیار بکری لاہور ۱۳۵۳ھ میں ۱۳۹

- ۹۵

Qureshi, I.H.: Administration of the Mughal Empire.
Karachi 1966, p.105.

۹۶۔ مرنے کیلئے: Peter Mundy, p.199.

جوان بھندوں کے بارے میں ریچرڈ تنفیلڈ دیتا ہے "ہر جہوں میں
تختلف قسم کے جہڑوں، خاص خاص نشانات کے ساتھ ہوا کرتے تھے، جیسے
ہاتھ، بڑی گیند، اژدہ، کاسد یا نقاب"

فرید حوٹوں کے لئے دیکھئے: Terry, p.364. Irvine. W.:
The Army of the Indian Moghuls. London 1903. pp.32-33

۹۷۔ تفصیل کیلئے دیکھئے، توڈک ۱۷ ص ۲۰۵، (اردو ترجمہ I ص ۳۳۳)
"میں نے بمبئیوں کو حکم دیا کہ وہ احکام جن کی پابندی مزدوری ہے اس کے
سردار کے نام جاری کریں تاکہ اس کے بعد وہ ایسے اُمید کے سرکبے
ہوں کہ جو بادشاہوں کے لئے خاص ہیں ان میں سے اول یہ کہ وہ بھوکے میں نہ
بیٹھیں، اپنے امراء اور مددگار سرداروں کو چوکی اور سیما کی ذمت نہیں
ادھ باقیوں کو کڑائی میں نہ لائیں ہستار دیتے وقت کسی کو اندھا نہ کریں اور
کسی کی ناک اور کان کاٹیں اور کسی کو زبردستی مسلمان نہ لائیں اپنے ملازمین
کو خطاب میں "ادش ہی ملازمین کو کوئی شہادت دینے کی ذمت نہیں،
ادگائے والوں کو اس طرز پہ جس کا شاہی دربار میں معمول ہے، چمکی کی ذمت
نہ دیں باہر نکلتے وقت نقاب نہ بچھڑائیں اور لوگوں میں سے شاہی ملازمین
کو اپنے ماتحت ملازموں کو اگر گھوڑا یا ہاتھی دیں تو ان کے کندھوں پر ٹھام
یا آٹھن رکھ کر ان سے آداب و سیماست ادا نہ کرائیں اور شاہی ملازموں کو
اپنی سواری سے آگے آگے پہیل نہ لے جائیں، مگر شاہی ملازمین کو کچھ کہیں
تو اس پر مہر نہ لائیں اور یہ وہ قوانین ہیں جو آئینِ جاگیر کے نام سے
موسوم کئے گئے ہیں"

دیر حکومت میں عیسیٰ حکمرانوں نے تربت اہل نقار خاندان کو صرف اپنے لئے مخصوص کر رکھا تھا، ہندوستان میں بھی سداہین دہلی اسے شاہی استحقاق کے طور پر استعمال کرتے تھے، انگریز حواریہ کیسے دیکھئے،

Busse, H.: Chalif und Grosskonig. Wiesbaden 1969, p.186.

۹۹

Tavernier, p.80

Mathur, N.L.: Red Fort and the Mughal Life.

Delhi 1964. P.12

۱۰۱

Irvine, W., p.30

۱۰۲ - تورنگ II ص ۲۲۹

۱۰۳

Sarkar, p.133.

۱۰۴ - ایضاً ص ۹۳

۱۰۵ - مشرقی محاکمہ جبت یا پتھر شاہی علامت کے طور پر استعمال ہوتا

تھا قدیم ایران میں اسیری مارگون بادشاہوں کے قلعے اسکا استعمال

صرف حکمرانوں کے لئے تھا (Olmstead, A.T., p.64.)

اور یہ جہاں کہیں بھی بادشاہ جاتا تھا اس کے ساتھ ساتھ جاتا تھا یہیں تک

کہ میدان جنگ میں بھی۔ Olmstead, A.T., p.283

ہندوستان میں بھی پتھر شاہی علامت ہو کرتا تھا پتھر کی شکل اہل عرب

مختلف ہوا کرتے تھے۔ چین کے راجہ کے پاس ایک ہانگ ہو کرتی تھی جس پر

شاہی علامت کے طور پر پتھر لگا ہوا تھا۔ ہندوستان کے حکمرانوں کے قبضے

میں سے ایک خطاب پتھر ہی ہوا کرتا تھا،

حوالے کیسے دیجئے،

Balfour, E.: The cyclopaedia of India

and Southern Asia, Graz 1967, iii, pp.897-99.

- ۱۰۶ - آئین ۳۱ ص ۲۵
 ۱۰۷ - سرکار ص ۱۳۳
 ۱۰۸ - ایضاً ص ۶۲
 ۱۰۹ - ایضاً ص ۶۳۰
 ۱۱۰ - نبیب شرف ندوی : مقدمہ رتعات عالمگیری، (اعظم گڑھ) (۹)

ص ۳۹۱

۱۱۱ - شیر کے شکار کیلئے - فرید توفیلات کیلئے دیکھئے۔

Jairazbhoy, R.A.: Oriental Influence in Western Art. Bombay 1965, p.91.

۱۱۲ - صحیفہ بیگم ص ۶۲

۱۱۳ - ہدایہ - II ص ۲۸

1avernier, p.11K. ۱۱۴

Sharma, S.R., p.27 ۱۱۵

۱۱۶ - نقاب ہندوستان کی مٹی طبیب کی خواتین اسے چہرہ پر ڈالتی تھیں تاکہ انہی
 مردوں سے پردہ کیا جاسکے۔

۱۱۷ - نعل بدشاہ کے سامنے بغیر نقاب کے آتا اور اسے آداب بیا لانا ایک
 ہدایت تھی اس کی جہت سے شالیں نعل تاریخی میں بھری ہوئی ہیں۔
 حوالے کے لئے دیکھئے :

محمد صبیح آزاد ص ۶۹۷

۱۱۸ - صحیفہ بیگم ص ۵۳

تیسرا باب

- ۱۔ مغل سلطنت کے شہری اور فوجی جہاد پار اور حکام منصوبہ بکھاتے تھے۔
- ۲۔ ایک ایسے ہی موقع پر راجہ جہاد رسل جہادیات امیر کو فراں ملا تھا ابکریے ملا اور اپنی رٹکی کے ساتھ ابکریے شادی کی پیش کش کی۔ ایک مکتوبہ موقع پر 'سندھ کا حکمران جان بگیہ' ابکریے جہاد میں نہیں آیا تو ابکریے اس کی اس حرکت پر احتجاجیے ہوا کہ اس نے فوجی طور پر اس کے خلاف ایک فوجی ہم جیسی ہکر اس کی خود فوجی کا خاتمہ ہو اور وہ وادیارے بادشاہ کی اطاعت کا اصول کرے۔

Havell, E. B.: A Handbook of Agra and the
Taj. Calcutta 1924, p. 47.

- ۳۔ احمدی وہ سپاہی تھے جو بد واسطہ ابکریے کے ماتحت تھے یہ ابکریے کی اپنی افوازی حیثیت میں خدمت کرتے تھے یہ ابتداء میں "بکے" کہلاتے تھے "ابکریے" ابکریے کہتے انہیں احمدی کہ خطاب دیا حوالے کیلئے دیکھئے:
- اینٹن - ج - ص - ۱۸۷

Bashir: Akbar, the Great Mughal.
Lahore 1967, p. 165.

- ۴۔ توڑک T - ص - ۲۳۲ "فامس رو" ص - ۱۱
- ۵۔ "یہ جگہ ایک بڑا دربار ہے جہاں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں بادشاہ کو پر جہاد میں بیٹھا ہے، سیلر، بڑے لوگ اور دربارہ دربارہ کے اجمنی تفت کے برابر دے کوڑے میں، جہاد کو پیچھے ہوتے ہیں"
- ۶۔ وڈو سوامی کے سربراہ کو کہتے ہیں۔
- ۷۔ میر بخش، فوجی احمد کا انچارج ہو کرتا تھا اور اس حیثیت میں وہ بخشی اول کہلاتا تھا، اس کے دو عہدکار، بخش دوم و سوم کہلاتے تھے ان میں

سے پہنچا دیں ، اور اعلیٰ عہدہ داروں کے معاملات کی دیکھ بھال کرتا
جیسے کہ دوسرا دوسرے درجہ کے افسروں کا آمد تیسرا سب سے نیچے درجہ

کے عہدہ داروں کا ، حوالے کیئے دیکھئے :
Sharma, S.R.: Mughal Government and Administration Bombay 1951, p.46.
Qureshi, I.H.: Administration of the Mughal Empire.
Karachi 1966, p.78. Ibn Hassan: The Central
Structure of the Mughal Empire. London 1936, p.210.

۸۔ صالح - I - ص ۲۳۳ - ۲۳۵

۹۔ ضروی ، I - ص ۸۸ - ۸۹

۱۰۔ تواتر سلطنت شاہجہانی - ص ۴۷

Elliot & Dowson, v, p. 122.

۱۱۔ ضروی - II - ص ۴۲۳

Elliot & Dowson, v, p.121.

Monserate, p.211

Manrique, p.183.

Careri, G.: Indian Travels of Thevenot and Careri,
Delhi 1967, p. 220.

Manrique, p.183.

تیم دین میں بادشاہ کی خدمت میں ایک لکھن ملان رہا کرتا تھا حوالے کیئے دیکھئے ،

Olmstead, A.T., p.182.

۱۲۔ آئین - I - ص ۱۵۶ اسد و ترجمہ آئین الہندی - ج ۱

مولوی محمد نواز علی صاحب لاہور (۹) ص ۲۰۰

۱۳۔ جہاں پناہ نے ایک روز فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت جنت آسیانی نے کلاوا
خاص مجھ کو مرگت ترقائی میں نے ٹوپی کو اپنے سسر پر رکھا ، چونکہ ٹوپی بڑی
تھی میں نے اس کو ہاتھ سے پکڑ کر نہ کورہ بالا مسجد لینے کے مطابق اظہار شکر

کیا بادشاہ کوہجہ جدید پیش پسند آئی اور محنت نے اسی طریقہ پر کونش تسلیم
کے ادب مقرر فرمائے؟

- ۱۸۔ آئین I ص ۱۵۷ ایرانی ۵۰ ص ۳۰۱ - ۲۵۹
- ۱۹۔ اکبر نامہ II ص ۲۷۲
- ۲۰۔ صالح I ص ۲۵۸ لاہوری I ص ۱۱۰ - ۱۱۲
- ۲۱۔ Manucci, I. p.88; Ovington, p.183.
- ۲۲۔ صالح I ص ۲۵۸
- ۲۳۔ آئین I ص ۱۵۶ - ۱۵۷
- توابع سلطنت شاہجہانی ص ۲۷
- ۲۴۔ ایضاً ص ۲۸ - ۲۹
- ۲۵۔ آئین I ص ۱۵۷
- اکبر نامہ I ص ۲۵۸
- ۲۶۔ ساسانی بادشاہوں کے دربار میں درباریوں کو تین جہاتوں میں تقسیم کیا جاتا
تھا اول۔ پیشکش اور عہدے کے حساب سے ، دوم شاہی خاندان کے ملائین
اور شاہی عہدیدار ، سوم بہترین دکھانے والے مسخرے اور موسیقار۔
حوالے کیجئے دیکھئے

Girshman, R.: Iran. Harmondsworth 1954, p.312

نظام الملک نے سیاست نامہ میں بادشاہوں کو مشغولہ دیا ہے کہ درباریوں کو
مختلف جہاتوں میں تقسیم کرنا چاہیے مثلاً بادشاہ کے رشتہ دار امراء دوسرے عہدیدار
اور ملازم، انگریزوں کی ایک ہی جگہ جمع ہر جائیں تو پھر ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی تمیز
باقی نہیں رہتی ہے حوالے کیجئے دیکھئے

نظام الملک . سیاست نامہ ، تہران (۱) ص ۱۸۲

۲۷۔ آئین I ص ۱۵۷

قدیم ایران میں یہ دستور تھا کہ درباری بادشاہ کی موجودگی میں اپنے ہاتھ آستینوں میں بچھپائے رکھتے تھے۔ یہ مسدود اس وجہ سے اختیار کیا گیا تھا کہ اس سے بادشاہ کے قتل کے امکانات ختم ہو جاتے تھے،

Olmstead, A.T., p.283.

مغل درباری دربار میں اپنے ہاتھ سینے پر رکھ کر کھڑے ہوتے تھے یہ عبادت کا اظہار تھا کہ وہ بادشاہ کے احکام کی تعمیل میں آمادہ خدمت ہیں

۲۸- آئین I، ص ۱۵۶

۲۹- قواعد سلطنت شاہجہانی، ص- ۴۷

Hawkins, p.115; Bernier, p.260; peter Mundy p.200; Manucci, li, p.330

۳۰- قواعد سلطنت شاہجہانی، ص- ۴۹

۳۱- مروجہ I- ص ۸۷-۸۸

۳۲- Elliot & Dowson, li, pp.534-35.

۳۳- اکبر نامہ II، ص- ۴۸۵

۳۴- فاکس رد، ص- ۴۰۴

۳۵- اورنگ زیب عالمگیر، وقعات عالمگیر، کاغذ ۱۸۸۲ء

ص ۴۶ (انگریزی ترجمہ: جرنل درس، کلکتہ سولہ ستمبر ۱۷۹۰ء)

» مرحمت نماں آج دیدار میں شاہزاد باس میں آیا اس کے پاس کا دامن اس

تدربہا تھا کہ انکے پاؤں اس میں پھپ گئے تھے۔ اس وجہ سے ہم نے مرحمت نماں

کو حکم دیا کہ وہ دامن کو در پٹیوں کے برابر ترش کرے۔ ہمیں مرحمت نماں کے

کہنا چاہیے کہ وہ اپنے دامن کی لمبائی کو اس حد تک رکھے جس حد تک

کہ وہ یاد کا قانون اجازت دیتا ہے «

Tavernier, p.81.

Athar Ali: The Mughal Nobility under Aurangzeb, ۳۷

London 1966, p.138.

۳۸۔ بڑائی II ص ۳۲۲

۳۹۔ قیمتی تحائف جو شہزادوں اور اپنے بھائی و قریب کے افراد کو دیئے جاتے تھے۔

۴۰۔ بابر کا وکسٹراٹھ کا۔

۴۱۔ Bayazid Bayat: Memoirs of Batzid (Bayazid).
In: Allahabad University Studies. Vol. vi. part i,
1930, p.108.

۴۲۔ اس کا خطاب خان خاناں تھا ہمایوں کا ممتاز جنرل تھا اور اکبر کے ابتدائی ہمدر
فیس اس کا اتالیق اور حکومت کا نگارن رہا۔

۴۳۔ جہاں گیر کا سب سے بڑا لڑکا۔

۴۴۔ توڑک I ص ۶۱

۴۵۔ شیواجی کا لڑکا، جو مشہور مرہٹہ سردار تھا،

۴۶۔ Elliot & Dowson, vii, p.340.

۴۷۔ قدیم ایران میں بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کی کوشش بغاوت کے مترادف

سمجھی جاتی تھی حوالہ کے لئے دیکھئے: Olmstead, A.T., p.283.

۴۸۔ Sarkar, p.73; Manrique, p.163.

۴۹۔ Peter Mundy, p.204.

۵۰۔ توڑک II ص ۳۹۵

۵۱۔ شوچی I ص ۸۹

۵۲۔ توڑک I ص ۲۷۷

۵۳۔ سنچائی III ص ۲۵۵ بادشاہ ہرکے خود کو وکسٹراٹھ کے افراد کے مقابلہ میں

اعلیٰ درجہ پر سمجھتے تھے اس لئے وہ تکلیف یا جھٹائی گزردی کے وقت اسے بروقت

کہتے تھے اور اس کا اظہار وکسٹراٹھ کے سامنے نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی خدمت

کی گزردی ظاہر نہ ہو۔

اس سلسلہ میں بادشاہی حکمرانوں کے لئے دیکھئے:

Peter Arnat: The Byzantines and their World. London 1973. p.199.

باز نبطی حکمران، مائیکل چہارم جس پر دورے فرماتے تھے، جب تکت پر
بیٹھتا تھا اور خزانہ پر دے اس پر پڑے رہتے تھے۔ جب اسے دوبار
دورہ پڑتا تو 'پروہ کچن' دیے جاتے تھے اور دورہ کے خاتمہ پر دوبارہ
انہیں تیار دیا جاتا تھا۔

Sarkar pp.73-74

-۵۶

Manucci, II, p.461.

-۵۵

Elliot & Dowson, v, p.122.

-۵۲

Ibn Hassan, p.282

-۵۰

۵۸ - قواعد سلطنت شاہجہانی ص - ۴۸

۵۹ - فیض شرف ندوی: مقدمہ رقعات عالمگیری، انجم غڑھ (۹)

ص - ۱۱۷

Elliot & Dowson, v, p.122 Manucci, II, p.444.

۶۰ - آئین - I ص ۱۹۲ - ۱۹۳

۶۱ - ایضاً - ص ۱۹۲ - ۱۹۳

Foster, W., p.35

-۶۲

۶۳ - تفصیل کے لئے دیکھئے: Monserrate, p.305.

وہ ہر اس بات کو دیکھتے ہیں جو بادشاہ کہتا ہے اور مسقدر تیزی سے
برسے ہوئے ہر جگہ کو دیکھتے ہیں کہ ایسا کھوس جوتا ہے کہ وہ اور اس کے
پچھے ہی اس کو کچھ کر قرار کر لیتے ہیں، اس سے پہلے کہ وہ بولا جائے اور
گم ہو جائے۔

مزید حوالوں کے لئے دیکھئے: چہارمین، ۱۲۷ - ۱۳۱

Hawkins, p.400; Thevenot, p.26.

- Roe p.209. - ۶۳
- Bernier, pp.146-47. - ۶۵
- خانقاہ : II - ص ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۶۶
- اکبر نامہ - II - ص ۱۸۸ - ۲۶۲ - ۲۹۵ - ۶۷
- III - ص ۷۲۱ - ۶۸
- Monserate, pp.28, 37, 50, 64, 133-34. - ۶۹
- ۱۶۹۱ء میں ایرانی سیفر خانگیر کے دربار میں آیا اور اس نے ایرانی طریقہ سے بادشاہ کو آداب کیا، حوالہ کیجئے، منوچی - II - ص ۴۸ - ۵۰ - ۶۸
- اکبر نامہ - II - ص ۱۸۸ - ۶۹
- برٹیر - ص ۵۸ - ۷۰
- ایضاً - ص ۱۱۹ - ۷۱
- خانقاہ - III - ص ۱۲۶ - ۱۲۷ - ۷۲
- برٹیر - ص ۱۵۸ - ۷۳
- منوچی - II - ص ۴۸ - ۷۴
- برٹیر - ص ۱۲۰ - ۷۵
- شاہ عباس صفوی کا سیفر جب صفی دربار میں آیا تو اس نے یہ رباعی پڑھی :
- دنگی بہ سپاہ و فہیل و شکر نازد ندی بہ سنان و تیغ و عنبر نازد
- اکبر یہ فخریہ پڑھ کر نازد عباس بہ ذوالفقار صید نازد
- اس کے جواب میں ایک شعر ارم لیلی نے تمنا یہ رباعی پڑھی :
- فردوس بہ سبیل و کوثر نازد دریا بہ مجسمہ نیک باختر نازد
- عباس بہ ذوالفقار صید نازد کوثر بہ ذات پاک اکبر نازد
- حوالہ کے لئے دیکھئے :

and Literature at the Mughal Court. Allahabad 1929, iii p.64.

Roe, p.295.

-۷۶

-۷۷ ایضاً - ص ۲۹۶

-۷۸ ایضاً - ص ۲۰۲ - ۲۰۳

-۷۹ توڑک II - ص ۲۵۸ - ۲۵۹

-۸۰ طوطی - II - ص ۲۸ - ۲۹

بادشاہ اود سیر کے درمیان جن تحائف کا تبادلہ ہوتا تھا اس میں زیورات، برقیات
اسلحہ، خوشبوئی گھوڑے، اقدام، قیمتی پتھر، اور ان کے اپنے ملکوں کی خاص
خاص چیزیں ہوا کرتی تھیں۔ صوفی حکمران، مغل دیار کو جو تحائف بھیجا کرتے
تھے ان میں عربی و فارسی گھوڑے، ہوا کرتے تھے، مغل حکمران ایران کے دیار
کو ہاتھی، چیتے، تیندرے، ہرن، گینڈے، طوطے اور سمندری گھوڑے
بھیجا کرتے تھے۔ حوالے کیجئے: ۷۱ - ۲ میں مقالہ "جبرہ"

-۸۱ اکبر نامہ - III - ص ۲۸۶

-۸۲ توڑک - I - ص ۱۰

-۸۳ ایضاً - ص ۱۳

-۸۴ ایضاً - ص ۲۷۷

-۸۵ آئین - I - ص ۲

-۸۶ ایضاً، ص ۲ - ۳

-۸۷ توڑک - II - ص ۱۳

Roe, pp.107-8; Bernier, p.360.

-۸۸ ۱۵۷۵ء میں ہالگیر سخت بیمار ہو گیا اور اس کی وجہ سے وہ بارہا میں نہیں آسکا۔ اُسے
چورے حکمرانوں سے چینی و غیر چینی کی کیفیت پیدا کر دی۔ بادشاہ پر سخت بیماری کا

حد ہوا اور اس کی پسیموں میں سخت تکلیف ہو گئی جسکی وجہ سے لوگوں میں خوف پیدا ہو گیا لیکن اسنے اپنی بیماری پر تابو پانے کی کوشش کی اور وہ بار میں حیلے اپنے نشست پر بیٹھا اور سہنت کے معاملات میں خود کو مشغول رکھا جس سے لوگوں میں غریبہائی کی کیفیت ختم ہو گئی، لیکن اس کی بیماری بڑھ گئی اور اس پر غشی کے دورے پڑنے لگے جسکی وجہ سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے اور باہر بڑی تشویش ناک افواہیں پھیلنے لگیں وہ بارہ روز تک فوج اور کپ میں افراتفری رہی۔ خدا کی مہربانی سے اس کے بعد اس کی حالت بہتر ہونی شروع ہوئی اور اس نے کبھی کبھی دیار میں عوام کے ساتھ آنا شروع کر دیا۔
حوالہ کیئے دیجئے:

Elliot & Dowson, vii pp.382-83.

۸۹۔ یہ وزیر کے برابر ہوا کرتا تھا اور تمام انتظام سلطنت کا ذمہ دار تھا خصوصیت کے ساتھ مالی انتظامات کا،

۹۰۔ یہ شاہی خاندان اور حرم کا انچارج ہوا کرتا تھا۔

۹۱۔ یہ ہندی کا لفظ ہے، جس کے معنی ڈونچکنے کے ہیں ہندوستان میں عوام کا یہ عقیدہ تھا کہ اس درگاہ دیا پاک مقام کی زیارت یا دشن سے ایکسی اعلیٰ ہستی و شخصیت کے دشن سے سارا دن خوشگوار گزارتا ہے حوالہ کیئے دیجئے:

اکبر نامہ: III - ص - ۲۵۶ - ۲۵۷

لاہور کا I - ص - ۱۵۲ - ۱۵۳

صالح - I - ص - ۲۴۲ - ۲۴۳

De-Laet, pp.92-93, 97.

Hawkins, p.115,

۹۲۔ دیکھئے بریلون II - ص ۳۲۶

”اٹلی دکنر لوگ جو مدت خاد میں نہیں آ سکتے تھے، وہ سورت کے
 طوع ہونے کے بعد بھر دیکھیں۔ راج ہو جاتے تھے، اور جب تک کہ وہ
 مقدس بادشاہ کا چہرہ ہمیں دیکھ لیتے تھے، وہ کچھ کھاتے پیتے نہیں تھے“
 مزید تفصیل کیلئے دیکھئے:

لاہری، ۱۷، ص - ۱۴۴ - ۱۴۵

”یہ اعادہ حضرت عرش آشیانی (اکبر) کی ایجاد تھا اسے اعلیٰ حضرت (شاہجہاں)
 نے بھی جاری رکھا۔ تاہم رعیت بادشاہ کو کام شروع کرنے سے پہلے دیکھ کر
 برکت حاصل کرے، عز ورت مند اور مقلوم ہوگ۔ بیڑ میں رکاوٹ، اور نصف
 کے اپنی تکالیف کا مداوا کر سکیں، اور انصاف حاصل کریں“

۹۲۔ اکبر نامہ III ص - ۲۵۶ - ۲۵۷

۹۳۔ آئین ۱۷، ص - ۱۵۵

ابنِ حسن، ص - ۶۶ - ۷۰

۹۵۔ قواعد سلطنت شاہجہانی، ص - ۲۵

جس کوکہ دشمن کی یا کونیاں، وہی، اگرچہ اور لاہور میں نہیں سفر کے
 دوران کپ میں بھی عارضی طور پر بالکونی بنائی جاتی تھی۔

۹۶۔ ص ۱ - ص - ۱۴۳

۹۷۔ قواعد سلطنت شاہجہانی، ص ۴۵. Manrique, pp. 269-70.

۹۸۔ ابنِ حسن - ص ۶۹

۹۹۔ صدر میں میرساں کی نمائندگی کرتا تھا، یہ سکرکوں، شاہی عورتوں اور
 کارخانہ جات کی تعمیر و نگہداشت کرتا تھا۔

۱۰۰۔ یہ شاہی توپ خاد کا انچارج ہوتا تھا

۱۰۱۔ توپ خاد کا اکاونٹنٹ،

۱۰۱۔ لاہوری I - ص ۱۴۶ - ۱۴۸

ابوالفضل اسکے بڑے مدت خاندان کا اصطلاح استعمال کرتا ہے، شاہجہان کے
مدت خاندان کہا کرتا تھا، اسے خلوت خاندان بھی کہا جاتا تھا۔

Peter Mundy, p.201.

- ۱۰۲

۱۰۵۔ قواعد سلطنت شاہجہانی - ص ۵۸

صاۃ - I - ص ۴۹ - ۵۰ - ۲۴۶

چہارچین - ص ۱۱ - ۲۳

لاہوری I - ص ۱۴۶ - ۱۵۳

بتو من - ص ۷۵ - ۸۲ - ۸۴

Saksena, B.P.: History

of Shah Jahan of Delhi. Allahabad 1932, pp.241,43.

۱۰۶۔ خانی خان - II - ص ۷۳

۱۰۷۔ کالمس - ص ۱۰۹۶ - ۱۱۰۶

دعوات عالمگیری، (کاپڑوں) ص ۷۶ - ۷۷

Sarkar, J.: Studies in Mughal India. Calcutta 1933,
p.31.

۱۰۸۔ منترچی - II - ص ۳۲۲

چوتھا باب

- ۱۔ اکبر نامہ - III - ص - ۷۴
- ۲۔ اولیٰ رتبہ کے شمعوں کا اعلیٰ رتبہ کیسے نمود -
- ۳۔ قیمتی تحائف، جو بادشاہ کو انقباضِ وفاداری کے عہد پر پیش جاتے تھے -
- ۴۔ توذک - I - ص - ۵۰
- ۵۔ پنجا منشی عہد میں سرکاری سال نمود سے شروع ہوتا تھا عہدِ مسلمان میں نمود و طوٹوں کے ساتھ منایا جاتا تھا - مسلمانوں میں صبح سے پہلے نمود کی ابتداء عیسائیوں کے دورِ حکومت میں ہوئی یہاں سے لکھنؤ کے مسلمان حکمرانوں کے دربار میں پہنچا - حوالہ کیلئے دیکھئے -
- ابوریکان ابیرونی، آثارالباقیہ (انگریزی ترجمہ) فرنیفرٹ ۱۹۶۷ء ص - ۱۹۹ - ۲۰۲ -

۱۔ آئین - I - ص - ۲۰۰ "جب آفتاب سال کا دورہ تمام کر کے برج حمل میں داخل ہوتا اور اپنی برکات سے اہل عالم کو مستفید کرتا تو انیس ہزار اہل عیش و نشاط کی جگہ آرائی ہوتی ہے جس زمانہ میں دورِ دروغ کا تہوار منایا جاتا ہے اسے شمار نمود و طوح طرح کی اشیاء بعد صدقہ دہیئے کے تقسیم کی جاتی ہیں، حکم فروردین اور انیس فروردین جبریم شرف ہیں، عید کیسے مخصوص ہیں -

نمود کے جشن کیسے مزید تفصیل کیسے دیکھئے

اکبر نامہ - III - ص - ۳۷۸ - ۳۷۹

بہارِ لوطی - II - ص - ۱۷۲ - ۱۶۱ - ۳۳۸

توذک - I - ص - ۴۸ - ۸۵ - ۱۳۸ - ۱۵۴ - ۱۶۵ - ۱۹۱ - ۲۰۶

۲۲۵ - ۲۵۹ - ۲۸۰ - ۳۷۷ - ۳۷۰

- لاہوری - I - ص - ۱۷۷ - ۲۵۶ - ۲۹۷ - ۳۶۴ - ۴۱۸ - ۴۷۴
- مسند : ص ۱۶۲
- موشیراٹ : ۱۷۶
- بد : ۱۳۲
- پیش مندی ۲۲۸
- ۷ - مان رق - ۱۹۵
- ۸ - موشیراٹ - ۱۷۵
- ۹ - طالعید الہیاتی ہنرندی : ص ۸۸۳
- ۱۰ - توذک - I - ص - ۲۹
- ۱۱ - بدایونی - II - ص - ۳۲۱
- ۱۲ - Thevenot - ص - ۵۰
- ۱۳ - توذک - I - ص - ۴۹
- ۱۴ - لاہوری - I - ص - ۱۸۷ - ۱۸۸ - ص - ۲۸۲ - ۲۸۳
- ۱۵ - بنجارہ خان : مرآة عالم - برٹش میوزیم ADD ۵۷ ۶۷ ص ۳۸۵
- کالمس ص - ۳۹۷ - ۳۹۱ -
- ایلیٹ اینڈ ڈائوسن - III - ص - ۲۴۱
- ۱۶ - رتعات مالگیری و انگریزی ترجمہ - جوزف ارتز (مکتبہ ۷۸۵۷) ص ۱۲
- ۱۷ - بدایونی - II - ص - ۸۴
- ۱۸ - توذک - I - ص - ۱۹
- ۱۹ - Tavernier - ص - ۴۷
- Thevenot - ص - ۲۰۶
- ۲۰ - آئین I - ص - ۱۹۸
- کیرنامہ - III - ص - ۳۹۲ - ۳۹۳
- توذک : I - ص - ۳ - ۳۲۲

۲۱ - ایضاً - ص ۷۸

۲۲ - Thevenot - ص ۴۷

۲۳ - Terry - ص ۳۲۸

۲۴ - تونک - ص ۷۸

خرید تفصیل کے لئے دیکھئے ٹامس روڈ : ص - ۴۱۱ - ۴۱۲
 مدتے جہان گیر کی وژن کی تقریب جو سلاسل میں منعقد ہوئی تھی
 اس کی دلچسپ تفصیل لکھی ہے ،
 دہم امر او حار تھے اور ایک تالین پر بیٹھے ہوئے تھے کہ (انٹفاکریڈر)
 بادشاہ پر آمد ہر اوہ شاہی لباس میں ملبوس تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ وہ
 ہیروں ، سوتیلے ، یا قوتوں اور دوسرے قسمیں تھروں سے لدا ہوا تھا۔ یہ
 نفاذیٹر ا فطیم اند پر چلا تھا ... اپنا ملک وہ قراور میں داخل ہوا
 ... اور اس کے خلاف پلڑے میں روپوں کی تھیلیاں دفن کئے رکھی گئیں
 جو چھ مرتبہ تبدیلی ہوئی لوگ کہتے ہیں کہ وہ چاندی تھی ... اس کے بعد سونا
 میرے اور تھنی تھیر ... اس کے بعد سونے کے تاروں سے بنا ہوا کپڑا ، سکے
 ملے ، معامد ، اور دوسری اشیاء ... ۳ فرس کھانے کی چیزیں جیسے حکمت
 اور اناج ... "

۲۵ - ایضاً - ص ۲۵۷ - ۴۱۳

۲۶ - Marique - ص ۲۰۳ Oglby - ص ۱۹۹

۲۷ - Manrique - ص ۲۰۳

۲۸ - Thevenot - ص ۵۰ - Roe - ص ۴۱۳

۲۹ - Roe - ص ۲۵۲ - ۲۵۳ Thevenot - ص ۴۷

۳۰ - Tavernier - ص ۲۰۷ - ۲۰۸

۳۱ - Manrique - ص ۲۰۱

۳۲ - ایضاً - ص ۲۰۱ - ۲۰۲ - ۲۰۳ Tavernier - ص ۳۲۲ - ۳۲۳

- ۳۱ - آئین - I - ص - ۱۹۷
- ۳۲ - ایضاً - ص - ۲۰۴
- ۳۳ - سمیرج ہسٹری آف اٹریا - III - ص - ۸۸ - ۸۹
- ۳۴ - جنیب اشرف ندوی ، مقدمہ تحفات عالمگیری (قلم غلام (۹) ص - ۳۹۱
- ۳۵ - وہ شخص جو شاہی کبوتروں ، بازوں ، اور عقابوں کا انچارج ہوتا تھا
- ۳۶ - ٹرائی وجیک ٹرنے والے .
- ۳۷ - آئین - I - ص - ۲۰۴
- ۳۸ - اکبر نامہ - III - ص - ۶۰۰ - توذک - I - ۱۹۲ - ۱۳۱
- مقدمہ - ص - ۵۸ - ۵۹ - ۲۹۵ - ۲۷۹
- ۳۹ - Monserrate - ص - ۷۷
- ۴۰ - Tavernier - ص - ۳۱۳
- ۴۱ - Ogilby - ص - ۱۲۸
- ایڈیٹ ایڈ ڈاؤسن - II - ص - ۲۷۲
- ۴۲ - توذک - I - ص - ۸۳ - ۱۰۳ - ۱۲۰ - ۱۲۲ - ۱۲۵ - ۱۲۹
- ۲۰۳ - ۲۰۴
- قواعد سلطنت شاہجہانی - ص - ۷۴
- اکبر نامہ - III - ص - ۲۴۱
- مقدمہ - ص - ۲ - مستعد - ص - ۳۸
- Manucci - I - ص - ۱۹۱ - Ogilby - ص - ۱۲۸
- Bernier - ص - ۴۷۸ - Foster - ص - ۱۵۴
- ۴۳ - پراویلی - II - ص - ۹۲
- اکبر کے پاس مشہور خطکار کی ایک خوبصورت تصویر ہے جس کا
خطکار "مسکین" نے تیار کیا تھا اور رنگ بھرنے والا "مسرون" تھا۔

- ۴۴۔ قواعد سلطنت شاہجہاںی۔ ص - ۷۷
- Roe - ص - ۴۲ Terry - ص - ۴۲ - ۴۰۳
- Tavernier - ص - ۴۱۲ Ogilby - ص - ۱۲۹
- Bernier - ص - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۷۳۱
- I-Manucci - ص - ۱۹۱ - ۱۹۲
- Ogilby - ص - ۱۲۹ Bernier - ص - ۳۷۸ - ۳۷۹
- I-Manucci - ص - ۱۹۱ - ۱۹۲
- Moorserrate - ص - ۹۱ De-laet - ص - ۹۷
- W.Foster - ص - ۳۷۷ Hawkins - ص - ۱۰۹ - ۱۰۸
- Peter Mundy - ص - ۱۲۷
- Bernier - ص - ۳۷۷ - ۳۷۸
- آئین - I - ص - ۱۳۹
- Peter Mundy - ص - ۱۲۷
- Maulwi Nur Bakhs: A Historic Elephant Fight. In: JPHS 2. 1913-14, pp.53-54.
- Peter Mundy - ص - ۱۲۷
- آئین - I - ص - ۱۳۹
- ایضاً - ص - ۱۳۹
- مفتوح - II - ص - ۳۶۳
- اکبر نامہ، III - ص - ۱۷۳ - آئین - I - ص - ۲۱۳
- ایضاً - ص - ۲۱۳ - ۲۱۵ - اکبر نامہ III - ص - ۲۳۹ - ۲۷۲
- آئین - I - ص - ۲۱۵
- بدایہ النبی II - ص - ۸۵
- آئین - I - ص - ۲۱۵

۵۸۔ حوائی کے نئے دیکھنے،

توزک - ۱۰ ص. ۲۶۷ - ۲۶۸

۵۹۔

Bernier, p.371.

۶۰۔ قواعد سلطنت شاہجہانی - ص. ۶۷ - ۶۸

Manucci, li. pp.71-72.

Peter Mundy,

۶۱۔

Tavernier, p.308. Ovington, pp.194-97.

Tavernier, p.311.

۶۲۔

Percy, B.: Indian Painting under the Mughals. Oxford 1924, plate No. xxxi

۶۳۔

۶۴۔ ایضاً - ص. ۱۳۰ م

Peter Mundy, pp.193-94.

۶۵۔

۶۶۔ افسی یا اونٹ کی پشت پر رکھی ہوئی نشست کو بروہ کہتے تھے۔

Monserate: p.79.

۶۷۔

۱۶۲۷ء میں شاہجہاں کے ایک جھوکس کے بارے میں دیکھیے۔

Ogilby, pp.160-61.

۵۔ بادشاہ فرم آگرہ سے لاہور تک سے اپنے پیادے و دربار کے گویا اس کے جھوکس میں قریب کے ساتھ تھا: صب سے پہلے اس کا وزیر آصف خان تھا جو باج جہاز سوانوں کا کمانڈر تھا یہ ایک تہنی پر چاندی کے پتروں سے مزیں بروہ پر بٹھا ہوا تھا اس کے بعد آغا خان خواجہ سرا تھا جو آگرہ کا گد قریب بھی اسی طرح تہنی پر بٹھا ہوا تھا اس کے ساتھ چار ہزار گھڑ سوار اور بہت سے پیدل سپاہی تھے۔ اس کے بعد بادشاہ کے جھوکس میں کثیر تعداد میں گھڑ سوار پیدل سپاہی تھے بادشاہ سونے کے بنے ہوئے بروہ میں تھا جو ایک افسی کی پشت پر رکھا تھا، جس میں اس کے ساتھ اس کا بڑا لڑکا مراد بخش (۶) بٹھا ہوا تھا۔ جو بادشاہ کے

مکس رانی سر رہا تھا۔۔۔ اس کے چاندوں طوفان امراؤ گھوڑوں پر سوار
 تھے۔۔۔ اس کے بعد تیس باقی تھے جو بادشاہ کے تقارے، نغیریاں
 اور موسیقی لکھے ہوئے تھے۔

پانچواں باب

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھیے، راقم الحروف کا مضمون: "مسلمان حکمرانوں کے خطابات"۔

المعارف، فروری سنہ ۱۹۷۷ء میں - ۳۳ - ۴۴

۲۔ خلیفہ رسول اللہ سے ابتدائی اسلامی معاشرے کی سادگی کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کیلئے رسول کی ذات بذات کا سوا چند تھی اور مسلمان حکمران ان کا نائب بن کر ان کی خدمت کرتا تھا خلیفہ سے اس وقت، جانشین رسول اللہ کا مطلب نکلتا تھا۔

۳۔ امیر المومنین، کا خطاب بھی نیا نہیں تھا، سعد بن ابی وقاص کو فوج کے کمانڈر پر نیکی حیثیت سے امیر المومنین کہا جاتا تھا حضرت عمرؓ نے بعد یہ خطاب مسلمان حکمرانوں میں رائج ہوا۔

۴۔ خلیفہ کو "امام" کے خطاب سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اگرچہ بعد میں شیعہ تصور میں امام کا مطلب بالکل بدل گیا، یہ تینوں خطابات امین نصیحتات کی نمائندگی کرتے تھے۔

خلیفہ، جانشین رسول اللہ: امیر المومنین جنگی و انتظامی معاملات کی سربراہی۔ اور امام، قدیمی دینی امور میں راہنمائی کو ظاہر کرتا ہے۔

۵۔ ابتدائی خود مختار مسلمان مملکت طابری، صدیقی ساسانی اور ابتدائی قزلباشی حکمرانوں نے اس خطاب کو اختیار کیا،

۶۔ مسلمان حکمرانوں کے خطابات میں - ۳۸ - ۳۹

۷۔ "دولہ" کے معنی ریاست اور سلطنت کے ہیں اس خطاب سے سیاسی طاقت کا اظہار ہوتا تھا، عباسی خلافت کی کمزوری کے دنوں میں

یہ سیاسی طاقت اس کے وزیر یا خود مختار صوبائی عاملوں و حکمرانوں کے ہاتھ آگئی اس لئے انہوں نے "دولہ" والے خطابات اختیار کئے۔

۸۔ سون حکمرانوں کے خطابات اس ۳۹

۹۔ ایضاً - ص ۳۰

۱۰۔ ایضاً - ص ۳۰

Vambery, A.:

A History of Bokhara. London 1873. Repr. New York 1973, p.167.

۱۱۔ خان کا لفظ "خان" (عربی خاتمان) سے لکھا ہوا ہے، یہ ترک غزنا اور توغز اوغز حکمرانوں کا خطاب تھا حوالے کیئے دیجئے:

Al-Biruni: The Chronology of Ancient Nations, tr. by Sachau, C.E. Frankfurt 1967, p.109.

ہندوستان میں سلطان مرثی اور غزنوی بادشاہ "خان" کا خطاب اپنے نام کو دیا کرتے تھے۔

۱۲۔ عرض آشتیان اکبر کے زمانے تک خان سے خطاب دیا اصل نام میں لفظ خان "کے اضافہ کی شائیں کم ہی ملتی ہیں اس وقت تک شاہی خاندان سے تعلق رکھنے والے سرزادہ کا لفظ نام سے پہلے یا نام کے بعد لگاتے تھے۔ اور کافذات میں اسی طرح لکھا جاتا تھا دوسرے افراد کے مقابلہ میں یہ ایک امتیاز سمجھا جاتا تھا ہندوستان میں پٹھانوں کے اقتدار کے خاتمہ کے بعد بھی بعض لوگ بعد تغافر اپنے نام کیساتھ "خان" کا لفظ استعمال کرتے رہے، جس کے ساتھ بادشاہی منصب بھی منسلک رہتا تھا، اکبر نے اپنے بیشتر مقرب آدمیوں کو "خان" کا خطاب عجز ان کو دوسروں پر امتیاز بخشا اور حکم دے دیا کہ چنان بجز اس کے کہ بادشاہ کی طرف سے ان کو "خان" کا خطاب دیا جائے اپنے نام کیساتھ لفظ استعمال نہ کریں۔ مدباہر اکبری میں شیخ فیضی ابو الفاضل اور امیر نادہ وغیرہ صاحبان فضل و کمال موجود تھے مگر ان کو بھی بادشاہ

ہیں اعتماد اور قرب کے "خان" کا خطاب نہیں بدلتا۔۔۔ بعد میں خاص طور سے صاحبقران ثانی شاہجہاں پورشاہ کے عہد میں خان کے خطاب کا بہت رواج ہو گیا تھا۔

خان خان ' I - ص - ۲۵۴ - ۲۵۵

۱۲ - میرزا، ایرانی خطاب، "میرزا" (پیدائشی مشترکہ) سے نکلا ہے۔

۱۳ - پیر نامہ ص - ۳۳۳

Ghani,

A.M.: A History of Persian Language and Literature at the Mughal Court. Allahabad 1929, i, pp.4, 146-48.

دین پر ختم ہونے والے خطاب پر مزید تفصیل کیجئے،

Ibn Khaldun: Mugaddimah (tr. by F. Rosenthal), New York 1958, i, p.469. Kramera, J.H.: Le noms musulmans composés avec Din. In: Acta Orientalia. 5. 1926-27, pp.53-67. Dietrich, A.: Zu den mit ad-din zusammenge-setzen islamischen personen-namen. In: ZDMG 110. 1960, pp.43-54.

۱۶ - توذک ۱۶ ص - ۳

۱۷ - صاحب قرآن امیر تیمور کا خطاب تھا۔ شاہجہاں نے اپنی منوعات کی خوشی میں امیر تیمور کی مدایات کی پابندی کرتے ہوئے یہ خطاب اختیار کیا۔

۱۸ - صلیح I ص ۲۵۹

۱۹ - کاظم، ص - ۳۶۷

۲۰ - نجیب اشرف لدھی، مقدمہ منوعات مانگیری، اعظم گڑھ ۱۹۰۹

ص - ۱۹

۲۱ - "سلطان" کا لفظ قرآن شریف میں دلیل یا طاقت کے معنی میں آیا ہے حدیث میں بھی انہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لئے یہ خطاب ابتدا میں حکمرانوں اور وزیروں نے اختیار کیا، جعفر برہکی، عبدعاسید کے مشہور

وزیر کو، سلطان کہا جاتا تھا۔ محمد غزنوی اگرچہ خود کو سلطان کہتا تھا مگر یہ خطاب اسے خلیفہ کی جانب سے نہیں ملتا تھا۔ خلیفہ نے صیب سے پہلے خطاب سلجوقی حکمران کو دیا، و تفصیل کے لئے دیکھیے۔ یہ سلطان حکمرانوں کے خطابات میں - (۲۱) مغل بادشاہوں نے یہ خطاب، شہنشاہوں کو دینا شروع کیا جو آخری عہد میں سلاطین ہو گیا۔

۲۲۔ مستعد خاں - ص ۲۱۳

۲۳۔ حضرت مریم کی طرح پاکیزہ اور پرہیزگار دیکھیوں والی۔

۲۴۔ اپنے وقت مریم - حضرت مریم کی طرح پاکیزہ

۲۵۔ بلکہ صبا کی طرح پُر وقار۔

۲۶۔ اس پر راقم الحروف کا مضمون دیکھیے۔

The titles

of the Mughal Nobility. In: JPHS. July, 1980.

۲۷۔ تورنگ I ، ص - ۱۸۷ - ۱۸۸

۲۸۔ ایضاً - I ، ص - ۱۳۴

۲۹۔ آخر الامداد ، I ، ص ۲۳۳

۳۰۔ ایضاً III ، ص - ۱۷

۳۱۔ ایضاً I ، ص ، ۳۰۶

۳۲۔ ایضاً - II - ص - ۷۶ - ۷۷

۳۳۔ تورنگ I ، ص - ۱۱۱

۳۴۔ پابرنامہ ، ص - ۵۳۷

۳۵۔ تودہ چنگیزی یا قانون چنگیزی، مغل بادشاہ ہمیشہ اس پر فخر کرتے تھے

کہ وہ تودہ چنگیزی پر عمل کرتے ہیں اور حقیقت دربار اور مغل میں نشست

ویر خاست اور آداب کے سلسلہ میں تودہ چنگیزی پر عمل ہوتا رہا یا شاہی

خاندان میں شاہی بیاہ کی رسموں میں یا سماجی و معاشرتی معاملات میں۔

- ۳۶ - مآثر الأمراء I، ص ۱۷۶
 ۳۷ - آئین - I - ص ۲۳۲
 بدایونی، II - ص ۱۷۰
 توزک I، ص ۲۹۰ - ۲۷۸
 ۳۸ - تفصیل سیدھے رکھیے، مآثر الأمراء III - ص ۳۰۲ - ۳۰۳
 اکبر نامہ، III - ص ۳۸۲
 ۳۹ - مآثر الأمراء I - ص ۳۸۰
 اکبر نامہ، III - ص ۳۸۲
 ۴۰ - مآثر الأمراء، III - ص ۳۳۱

۴۱ - ایضاً - II - ص ۲۱۰

P. Saran: The Provincial Government of the Mughals (1526-1558). Allahabad 1941, pp.144, 146.

- ۴۲ - اکبر نامہ - III - ص ۲۱۷
 بدایونی - II - ص ۲۱۰
 مآثر الأمراء II - ص ۲۲۵
 توزک I - ص ۱۵
 ۴۳ - آئین - I - ص ۱۱۳ - ۱۱۵
 ۴۴ - ایضاً - I - ص ۲۶۳ - ۲۶۴
 معقد، ص ۳۰۸ - ۳۱۱
 لاہوری، II - ص ۲۵۱
 ۴۵ - توزک II - ص ۹۸ - ۹۹
 ۴۶ - آئین I - ص ۲۳۵

مطبوعات

۱۔ اپرنامہ - ص - ۵۲۲

۲۔ توڑک I - ص - ۷۳

Irvine, W.: The Army of the Indian Mughals. London 1903, p.34.

۳۔ توڑک II - ص - ۲۲۸

خفیہ خاں I - ص - ۲۲۰

Irvine, p.30. Sharma, S.R.: Mughal Government and Administration. Bombay 1951, pp.115-16.

۴۔ قدیم ایران میں بھلی شاہی حکومت ہو آگئی تھی کہا جاتا ہے کہ اسے خسرو پرویز

(۵۹۱ - ۶۲۸) نے شروع کیا تھا۔

یہ ایک جھٹسے کی شکل میں ہوا کرتی تھا یعنی ایک لمبی ٹکڑے ڈنڈے پر

تقریباً چار فٹ لمبی پھلی ہوتی تھی۔

Letters of the Emperor Aurangzeb. tr. by Joseph Earles. Calcutta 1788, p.15.

۶۔ اپرنامہ - ص - ۳۷۲ Elliot & Dowson, v, p.364.

۷۔ Sharma, S.R., pp.115-16. Irvine, W., p.33.

انعام کے طور پر خلعت بخشا ایک قدیم ایرانی روایت تھی۔

حوالے کیلئے دیکھئے؛

Huart,

C.: Ancient Persia and Iranian Civilization. tr. by R. Dobie. London 1927, p.148.

مزید تفصیلات کیلئے دیکھئے (۱۲) El میں مقالہ خلعت

۸۔ سرحد سبزی پڑے کی پٹی ہوتی تھی جو دو سے تین فٹ لمبی سیوٹ

نٹ لمبی ہوتی تھی یہ پچڑی سائے کے جھریں مٹانے کے کاموں سے

سلی ہوتی تھی اور اس پر قیمتی موتی و جواہرات جڑے ہوتے تھے

Tavernier, p.14 Irvine, p.29

.4

۱۰- توزک . II - ص - ۱۹۱ -

۱۱- ایضاً - ص - ۹۷ -

بشرما - ایس - آر - ص - ۹۹ -

۱۲- ملیکس خاص کے انعام کیلئے دیکھئے ،

منوچی ، II ، ص - ۴۶۹ -

”ذیر اس کی علامت تھی کہ وہ اس سے اسی قدر محبت کرتا ہے جیسے
کہ خود سے“

ہامس رو ، ص - ۳۲۳ -

۱۳- ایکزامر III - ص - ۱۷۴ - ۱۷۵ -

۱۴- سکر ، ص - ۸۵ -

۱۵- ”مرحوم (شاہجہاں) بادشاہ نے ایک صادق خاں کے لڑکے کو دیا
تھا لیکن جب وہ جوان ہوا اور بوقت کو بہو پکا تو اسے اس کے پٹننے
کے منع کر دیا“ ”مولے کے نئے دیکھئے“

Letters of the Emperor Aurangzeb, p.22.

۱۶- ایضاً - ص - ۴۸ -

۱۷- توزک II - ص - ۳۷۸ -

۱۸- ایضاً - ص - ۱۶ - ۲۵ -

۱۹- قواعد سلطنت شاہجہانی - ص - ۴۸ -

ہامس رو - ص - ۳۴۳ - ۳۴۵ -

Athar Ali: The Mughal Nobility under
Aurangzeb. London 1966, p.142.

۲۰- توزک II - ص - ۱۷۴ -

Letters of the Emperor Aurangzeb, p.19.

”اگلی رات کو جو زمرہ کی انگوٹھی خان بہادر چین کو دی گئی تھی وہ سادہ تھی، اب میں نے ایک ایسی انگوٹھی کا نمونہ اس کو دینے کے لئے تیار کیا ہے، جس پر اس کا خطاب، زمین تیلچ خان بہادر لکھا ہے۔“

۲۲۔ توزک - I - ص - ۱۰۳۔

صاح - I - ص - ۳۱۰۔

۲۳۔ ایضاً - II - ص - ۳۱۱۔

۲۴۔ توزک - I - ص - ۳۲۹ - ۳۳۰۔

II - ص - ۲۷ - ۳۷ - ۷۰۔

۲۵۔ قواعد سلطنت شاہجہانی - ص - ۳۵۔

Bayazid Bayat: Memoirs of Raizid (Bayazid). In: Allahabad University Studies, vi, part i, 1930, p.146. Monserrate, p.64. Cf. Tod, J., i, p.254.

راجپوت حکمرانوں میں یہ دستور تھا کہ وہ اپنے باورچی خانہ سے پسندیدہ امر، کو کھانا بھیجا کرتے تھے، یہ کھانا ”دوڑ“ کہلاتا تھا۔

۲۶۔ توزک - I - ص - ۳۱۷ - II - ص - ۴۱۔

۲۷۔ ایضاً - I - ص - ۳۷۷ - II - ص - ۳۰۔

لاہوری - I - ص - ۱۳۲ - ۳۴۱۔

صاح - II - ص - ۸۸ - ۸۹۔

جب انگریزوں نے توزک، I - ص - ۳۷۶ میں مہنائی کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ہانسری پر ایک دھن، اس کے نام پر سنائی اس پر اس نے ہنر دیا کہ: ”مہنائی کو مردہوں سے تولا جائے“ قول میں چھ ہزار تین سو روپے اس کے ہم وزن ہوئے، میں نے یہ روپیہ اور ایک ہاتھی ہودے سمیت حمایت کو کے حکمران حکم دیا کہ وہ اس ہاتھی پر سوار ہو کر اور مردہوں کو اپنے

اطراف و جہان میں رکھ کر بچھا دیتا ہوا اپنے گھر جائے ۛ
 یہ ایک قدیم ایرانی رسم تھی کہ بادشاہ خوش میں، کسی کا منہ موتیوں، یا قوتوں
 یا صونے کے ٹکڑوں سے بھر دیتے تھے،

Huart, C., p.148.

حوالے کیلئے دیکھئے:

۲۸ - اکبر نامہ، III - ص - ۸۴۱

صالح، II - ص - ۴۱۱

۲۹ - خانی خاں، II - ص - ۱۰۷ - راجپوتوں میں اسی قسم کی رسم ”نچا ورتی“
 کہلاتی تھی حوالے کیلئے دیکھئے:

Tod, J., i, p.491.

۳۰ - تودک، I - ص - ۱۰۵ - ۱۲۱ - ۱۲۹ - ۱۹۱ - ۳۶۲ - ۴۲۵

۴۲۵

۳۱ - ایضاً، ص - ۸۱

۳۲ - صالح، II - ص - ۴۱

۳۳ - لاہوری، II - ص - ۳۵۴ - ۳۹۴ - ۴۹۵

۳۴ - آئین، I - ص - ۱۹۷

Monseratte, p. 155.

۳۵

۳۵ - اکبر نامہ، III - ص - ۲۵۷ - ۲۵۸

۳۶ - ایضاً، III - ص - ۱۹۲

۳۷ - تودک، I - ص - ۱۶۰ - ۱۷۲ - ۱۸۳

۳۸ - ایضاً، ص - ۳۲۹ - ۴۲۰ - II - ص - ۸

۳۹ - صالح، II - ص - ۲۸۹

۴۰ - لاہوری، II - ص - ۳۵۴ - ۳۹۴ - ۴۰۰

۴۱ - اکبر نامہ، III - ص - ۲۴۲

۴۱ - برایونی، II - ص - ۳۲۳

۴۲ - توژک، I - ص - ۴۵ + ۴۶ + ۴۷

۴۳ - صالح، I - ص - ۴۲۱

لاهوری، II - ص - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶

Elliot & Dowson, vii, p.264.

ساتواں باب

۱۔ آئین - I - ۲۵۲ -

۲۔ سما چند : Society and State in the Mughal Period, Lahore 1978.

۳۔ Ogilby : ص - ۱۵۰ -

۴۔ تونک : I (انگریزی) II - ص - ۳۰ -

۵۔ ماکس امراو : I (اردو ترجمہ) ایوب آبادی - لاہور ۱۹۷۵ء ص - ۱۱۰ -

۶۔ ایضاً : ۲۹ - ۳۱ -

۷۔ ایضاً : II - ص - ۲۲۲ - ۲۲۵ -

۸۔ ایضاً : I - ص - ۱۳۶ -

۹۔ محمد خاں : انتہا تا مہجرت (اردو ترجمہ) کراچی (۹) - ص - ۴۲ -

۱۰۔ ماکس : I - ۲۵۱ -

۱۱۔ ایضاً : II - ۵۳۱ -

۱۲۔ ایضاً : ص - ۶۰۸ -

۱۳۔ ایضاً : I - ص - ۲۹۷ -

۱۴۔ F. Pelsaert: Jahangir's India, Cambridge 1925.
ص - ۶ -

۱۵۔ محمد خاں : ص - ۴۶ -

۱۶۔ ماکس : III - ۲۹۹ - ۳۰۰ -

۱۷۔ تونک : I - ص - ۸۳ -

۱۸۔ ماکس : II - ص - ۲۰۷ - ۲۰۸ -

۱۹ Mandelslo - ص - ۳۸ - ۳۹

William Foster: English Factories in India. Oxford. p.

ص - ۲۵۹

۲۱ - ماثِر: II - ۶۷۹

۲۲ - ماثِر: I - ۵۵۱

۲۳ - ایضاً - ۷۱

۲۴ - ایضاً: ۷۵۸ - ۷۵۰

۲۵ - توژک - I - ۲۰۸

۲۶ - یوسف میرک: تاریخ مظہر شاہجہانی، حیدرآباد سندھ ۱۹۶۲ء

ص ۱۵۴ - ۱۶۱

۲۷ - توژک - II - ص - ۱۰

۲۸ - رتبعہ عالمگیری: (درد و ترجمہ) نفیس اکٹوبری کراچی ۱۹۷۱ء ص ۲۳۳

۲۹ - برصیر: ص - ۲۷۰ - ۲۷۱

۳۰ - ماثِر: I ص ۱۸۴

۳۱ - ایضاً - ۱۷۴

۳۲ - ٹامس رو: ص - ۸۱

۳۳ - ماثِر: II - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶

۳۴ - ایضاً: ۳۷۳

۳۵ - ایضاً: I - ۶۷۲

۳۶ - توژک - I - ص - ۲۶۶

۳۷ - ایضاً: ۵۱۴

۳۸ - کیرن ہسٹری آف انڈیا - IV - ص - ۱۷۴

۳۹ - عبد الباقی ہونوئی: I - ص - ۶۷۱

- ۳۰ - بدالونی : I (انگریزی) ص - ۳۶۳
- ۳۱ - یرشید : ۲۱۴
- ۳۲ - مائر : I - ص - ۴۰۵ - ۴۰۶
- ۳۳ - ایضاً : ۱۳۷
- ۳۴ - یرشید : ۲۱۴ - ۲۱۵ - ۲۱۶
- ۳۵ - اعظمی : ص - ۱۳۶
- ۳۶ - توڑک : I - ۲۷۵
- ۳۷ - ایضاً : ۲۸۲
- ۳۸ - یرشید : ۲۱۱ - ۲۱۲
- ۳۹ - ہکنس : ص - ۱۰۴
- ۴۰ - اثر : I - ص ۲۱۹
- ۴۱ - توڑک : II - ص - ۱۷۱
- ۴۲ - مائر : I - ۱۷۵
- ۴۳ - ایضاً : ۱۶۴
- ۴۴ - ایضاً : III - ص - ۳۷۰
- ۴۵ - ایضاً : II - ص - ۱۶۸
- ۴۶ - ہکنس : ص - ۱۰۵
- ۴۷ - Prince - ص - ۴۱
- ۴۸ - مائر : II - ص - ۹۰۷ - ۹۰۸
- ۴۹ - ایضاً : I - ۱۶۳
- ۵۰ - Mandelslo - ص - ۳۵ - ۳۶
- ۵۱ - ایضاً : ص - ۳۵
- ۵۲ - یرشید : ص - ۴

۶۳. ایضاً : ۲۵۲
۶۴. Pelsaert - ص - ۳۷
۶۵. Manrique - ص - ۲۰۵
۶۶. ایضاً : ص - ۲۰۹
۶۷. ٹامس رو : ص - ۱۶۹ - ۱۷۰
۶۸. ماسٹر : I - ۲۳۲
۶۹. رو : ص - ۹۱
۷۰. Pelsaert - ص - ۵۴
۷۱. برٹنیر - ۲۱۳ - ۲۱۴
۷۲. ایضاً : ص - ۳۷۰ - ۳۷۱
۷۳. ایضاً : ۲۴۶ - ۲۴۷
۷۴. ص - ۶۶ - ۶۷
۷۵. ایضاً : ۵۶
۷۶. ایضاً : ۶۷
۷۷. برٹنیر : ۲۴۷ - ۲۴۸
۷۸. Pelsaert - ص - ۶۳
۷۹. ایضاً : ص - ۶۵
۸۰. ایضاً : ۶۶
۸۱. جہنگی پرش و History of Jahangir, Madras 1922, ص - ۲۲ - (نوٹ)
۸۲. ماسٹر - I - ص - ۱۱۶
۸۳. ایضاً - II - ۱۷۲
۸۴. Pelsaert - ص - ۶۸
۸۵. ماسٹر : II - ص - ۳۴۳

- ۸۶ - ایضاً : I - ۷۱
- ۸۷ - ایضاً : II - ۷۵
- ۸۸ - ایضاً : I - ۶۲۳
- ۸۹ - ایضاً : ۱۸۳
- ۹۰ - پرشیرد ص - ۳۵۶
- ۹۱ - ماثّر : II - ص ۶۳۹ - ۶۴۰
- ۹۲ - ماثّر : I - ص - ۱۲۷ - ۱۲۸
- ۹۳ - ایضاً ، ص - ۵۱۱ - ۵۱۲
- ۹۴ - ایضاً : II - ص - ۴۱۱
- ۹۵ - ایضاً : I - ص - ۷۹۸
- ۹۶ - ایضاً ، ص - ۵۷۶
- ۹۷ - ایضاً : ص - ۳۵۷

آٹھواں باب

- De Laet, p.90. - ۱
- Pelsaert, 62, 63. - ۲
- ایضاً: ۶۲ - ۳
- ایضاً: ۶۰ - ۶۱ - ۴
- The Cambridge Economic History of India. - ۵
Cambridge 1982. p.461.
- ایضاً: ۴۶۲ - ۶
- ایضاً: ۴۶۲ - ۷
- ایضاً: ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۸
- ایضاً: ۴۶۱ - ۹
- ایضاً: ۴۶۰ - ۱۰
- Pelsaert ۴۵ - ۱۱
- کیرج انکھس ہسٹری: ۴۶۰ - ۱۲
- De Laet ۴۱ - ۱۳
- Pelsaert ۴۷ - ۱۴
- کیرج انکھس ہسٹری: ۴۶۲ - ۱۵

کتابیات

ابتدائی ماخذ

ابوالفضل مدنی : آئینِ اکبری مرتب : ایچ۔ بلاخ منن

کلکتہ . ۱۸۹۷ء ۱۸۷۷ء

اردو ترجمہ مولوی محمد قاضی طائب ، حیدر آباد دکن

۱۹۳۷ء : اشاعت دوم . لاہور (۹)

انگریزی ترجمہ :

H. Blochmann and H. S. Jarret. Calcutta
1868-1894. (Bibl. Ind.)

— اکبر نامہ . مرتب : آغا احمد علی وحید الرحیم

کلکتہ ۱۸۷۳ء ۱۸۸۷ء

انگریزی ترجمہ :

H. Baveridge.

Vol. 1-3. Calcutta 1910. (Bibl. Ind.)

اسدیجیگ : حالات اسدیجیگ

MS. B.M. OR. 1891.

— ہدنگ زیب عالمگیر . رنجات عالمگیری . ۱۸۸۷ء

— رنجات عالمگیری . مرتب : سید نجیب شریف ندوی

اعظم گڑھ ، ۱۹۳۷ء اردو ترجمہ شمس بریلوی

کراچی ۱۹۷۷ء

انگریزی ترجمہ :

Letters of the Emperor Aurangzeb. Joseph
Earles. Calcutta 1788.

بابر . ظہیر الدین بابر نامہ (ترکی متن) مرتب : اے. ایس. بیلیجک .

نندن - لائینڈن ۱۹۹۰ء

نارسی قرچہ، عید المرحوم خان خانان - بیہی ۱۸۹۰ء

انگریزی ترجمہ۔

A.N. Beveridge. London

1922-Repr. London 1969.

پدیالونی، عبد القادر: منتخب القوارخ، مرتب احمد علی

(Bibl. Ind.) (۳ جلدیں) کلکتہ، ۱۸۹۹ء

اسدو ترجمہ، احشام الدین ملو آبادی لکھنؤ، ۱۸۹۵ء

اثبات دم، مترجم، احمد اسد فاروقی، کراچی ۱۹۶۶ء

MS.B.M. Add. 6757.

بمقام و خلی - مرآة عالم -

MS.B.M. Add. 116, 863 برہمن راستے چندرا، چارمن برہمن

قراہ سندھتہ شاہجہانی کلکتہ ۱۸۹۵ء

یازید، بیات تذکرہ جمالیوں و اکبر مرتب: ہدایت حسین کلکتہ ۱۸۹۵ء
انگریزی ترجمہ۔

Engl. tr. of chapters i-iii

by B.P. Sakaena as: Memoirs of Baizid. In: Allahabad University Studies. Vol. vi, part, i. 1930 pp.71-148.

جہانگیر فور الدین: توذک جہانگیری رتب نسید احمد علی

علی گڑھ ۱۸۶۵ء

اسدو ترجمہ المہاراجن قدوسی لاہور ۱۹۶۵ء

انگریزی ترجمہ۔

A. Rogers and H. Beveridge. Vol. 1-2. London 1909-1914.

جوہر نقاشی تذکرہ اوقات

اردو ترجمہ، احمد الدین احمد کراچی ۱۹۵۵ء

MS.B.M. Add. 16, 711. Eng. translation: Charles

Stewart: Privat Memoirs of the Moghul Emperor
Humayun. London 1832.

خانی خان . منتخب الباب ۳۱ جلدی : مرتب کبیر الدین احمد اکلت ۱۸۶۵ء

اردو ترجمہ : محمد احمد خاندانی . کراچی ۱۹۶۵ء

خوندمیر . قانونی چاروں . مرتب . ہدایت حسین اکلت ۱۹۵۵ء

شہنواز خان مصفا الدلہ : آثار الامراء (۳ جلدی) : اکلت ۱۸۶۵ء ۱۸۶۶ء

اردو ترجمہ : ایوب قادری . لاہور ۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء

Eng. translation: H. Beveridge. Calcutta 1911.

صالح کتبہ . علی صالح . (۲ جلدی) : مرتب محمد خروانی اکلت ۱۸۶۵ء

اردو ترجمہ : انیسر حسین زیدی . لاہور ۱۹۶۵ء

عاقبتان دازی : واقعات عالمگیری مرتب عبد القد چغتائی . لاہور ۱۹۶۵ء

عبد الصمد : انشاء ابو الفضل . کراچی ۱۸۶۵ء

علی محمد خان . مرقاة الممدی مرتب . نواب علی

بر ۵۵ ۱۸۶۵ء ۱۸۶۶ء

MS. B. M. Add. 26238. عنایت اللہ خان . احکام عالمگیری

انگریزی ترجمہ .

J. Sarker as: Anecdotes of Aurangzib. Calcutta 1912.

MS. Ethe' 373. B. M.

کلمات عیبات

(Bibl. Ind.) خدام حسین سیم زید پوری . ریاض السلاطین اکلت ۱۸۶۵ء

MS. B. M. Or. مہنگر عینی . آثار جہانگیری

انقسم محمد . عالمگیر نامہ . مرتب خدام حسین عبد کئی

(Bibl. Ind.) اکلت ۱۸۶۵ء

گھیدن بیگم . چاروں نامہ . مرتب اے . ایس . بیوڈنگ لندن ۱۸۶۵ء

لاہوری . عید گھید . بادشاہ نامہ . مرتب کبیر الدین (۲ جلدی)

(Bibl. Ind.) کلکتہ ۱۷۹۶ء ، ۱۸۷۲ء

MS. B. M. Or. 173

مرزا امین قزوینی : باو شاء نامہ

حسن خانی . دبستان مذاہب . ۲ نمبر . ۱۸۷۲ء

انگریزی ترجمہ

David Shea and Anthony Troyer as: The Dabistan or School of Manners. Vol. 1-2. Paris 1843.

محمود ناسم زشتہ : بخش ابراہیمی مکھنور ۱۸۶۵ء

اردو ترجمہ : خواجہ عبدالکئی لاہور ۱۹۶۲ء

مستند خاں : آثار عالمگیری . کلکتہ ، ۱۸۶۵ء و ۱۸۷۲ء

اردو ترجمہ : خدا علی طائب حیدر آباد دکن ۱۹۳۴ء

مستند خاں ، اقبال نامہ جہانگیری

(Bibl. Ind.) مرتب ، عبدالکئی دامتہ علی کلکتہ ۱۸۶۵ء

MS. B. M. Or 1667

نصف علی خاں : شرح آئین اکبری

نہوندی . طالعہ ابقاقی بکٹر جمعی مرتب . ہدایت حسین ،

(Bibl. Ind.) کلکتہ ۱۹۱۰ء

نظام مدین احمد ، طبقات اکبری مرتب . بی . ڈی

(۳ جلدیں) کلکتہ ، ۱۹۱۲ء

B B. De. Calcutta 1936. (Bibl. Ind.) انگریزی ترجمہ

نظام الملک سیاست نامہ مہران (۱)

نصرت اللہ خواجہ : تاریخ خد جہانی ڈھاکہ ۱۹۶۷ء

اردو ترجمہ : محمد بشیر حسین لاہور ۱۹۷۱ء

یوسف دیرک : تاریخ مظہر شاہجہانی : حیدر آباد سندھ ۱۹۶۴ء

Payne, C.H.: Jahangir and the Jesuits. London 1930.

Peter Mundy: The travels of Peter Mundy in Europe and Asia (1608-1677). Ed. by Richard C. Temple. London 1914. (Vol.ii Travels in Asia 1628-1634; H.Soc.).

Pietro della Valle: Viaggi de P. della Valle divisi in tre parti, cioe la Turchia, la Persia, e l' India. Roma 1650. Engl. tr. by G.Harves. Ed. by Edward Grey. London 1892. (H.Soc.) Repr. New York 1964.

Ralph Fitch: Narrative. Ed. by J.H. Ryley as: Ralph Fitch, England's Pioneer in India and Burma. London 1899.

Roe, Thomas: The Embassy of Sir Thomas Roe to the court of the Great Moghul (1615-1619). Ed. by William Foster.

London 1899. Repr. Nendeln 1967.

Sen, S.: Indian Travels of Thevenot and Carreri. Delhi 1949. (Indian Records Series).

Sidi Ali Rs'is: Mir'at al-Mamalik. Translated from Turkish by Vambery, A. as: The Travels and Adventures of the Turkish Admiral Sidi Ali Reis in India, Afghanistan, Central Asia, and persia, during the years 1553-1556. London 1899. Tavernier, J.B.: Travels in India by Jean Baptist Tavernier, Baron of Aubonne. Vol.1-2. London 1889. Repr. London 1925. Terry E.: A Voyage to East India. London 1655.

Thevenot, J.de: The travels of Monsieur de Thevenot into the Levant. The third containing the Relation of Indostan, the New Moghul, and other people and Countries of the Indies. London 1687.

سفرنامے

Harnier, F.: Travels in the Moghul Empire A.D. 1636-1668. London 1914.

Brockman, H.D.: Voyages to Disaster, The Life of Francisco Pelsaert, Sydney 1963.

Du Jarric, P.: Akbar and the Jesuits. London 1928. (Broadway travellers).

Foster William: The Journal of John Jourdain (1608-1617).

Cambridge 1905. (H.Soc.)

Early Travels in India (1583-1619). Oxford 1921. Repr. Delhi n.d. Fryer, J.: John Fryer's East India and Persia: being nine years' travels (1672-1681). With notes and introduction by William Crooke. Vol.1-3. London 1909. Repr.London 1912.

Hawkins, W. Captain: Hawkins Voyages during the reigns of Henry VIII, Queen Elizabeth, and James I. London 1878. (H.Soc.) Repr. New York 1970.

Laet, J.De.: The Empire of the Great Moghul. Bombay 1928.

Mandelslo, J.A.: The Voyages and travels of J. Albert de Mandelslo. London 1669.

Manrique, F.S.: Travels of F.S. Manrique (1629-1643). Oxford 1927. (Vol. II is about India).

Manucci, N.: Storia do Mogor or Moghal India (1653-1703) Vol.1-4. London 1907-8. (The Indian Text Series).

Monserrate, A.S.J.: The Commentary of Father Monserrate S.J. on his Journey to the Court of Akbar. London 1922.

Narain, B.: A Contemporary Dutch Chronicle of Mughal India. Calcutta. 1957.

Ogilby, J.: Asia, the first part, an accurate description of Persia ... the vast Empire of the Mogols. London 1672-3. Ovington, J.: A Voyage to Suratt in the year 1689. London 1696.

- Hughes, T.P.: A Dictionary of Islam. London 1885.
Repr.
London 1927.
- Ibn Khaldun.: Muqaddima. Engl. tr. by F.
Rosenthal. New York 1968.
- Jaraizbhoy, R.H.: Oriental influence in Western Art.
Bombay 1965.
- Al-Juwaini,
Ata Malik.: Jahan Gusha. Engl. tr. by J.A.
Boyle as: The History of the World
Conquerer. Vol.1-2 Manchester
1968.
- Mawardi, Abu'l-
Hasan 'Ali.: Ahkam al-Sultaniyya. Urdu tr. by
S.M. Ibrahim. Karachi 1965.
- Olmstead, A.T.: History of the Persian Empire.
Chicago 1966.
- Al-Sabi, Hilal.: Rusum dar al-Khilafa. Baghdad
1964.
- Spuler, B.: Iran in fruh-islamischer Zeit.
Wiesbaden 1952.
- Storey, C.A.: Persian Literature. London 1927-
39. Repr.
London 1970. (Vol. i. pp.433-650).
- Sykes, P.: A History of Persia. Vol.1-2.
London 1930.
- Walser, G.: Audienz beim Persischen
Grosskonig. Zurich 1965.
Die Volkerschaften auf dem Relief
von Persepolis. Berlin 1966.
- Watt, W.M.: The Majesty that was Islam. London
1974.

- Clavijo, R.: The Embassy of Ruy Conzaez de Clavijo to the Court of Timour. Engl. tr. by C.R.M. Markham. London 1859. Repr. New York 1970.
- Doerfer, G.: Turkische und mongolische Elemente in Neupersischen. Bd. 1-4. Wiesbaden 1963-75.
- Dilger K.: Untersuchungen zur Geschichte des Osmanischen Hofzeremoniells im 15. und 16. Jahrhundert. Munchen 1967.
The Encyclopaedia of Islam, 1st edition Leiden & London 1913-34. 2nd edition Leiden & London 1960 seq.
- Frye, R.N.: Bukhara. The Medieval Achievement. Norman 1965.
The Charisma of Kingship in Ancient Iran. In: Iranica Antiqua. Vol. iv. 1964, pp. 36-54.
Gestures of Deference to Royalty in Ancient Iran.
Ibid. Vol. ix. 1972, pp. 102-7.
- Gibb, H.A.R.: Studies in the civilization of Islam, Ed. by Stanford J. Shaw and William R. Polk. London 1962. Repr. London 1969.
- Ghirshman, R.: Iran. Harmondsworth 1954.
- Goitein, S.D.: Studies in Islamic History and Institutions. Leiden 1963.
- Howorth, H.H.: History of the Mongols. Vol. 1-4. London 1888. Repr. New York 1966.
- Huart, C.: Ancient Persia and Iranian Civilization. Engl. tr. by R. Dobie. London 1927.

- Suleiman, H.: Miniatures of Babur Nama. Tashkent 1970.
- Tripathi, R.P.: Rise and Fall of the Mughal Empire. Allahabad 1959.
Some Aspects of Muslim Administration. Allahabad 1936.
Repr. Allahabad 1956.
- Yasin, M.: A Social History of Islamic India (1605-1748). Lakhnow 1958.
- Yazdani, G.: Jahanara. In: JPMS. 2. 1912, pp.152-69.

عمومی کتابیات

- Althelm, F.: Geschichte der Hunnen. Berlin 1959.
- Arnat, P.: The Byzantine and their world. London 1973.
- Arnold, T.W.: The Caliphate. Oxford 1924.
- Balfour, E.: The Cyclopaedia of Indian and of Eastern and Southern Asia. London 1885. Repr. Graz 1967.
- Barthold W.: Turkestan down to the Mongol Invasion. 3rd edition. London 1968.
- Becker, C.H.: Islamstudien. Leipzig 1924. Nachdruck. Hildesheim 1967. (Bd.1).
- Bosworth, C.E.: The Ghaznavids, their empire in Afghanistan and Eastern Iran (994-1040). Edinburgh 1963.
- Browne, E.G.: A literary History of Persia. Vol. 1-4. (1.2:) London 1902-6, (3.4:) Cambridge 1920-4. Re-issued Cambridge 1928.
- Busse, H.: Chalif und Grosskonig. Die Buyiden im Iraq (945-1055). Wiesbaden 1969.

- Qureshi, I.H.: Administration of the Mughul Empire. Karachi 1966.
The Muslim Community of the Indo-Pakistan sub-continent.
The Hague 1962.
- Reddi, D.V.S.: Medicine at the Moghul court. In: JIH 17. 1938, pp.165-74; 19. 1940, pp.56-63.
- Saksena, B.P.: History of Shah Jahan of Dilli, Allahabad 1932.
Sarkar, J. Studies in Mughal India. Calcutta 1933.
Fall of the Mughal Empire. Calcutta 1949.
History of Aurangzib. Calcutta 1921.
Mughal Administration. Calcutta 1952.
Anecdotes of Aurangzib. Calcutta 1912.
- Sayed Ahmad.: Athar al-Sanadid. Karachi 1966.
- Sharma, S.R.: Mughal Government and Administration. Bombay 1951.
Mughal Empire in India. Bombay 1934.
Religious Policy of the Mughal Emperors. Oxford 1940.
Jahangir's religious policy. In: Indian Culture. 4. 1937-38, pp.305-323.
- Sharif, Jaffar.: Qanoon-e-Islam. Engl. tr. by G.A. Herklot. London 1832.
- Smith V.A.: Akbar the Great Moghul (1542-1605). Oxford 1912.
Akbar's "House of worship". In: JRAS 1917, pp.50-62.
- Stanley, C.: Indian Drawings (Thirty Moghul Paintings of the school of Jahangir). London 1922.

- Jaffar, S.M.: The Mughal Empire (from Babar to Aurangzeb). Peshawar 1936.
- Khosla, R.P.: The Mughal kingship. In: JBORS. 13 1927, pp.250-257.
- Lane, Poole, S.: The Coins of the Mughal Emperors of Hindustan. London 1892.
- Latif S.M.: Lahore, its history, architectural remains and antiquities. Lahore 1892.
Agra. Historical and Descriptive. Calcutta 1896.
- Mathur, N.L.: Red Fort and Mughal Life. Delhi 1964.
- Moin-ud-din, Muhammad.: History of the Taj. Agra 1905.
- Mubarak Ali.: The Mughal Encampment. In: JPMS October 1975, pp.225-32.
- Mujeeb, M.: The Indian Muslims. London 1967.
- Najib Ashraf, Nadwi.: Muqadima — Ruqqa'at-i-'Alamgiri. Azamgarh n.d.
- Parasad, Beni.: History of Jahangir. Oxford 1922.
The Mughal government, with special reference to the reign of Jahangir. In: JIH 1. 1921-2, pp.92-125, 265-75.
The accession of Shah 'Jehan. In: JIH 1922, pp.1-19.
- Patkar, M.M.: Moghul patronage to Sanskrit learning. In: Poona Orientalist. 3. 1938, pp.164-75.
- Qanungo, K.R.: Some sidelights on the character and court life of Shah Jehan. In: JIH 1929, pp.45-52.

- Chughtai, M.A.: An unpublished contemporary history of Aurangzeb's accession in verse. In: Proc. 6th All India Oriental Conference. 1930, pp.25-28.
- Fanshawe, H.C.: Delhi. Past and Present. London 1908.
- Faruki, Z.: Aurangzib and his Time. Bombay 1935.
- Felix F.: Mughal Farmans, Parwanas and sanads issued in favour of the Jesuits missionaries. In: JPHS 5. 1916, pp.1-32.
Mughal seals. In: JPHS 5. 1916, pp. 100-123.
- Fergusson, J.: History of Architecture in all countries. London 1865.
- Ghani, M.A.: A History of Persian Language and Literature at the Mughal court. Vol. 1-4. Allahabad 1929.
- Haig, W.: The Cambridge History of India. Vol.IV (Mughul Period). Delhi 1963.
- Hambly, G.: Cities of Moghul India. London 1968.
- Hasan Ali Mir (Mrs.): Observations on the Mussalman of India. London 1832.
- Havell, E.B.: A Handbook of Agra and the Taj. Calcutta 1924.
The Taj and its Designers. Calcutta 1903.
- Hearn, H.C.: The seven cities of Delhi. London 1906.
- Ibn Haasan.: The Central Structure of the Mughal Empire. London 1936.
- Irvine, W.: The Army of the Indian Moghals. London 1903.

Azad, Muhammad.: Darbar-i-Akbari. Lahore 1939.

Beale, T.W.: An Oriental Biographical Dictionary. London 1894. Repr. New York 1965.

Benerji, S.K.: Emperor Humayun's marriage with Hamida Banu, September 1541. In: JUPHS 7-1. 1934, pp.36-41.
The birth of Akbar, the Prince, October 15, 1542 A.D.
In: Proc. 3rd Indian History Congress. 1939, pp.1002-1012.
Social reforms of Akbar. In: IHQ 29. 1953, pp.50-55.
Kingship and Nobility in Humayun's time. In: JUPHS 14. 1941, pp. 25-38.

Beveridge, H.: A letter from the Emperor Babur to his son Kamran. In: JASB NS. 15. 1919, pp. 329-334.
Salima Sultan Begam. In: JASB NS. 2. 1906, pp. 509-10.

Binyon, Lawrence.: The Court Painters of the Grand Mughals.
Oxford 1921.
Asiatic Art in the British Museum. Paris & Brussels 1925.

Bloch E.: Mussalman Paintings. Engl. tr. by Binyon C.M. London 1929.

Brown Percy.: Indian Painting under the Mughals. Oxford 1924.
Indian Architecture (Islamic Period). Bombay 1968.

Chandra, S.: parties and Politics at the Mughal Court. Aligarh 1959.

Chopra, P.N.: Some Aspects of Society and Culture during the Mughal Age (1526-1707). Agra 1963.

برصغیر کی تاریخ پر جدید تحقیقات

- Abdul Aziz.: Thrones, Tents and the Furniture used by the Indian Mughals. Lahore n.d.
The Imperial Treasury of the Indian Mughals. Lahore n.d.
Arms and Jewellery of the Indian Mughals. Lahore 1946.
The Imperial Library of the Moghuls. Lahore 1966.
- Ahmad, A.: Studies in Islamic culture in the Indian environment. Oxford 1964.
- Ahmad Bashir.: Akbar, the Great Mughul. Lahore 1967.
- Ahmad, Hafiz Shama-ud-din.: Zibunnisa Begam and Diwan-i-Mukhfi. In: JBORS 13. 1927, pp.42-53.
- Ahmad, N.L.: Some feasts and festivals at the court of Shah Jahan. In: IHRC 3rd. Proc. 1939, pp.1133-38.
- Ansari, M.A. Amusements and games of the Great Mughals. In: IC 35. 1961, pp. 21-31.
Court Ceremonies of the Great Mughals. In: IC 35. 1961. i-iv, pp.183-197.
- Archer W.A. Indische Miniaturen. Recklinghausen 1960.
- Ashraf Hussain.: A Guide to Pathpur Sikri. Delhi 1937.
- Athar Ali.: The Mughal Nobility under Aurangzeb. London 1966.